30 اسباق

اعلانِ نبوت سے پہلے — 40 سال

مکہ مکرمہ میں — 13 سال

مدینہ منورہ میں — 10 سال

زندگی مبارک — 63 سال

جدید انداز میں آسان تعلیمی مشقوں کے ساتھ

مفتی مصطفی عزیز

الامین اکیڈمی فیصل آباد

30 اسباق

سیرت کورس

ایک مسلمان کا اپنا جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کا جاننا ضروری ہے۔

جدید انداز میں آسان تعلیمی مشقوں کے ساتھ

مفتی مصطفیٰ عزیز

الامین اکیڈمی

اس کتاب کی رقم تبلیغ و ترویج کے لئے وقف ہے

کتاب .... سیرت کورس

مرتب .... مفتی مصطفیٰ عزیز

سرورق .... مفتی محمد وسیم عفی عنہ

لے آوٹ .... مکتبۃ الفقیر

تاریخ اشاعت .... صفر المظفر ۱۴۴۱ ، اکتوبر 2019

ناشر .... مکتبۃ الفقیر

کتاب اور اسلامک شارٹ کورسز PDF اور VIDEOS میں
حاصل کرنے کے لئے اپنا نام اور شہر کا نام لکھ کر بھیجیں۔

+92 300 716 5151

AL AMIN ACADEMY

WWW.ALAMINACADEMY.COM

الامین اکیڈمی (الامین مسجد) خواجہ اسلام روڈ ستیانہ روڈ، فیصل آباد

041 6071934, +92 334 899 8999, +92 321 855 5400

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

فہرست مضامین

سبق 11 ہجرت کا دوسرا سال (حصہ اول)

سبق 12 ہجرت کا دوسرا سال (حصہ دوم)

سیرت کورس

سبق 13 ہجرت کا تیسرا سال (حصہ اول) 179

سبق 14 ہجرت کا تیسرا سال (حصہ دوم) 195

سیرت کورس

سبق 20 ہجرت کا آٹھواں سال (حصہ اول) 292

سبق 21 ہجرت کا آٹھواں سال (حصہ دوم) 308

سبق 22 ہجرت کا آٹھواں سال (حصہ سوم) 330

سبق 23 ہجرت کا نواں سال (حصہ اول) 345

سبق 24 ہجرت کا نواں سال (حصہ دوم) 363

سیرت کورس

سبق 29 ختم نبوت

سبق 30 سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نظر میں

کلمات صدارت

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَهْدِيهِ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا. مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ !

ہر زمانے میں اللہ جل جلالہ نے پیغمبر بھیجے تا کہ وہ اپنی اپنی قوموں کے سامنے اپنی زندگی نمونے کے طور پر پیش کریں، ان کی پوری قوم اور نیک افراد فلاح اور کامیابی حاصل کریں۔ لیکن وہ سب کسی خاص قوم اور خاص علاقے کے لیے مبعوث کیے گئے۔ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت عالم بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ تمام عالم کے لیے دنیا میں اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام و مرتبے پر فائز کیا گیا تو اس میں ہمارے لیے مزید رغبت اور سبق ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے سیکھیں، اور اس کو اپنائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں یہ مقام عطا کیا گیا۔

اللہ کی قدرت اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے 23 سال مختصر عرصہ میں ذات نبوی علی صاحبہا السلام پر ان سارے حالات و کیفیات کا گذر ہو گیا جن سے قیامت تک کسی انسان کا سامنا ہو سکتا ہے۔ فتح و شکست، غربت و امیری، شادی و گدائی، خوشی و مسرت، غم و اندوہ، اقبال و ادبار، عزت و بے عزتی، غلبہ و مغلوبیت، سفر و حضر، تجارت و مزدوری، شادی و غمی ...... غرض وہ کون سی حالت ہے جو آپ پر نہ آئی ہو اور اس

سلسلے میں آپ کا سنہرا نمونہ نہ ملتا ہو۔

آپ ﷺ باپ بھی بنے شوہر بھی بنے، آپ نے رشتہ داریاں بھی کیں، تعلقات قائم کئے اور مجبوراً توڑے بھی، آپ نے معاہدے کیے، آپ کو دھوکہ بھی دیا گیا اور آپ کے اوپر چھوٹے الزام بھی لگائے گئے، آپ کو نفاق کے موذی مرض کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کو ایسے وفادار دوست بھی ملے جنھوں نے مہر ووفا کے بے نظیر نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کیے۔ انبیاء علیہم السلام اللہ جل جلالہ کی طرف سے جو دین لے کر آتے ہیں وہ محض خشک الفاظ کے سانچوں میں ڈھلا ہوا نہیں آتا، ایسا نہیں ہوتا کہ ان کو صرف واجبات وفرائض اور اوامر ونواہی کی ایک فہرست دے دی جائے، بلکہ اللہ جل جلالہ ان کو کتاب وشریعت کے الفاظ کے ساتھ اس کی روح ومزاج کیفیات واحساسات، اور جذبات کی آئینہ دار زندگی کے ساتھ بھیجتے ہیں، یہ زندگی خود ان انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہے جو اس دین وشریعت کی اتنی صاف اور مفصل تشریح کرتی ہے کہ ان کا ہر پہلو اس کے آئینے میں مجلّی ہو جاتا ہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی نبوی مزاج کا آئینہ اور ان جذبات وکیفیات کا مجموعہ ہے جو براہ راست نبوت کا خاص مقصود ہیں۔

اللہ جل جلالہ نے جس طرح آخری دین کے اوامر ونواہی کو بحافظت ہم تک پہنچایا ہے اسی طرح اس نے ان کیفیات کو بھی ہم تک بحفاظت پہنچایا ہے۔ رسول اکرم ﷺ بحیثیت رسول، اللہ کے دین اور اس کے پیغام کے مبلغ بھی ہیں اور انسانوں کے لیے کامل اور حسین ترین نمونہ بھی، آپ کی ذات اپنے اخلاق وصفات، مزاج وکردار، عادات و معاملات، تمناؤں اور جذبات ہر چیز میں عملی نمونہ ہے۔ سیرت نبوی کا ایک نہایت اہم موضوع وہ اخلاق اور روحانی انقلاب ہے جو آپ ﷺ کے ذریعہ دنیا میں آیا، جس کے بارہ میں ہر واقف کار دوست ودشمن کی شہادت ہے کہ دنیا میں کبھی اس سے زیادہ روح پرور بہار اخلاق وایمان نہیں آئی۔ سچی خدا پرستی، عدل وانصاف، اور انسانوں کی محبت ونفع رسانی میں اس نسل کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے تیار کیا تھا۔ یہ سیرت محمدی کا سب سے بڑا کارنامہ اور سب سے بڑا معجزہ ہے۔

سیرت کورس بھی ہمارے ادارے کے مدیر مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب نے جو ترتیب دیا ہے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ہر دور میں علماء کرام نے اُمت کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے فرض منصبی انجام دیا اسی نہج پر ہمارے علماء بھی گامزن ہیں۔ اللہ جل جلالہ ان حضرات کو اپنی شان کے مطابق خوب خوب دینا اور آخرت میں خوشیاں، عزتیں، راحتیں نصیب فرمائے میرے لئے انتہائی سعادت ہے...... جو کہ میرے مولا کا کرم ہے کہ ہمارے

ادارے سے ہر شعبہ زندگی سے وابستہ مصروف احباب کے لئے اسلامک کورس کا انعقاد کیا جاتا ہے اور کتابی صورت سے بھی آراستہ کیا ہے...... یقیناً میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور لگن و محبت کا نتیجہ ہے۔ اللہ جل جلالہ ان سلسلوں کی برکت سے ان کو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے اور سارے خاندان کو امن، اتحاد، کے ساتھ سیرت طیبہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

میری تمام مسلمانوں سے التماس ہے کہ سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مبارکہ کے جامع کورس کا اہتمام کریں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کا نقشہ اس کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اس کے بغیر نہ ہم دنیوی کامرانی و سربلندی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں اور نہ اُخروی فوز و فلاح کی خوش بختی ہمارا مقدر بن سکتی ہے۔

اللہ جل جلالہ ہمارے ادارے کے تمام معاونین اور محبین کو آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت نصیب فرمائے۔

آمین یارب العالمین

محمد امین خرم

صدر: الامین اکیڈمی، الامین مسجد، الامین اسکول سسٹم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْماً، وَوَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ حِفْظاً، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ سُلْطَانُہٗ، وَوَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ رَحْمَتُہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی صَفْوَۃِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ!

سیرت کے لغوی معنیٰ طریقہ کار یا چلنے کی رفتار اور انداز کے آتے ہیں...... عربی زبان میں "فِعلۃ" کے وزن پر جو مصدر آتا ہے اس کے معنیٰ کسی کام کا طریقہ یا کسی کام کو اختیار کرنے کے انداز اور اسلوب کے ہوتے ہیں...... مثلاً (ذِبحہ کے معنیٰ ہیں طریقۂ ذبح اور قِتلہ کے معنیٰ ہیں: طریقۂ قتل) لہٰذا سیرت کے لغوی اور لفظی معنی ہوئے "چلنے کا طریقہ"۔ بعد میں اس معنیٰ میں مزید توسع پیدا ہوا اور زندگی گزارنے کے اسلوب اور انداز کے معنی میں اس کا استعمال ہونے لگا۔...... پھر بہت جلد ہی سیرت کا یہ لفظ آنحضور ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہو گیا...... چنانچہ آج دنیا کی تمام بولی جانے والی زبانوں میں سیرت کا لفظ عموماً آنحضور ﷺ کی مبارک زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کے لیے اپنا جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا رسول اللہ ﷺ کے بارے جاننا ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ صرف آنحضور ﷺ کی ذات گرامی ہے...... آج پوری دنیا ایک عالمگیر نظام کی ضرورت محسوس کر رہی ہے...... انسانی خودساختہ نظام یکے بعد دیگرے فیل ہو رہے ہیں۔...... پوری دنیا متبادل نظام کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہی ہے...... یہ ضرورت اگر کوئی مذہب پوری کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ کیونکہ عالمگیر نظام کا نمونہ اگر کسی نے پیش کیا ہے تو وہ یہی اسلام ہے...... گویا عالمگیر نظام برپا کرنے اور اسے صحیح خطوط پر

استوار کرنے کے لیے اگر کسی شخصیت کی زندگی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے تو وہ صرف آنحضور ﷺ کی زندگی ہے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اقدار حیات اس خوبی کے ساتھ پائی جاتی ہیں کہ اس کا مطالعہ کرنے والا کبھی بھی اور کسی بھی مقام پر تاریکی کا نام ونشان نہیں پاتا......

آپ ﷺ کی مثالی شخصیت ایں خانہ ہمہ آفتاب است کے مانند ہے۔ آپ ﷺ کا شخصی کردار، رحمت ورافت، محنت وشفقت، خشیت وانابت، شجاعت وبسالت، صداقت وعدالت، جود وسخا، فراست ومتانت، ایثار وقربانی، احساس ذمہ داری، حلم وتواضع، صبر وتوکل، نیز گھریلو و جماعتی زندگی میں دوست، ساتھی، شفیق سردار، مساکین کے سرپرست، اسی طرح قومی وملی زندگی میں عدل وانصاف، فوجوں کی کمانڈری، انتظامات حکومت، سیاسی سوجھ بوجھ، دوستوں کی دلداری، دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک جیسے اوصاف عالیہ کی اتنی بہترین اور متنوع تصویریں جس خوبی کے ساتھ کتب سیرت میں دکھائی دیتی ہیں وہ کسی اور عبقری وقت کے حوالے سے اس جامعیت کے ساتھ دکھائی نہیں دیتیں اور کمال یہ ہے کہ اجتماعی وانفرادی زندگی کے سارے تابندہ نقوش ایک ہی مکمل ومقدس ذات کے اندر پائے جاتے ہیں......

نیز اسلام میں اللہ کی معبودیت اور وحدانیت کے اعتراف کے بعد سب سے اہم آنحضور ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ہے۔ جو ذات ہمارے لیے اتنی اہمیت کی حامل ہو کہ اس کا نام لئے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہ ہوتا ہو، اس کے حالات سے لاعلمی ایک بدترین جرم ہے......

اللہ کریم نے کرم فرمایا کہ سیرت جیسے عظیم موضوع کا خیال نصیب فرمایا۔ گزشتہ دو سال سے سیرت کورس کے نام سے حیات طیبہ کی خوشبو سے معطر ہونے کی جستجو میں ہیں سینکڑوں لوگوں کی مثالی محبت اور شرکت نے بے حد متاثر کیا...... عاشقین کا اپنے پیارے دل وجان کی مسلسل مصائب والی زندگانی پر تڑپنا اور آنسو بہانا...... عشق کے سمندر کی موجوں میں اپنے محبوب کی تاب نہ لاتے ہوئے جنت کی تمنا کرنا...... ان جیسی کیفیات وجذبات نے وعلمی وعملی بے سروسامانی کے باوجود آن کھڑا کیا کہ سیرت کورس 30 اسباق پر مشتمل کو وجود ملا...... سیرت خود معجزہ نہ ہوتا تو شاید دلوں کو تلملانی والی حیاۃ کے انوارت وفیوضات میری موت کا سبب بن جاتے...... یقین جانیں اتنی کشش کہ عبارت کو لکھنے کے دوران بار بار ٹھنڈے سانسوں کا سہارہ لینا پڑتا...... بس اتنا...... فداک ابی امی علی رسول اللہ ﷺ

مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے اس بے مثال نمونہ زندگی اور اعلی تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ...... محض تیئس سالہ کوششوں

کے نتیجے میں جزیرہ عرب جاہلوں گنواروں، توہم پرستوں، غارت گروں، دختر کشوں اوردوسروں کے حقوق مارنے والوں کا مجمع نہیں رہ گیا بلکہ وہ ایک مہذب، تعلیم یافتہ، پاکیزہ اخلاق، روشن خیال اورامن پسند جولوگوں اورحقوق انسانی کے پاسبانوں کا معاشرہ بن گیا۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کے پیغام کو عام کیا جائے۔ اگر معاصر دنیاواقعی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاقی وروحانی ترقی چاہتی ہے اور وہ پرامن اور خوش حال زندگی کی خواہاں ہے تواسے اسوہ رسول ﷺ کو عملی طور پر اپنانا ہوگا یہی ربیع الاوّل کا حقیقی پیغام ہے۔...... کیوں کہ موجودہ مشکلات کا حل سیرت نبوی میں موجود ہے...... سیرت نبوی ہی قیصریت وکسرویت کی طرح امریکیت کا زورتوڑسکتی ہے۔ تہذیبوں کے تصادم کے من گھڑت فلسفے کو نیست ونابود کرسکتی ہے، انسانیت کی کشت ویراں کو بہارحقیقی سے آشنا کرسکتی ہے...... بلاشبہ سیرت نبوی کی معنویت آج بھی مسلم اورآئندہ زمانے میں بھی برقراررہے گی۔

اللہ کریم اس کاوش میں معاونت کرنے والے تمام احباب کو حلاوت عشق رسول ﷺ نصیب فرمائے صدر الامین اکیڈمی محترم محمد امین خرم صاحب اوران کے رفقاء میاں محمود صاحب، محمد زین شفیق صاحب، حاجی محمد فیصل صاحب، خواجہ خالدرزاق سکا صاحب، میاں جوادصاحب ودیگر کاشکر گزارہوں۔

ساتھ ہی علمی وانتظامی معاونت پر مفتی محمد وسیم صاحب، محترم محمد فاروق علویؔ صاحب ودیگر احباب کرام بھی شکریہ ادا کرتا ہوں...... اللہ کریم اپنی جناب سے ڈھروں خیریں نصیب فرمائے۔

اللہ کریم اس سیرت کورس کو میرے تمام اساتذہ کرام، والدین، آباو اجداد، اولاد واحفاد اور تمام امت محمدیہ ﷺ کے لئے دنیاوآخرت کا ذخیرہ بنائے اوراس کو اطاعت اورمحبت نبوی ﷺ کا ذریعہ بنائے......

اَللّٰھُمَّ آمین ...

اللھم تقبل منا انك انت السمیع العلیم

مصطفیٰ عزیز
5رصفرالمظفر 1441ھ/ 5راکتوبر 2019ء
خادم: الامین اکیڈمی، الامین اسکول سسٹم
مدرس: جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
فاضل: جامعۃ الحسنین فیصل آباد (مولانا طارق جمیل صاحب)

ابتدائی حالات

نسب نامہ

حضورِ اقدس ﷺ کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ر1

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور ﷺ کا شجرۂ نسب یہ ہے:

حضرت محمد ﷺ بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔

حضور ﷺ کے والدین کا نسب نامہ ''کلاب بن مرہ'' پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ ''عدنان'' تک آپ کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق مؤرخین ثابت ہے اس کے بعد ناموں میں بہت کچھ اختلاف ہے اور حضور ﷺ جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تھے تو ''عدنان'' ہی تک ذکر فرماتے تھے۔ ر2

اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔

خاندانی شرافت

حضورِ اکرم ﷺ کا خاندان ونسب نجابت وشرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف واعلیٰ ہے اور یہ وہ

حقیقت ہے کہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی کبھی اس کا انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے بادشاہ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ ''و فینا ذو نسب'' یعنی نبی ﷺ عالی خاندان ہیں۔ ر3

حالانکہ اس وقت وہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ اگر ذرا بھی کوئی گنجائش ملے تو آپ ﷺ کی ذات پاک پر کوئی عیب لگا کر بادشاہ روم کی نظروں سے آپ کا وقار گرادیں۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ''کنانہ'' کو برگزیدہ بنایا اور ''کنانہ'' میں سے ''قریش'' کو چنا، اور ''قریش'' میں سے ''بنی ہاشم'' کو منتخب فرمایا، اور ''بنی ہاشم'' میں سے مجھ کو چن لیا۔ ر4

بہرحال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ

سہ
لَه النَّسَبُ الْعَالِیْ فَلَیْسَ کَمِثْلِه
حَسِیْبٌ نَسِیْبٌ مُنْعَمٌ مُتَکَرَّمٌ

یعنی حضورِ انور ﷺ کا خاندان اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ کوئی بھی حسب و نسب والا اور نعمت و بزرگی والا آپ ﷺ کے مثل نہیں ہے۔

قریش

حضورِ اقدس ﷺ کے خاندانِ نبوت میں سبھی حضرات اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے بڑے نامی گرامی ہیں۔ مگر چند ہستیاں ایسی ہیں جو آسمان فضل و کمال پر چاند تارے بن کر چمکے۔ ان باکمالوں میں سے ''فہر بن مالک'' بھی ہیں ان کا لقب ''قریش'' ہے اور ان کی اولاد ''قریشی'' یا ''قریش'' کہلاتی ہے۔

''فہر بن مالک'' قریش اس لئے کہلاتے ہیں کہ ''قریش'' ایک سمندری جانور کا نام ہے جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے، اور سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے یہ تمام جانوروں پر ہمیشہ غالب ہی رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا چونکہ ''فہر بن مالک'' اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر تمام قبائلِ عرب پر غالب تھے اس لئے تمام اہل عرب ان کو ''قریش'' کے لقب سے پکارنے لگے۔ چنانچہ اس بارے میں ''شمرخ بن عمرو حمیری'' کا شعر بہت مشہور ہے کہ

سہ
وَ قُرَیْشٌ هِیَ الَّتِیْ تَسْکُنُ الْبَحْرَ
بِهَا سُمِّیَتْ قُرَیْشٌ قُرَیْشًا ر5

یعنی ''قریش'' ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی کے نام پر قبیلۂ قریش کا نام ''قریش'' رکھ دیا گیا۔

حضور ﷺ کے ماں باپ دونوں کا سلسلۂ نسب ''فہر بن مالک'' سے ملتا ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ ماں باپ دونوں کی طرف سے ''قریشی'' ہیں۔

ہاشم

حضور ﷺ کے پَردادا ''ہاشم'' بڑی شان وشوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصلی نام ''عمرو'' تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملکِ شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو ''ہاشم'' (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔ (6)

چونکہ یہ ''عبد مناف'' کے سب لڑکوں میں بڑے اور باصلاحیت تھے اس لئے عبد مناف کے بعد کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے بہت حسین وخوبصورت اور وجیہ تھے جب سن شعور کو پہنچے تو ان کی شادی مدینہ میں قبیلہ خزرج کے ایک سردار عمرو کی صاحبزادی سے ہوئی جن کا نام ''سلمیٰ'' تھا۔ اور ان کے صاحبزادے ''عبد المطلب'' مدینہ ہی میں پیدا ہوئے چونکہ ہاشم پچیس سال کی عمر پا کر ملک شام کے راستہ میں بمقام ''غزہ'' انتقال کر گئے۔ اس لئے عبد المطلب مدینہ ہی میں اپنے نانا کے گھر پلے بڑھے، اور جب سات یا آٹھ سال کے ہو گئے تو مکہ آ کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگے۔

غارِ حرا

عبد المطلب

حضور اقدس ﷺ کے دادا ''عبد المطلب'' کا اصلی نام ''شیبہ'' ہے۔ یہ بڑے ہی نیک نفس اور عابد وزاہد تھے۔ ''غار حرا'' میں کھانا پانی ساتھ لے کر جاتے اور کئی کئی دنوں تک لگاتار خداعزوجل کی عبادت میں مصروف رہتے۔ رمضان شریف کے مہینے میں اکثر غار حرا میں اعتکاف کیا کرتے تھے، اور خداعزوجل کے دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا نورِ نبوت ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور ان کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

اہل عرب خصوصاً قریش کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ مکہ والوں پر جب کوئی مصیبت آتی یا قحط پڑ جاتا تو لوگ عبدالمطلب کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ جاتے اور بارگاہِ خداوندی میں ان کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تھے تو دعا مقبول ہو جاتی تھی۔ یہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے لوگوں کو بڑی سختی کے ساتھ روکتے تھے اور چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے۔ اپنے دسترخوان سے پرندوں کو بھی کھلایا کرتے تھے اس لئے ان کا لقب ''مطعم الطیر'' (پرندوں کو کھلانے والا) ہے۔ شراب اور زنا کو حرام جانتے تھے اور عقیدہ کے لحاظ سے ''موحد'' تھے۔ ''زمزم شریف'' کا کنواں جو بالکل پٹ گیا تھا آپ ہی نے اس کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا، اور لوگوں کو آب زمزم سے سیراب کیا۔ آپ بھی کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ اصحاب فیل کا واقعہ آپ ہی کے وقت میں پیش آیا۔ ایک سو بیس برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ ر7

اصحابِ فیل کا واقعہ

حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے صرف پچپن دن پہلے یمن کا بادشاہ ''ابرہہ'' ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ ڈھانے کے لئے مکہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ''ابرہہ'' نے یمن کے دارالسلطنت ''صنعاء'' میں ایک بہت ہی شاندار اور عالی شان ''گرجا گھر'' بنایا اور یہ کوشش کرنے لگا کہ عرب کے لوگ بجائے خانہ کعبہ کے یمن آ کر اس گرجا گھر کا حج کیا کریں۔ جب مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو قبیلہ ''کنانہ'' کا ایک شخص غیظ وغضب میں جل بھن کر یمن گیا، اور وہاں کے گرجا گھر میں پاخانہ پھر کر اس کو نجاست سے لت پت کر دیا۔ جب ابرہہ نے یہ واقعہ سنا تو وہ طیش میں آپے سے باہر ہو گیا اور خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس کی فوج کے اگلے دستہ نے مکہ والوں کے تمام اونٹوں اور دوسرے مویشیوں کو چھین لیا اس میں دو سو یا چار سو اونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔ ر8

عبدالمطلب کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا۔ چنانچہ آپ اس معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے اس کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ جب ابرہہ کو معلوم ہوا کہ قریش کا سردار اس سے ملاقات کرنے کے لئے آیا ہے تو اس نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلا لیا اور جب عبدالمطلب کو دیکھا کہ ایک بلند قامت، رعب دار اور نہایت ہی حسین وجمیل آدمی ہیں جن کی پیشانی پر نورِ نبوت کا جاہ وجلال چمک رہا ہے تو صورت دیکھتے ہی ابرہہ مرعوب ہو گیا۔ اور بے اختیار تخت شاہی سے اُتر کر آپ کی تعظیم وتکریم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے برابر بٹھا کر دریافت کیا کہ کہیے، سردار قریش! یہاں

آپ کی تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ ہمارے اونٹ اور بکریاں وغیرہ جو آپ کے لشکر کے سپاہی ہانک لائے ہیں آپ ان سب مویشیوں کو ہمارے سپرد کر دیجیے۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ اے سردارِ قریش! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ بہت ہی حوصلہ مند اور شاندار آدمی ہیں۔ مگر آپ نے مجھ سے اپنے اونٹوں کا سوال کر کے میری نظروں میں اپنا وقار کم کر دیا۔ اونٹ اور بکری کی حقیقت ہی کیا ہے؟ میں تو آپ کے کعبہ کو توڑ پھوڑ کر برباد کرنے کے لئے آیا ہوں، آپ نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھے تو اپنے اونٹوں سے مطلب ہے کعبہ میرا گھر نہیں ہے بلکہ وہ خدا کا گھر ہے۔ وہ خود اپنے گھر کو بچا لے گا۔ مجھے کعبہ کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ یہ سن کر ابرہہ اپنے فرعونی لہجہ میں کہنے لگا کہ اے سردارِ مکہ! سن لیجیے! میں کعبہ کو ڈھا کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا، اور روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹا دوں گا کیونکہ مکہ والوں نے میرے گرجا گھر کی بڑی بے حرمتی کی ہے اس لئے میں اس کا انتقام لینے کے لئے کعبہ کو مسمار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ عبدالمطلب نے فرمایا کہ پھر آپ جانیں اور خدا جانے۔ میں آپ سے سفارش کرنے والا کون؟

اس گفتگو کے بعد ابرہہ نے تمام جانوروں کو واپس کر دینے کا حکم دے دیا۔ اور عبدالمطلب تمام اونٹوں اور بکریوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے آئے اور مکہ والوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے مال مویشیوں کو لے کر مکہ سے باہر نکل جاؤ۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور دروں میں چھپ کر پناہ لو۔ مکہ والوں سے یہ کہہ کر پھر خود اپنے خاندان کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور دروازہ کا حلقہ پکڑ کر انتہائی بے قراری اور گریہ و زاری کے ساتھ دربارِ باری میں اس طرح دعا مانگنے لگے کہ

لَاهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَه فَامْنَعْ رِحَالَكَ

وَانْصُرْ عَلٰى اٰلِ الصَّلِيْبِ وَعَابِدِيْه اَلْيَوْمَ اٰلَكَ

اے اللہ! بے شک ہر شخص اپنے اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، اور صلیب والوں اور صلیب کے پجاریوں (عیسائیوں) کے مقابلہ میں اپنے اطاعت شعاروں کی مدد فرما۔

عبدالمطلب نے یہ دعا مانگی اور اپنے خاندان والوں کو ساتھ لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے اور خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنے لگے۔ ابرہہ جب صبح کو کعبہ ڈھانے کے لئے اپنے لشکر جرار اور ہاتھیوں کی قطار کے ساتھ آگے بڑھا اور مقام ''مغمس'' میں پہنچا تو خود اس کا ہاتھی جس کا نام ''محمود'' تھا ایک دم بیٹھ گیا۔ ہر چند مارا، اور بار بار للکارا مگر ہاتھی

نہیں اٹھا۔ اسی حال میں قہر الٰہی ابابیلوں کی شکل میں نمودار ہوا اور ننھے ننھے پرندے جھنڈ کے جھنڈ جن کی چونچ اور پنجوں میں تین تین کنکریاں تھیں سمندر کی جانب سے حرم کعبہ کی طرف آنے لگے۔ ابابیلوں کے ان دل بادل لشکروں نے ابرہہ کی فوجوں پر اس زور شور سے سنگ باری شروع کردی کہ آن کی آن میں ابرہہ کے لشکر، اور اس کے ہاتھیوں کے پرخچے اڑ گئے۔ ابابیلوں کی سنگ باری خداوند قہار و جبار کے قہر و غضب کی ایسی مار تھی کہ جب کوئی کنکری کسی فیل سوار کے سر پر پڑتی تھی تو وہ اس آدمی کے بدن کو چھیدتی ہوئی ہاتھی کے بدن سے پار ہو جاتی تھی۔ ابرہہ کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا اور سب کے سب ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں سمیت اس طرح ہلاک و برباد ہو گئے کہ ان کے جسموں کی بوٹیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی ''سورۂ فیل'' میں خداوند قدوس نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

یعنی (اے محبوب) کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپکے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کر ڈالا کیا انکے داؤں کو تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں تا کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے ماریں تو انہیں چبائے ہوئے بھُس جیسا بنا ڈالا۔

جب ابرہہ اور اس کے لشکروں کا یہ انجام ہوا تو عبدالمطلب پہاڑ سے نیچے اترے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ان کی اس کرامت کا دور دور تک چرچا ہو گیا اور تمام اہل عرب ان کو ایک خدا رسیدہ بزرگ کی حیثیت سے قابل احترام سمجھنے لگے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ ہمارے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔ یہ عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے حسن و خوبی کے پیکر، اور جمالِ صورت و کمال سیرت کے آئینہ دار، اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلۂ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی خواست گار تھیں۔ مگر عبدالمطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب و نسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔

عجیب اتفاق کہ ایک دن عبداللہ رضی اللہ عنہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے تھے ملک شام کے یہودی چند

علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بارہا قتل کر ڈالنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے بچا لیا۔ عالم غیب سے چند ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتے تھے، ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا۔

''وہب بن مناف'' بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت و عقیدت پیدا ہو گئی، اور گھر آ کر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی نورِ نظر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب میں موجود تھیں۔ عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا اور نور محمدی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گیا اور جب حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کھجوریں لینے کے لئے مدینہ بھیجا، یا تجارت کے لئے ملک شام روانہ کیا، وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننہال ''بنو عدی بن نجار'' میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں ''دار نابغہ'' میں مدفون ہوئے۔ ر9

قافلہ والوں نے جب مکہ واپس لوٹ کر عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری کے لئے اپنے سب سے بڑے لڑکے ''حارث'' کو مدینہ بھیجا۔ ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ راہی ملک بقا ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ واپس آ کر جب وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر ماتم کدہ بن گیا اور بنو ہاشم کے ہر گھر میں ماتم برپا ہو گیا۔ خود حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پُر درد مرثیہ کہا ہے کہ جس کو سن کر آج بھی دل درد سے بھر جاتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ الٰہی! عزوجل تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ حضرت حق نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و حافظ ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ترکہ

ایک لونڈی ''اُم ایمن'' جس کا نام ''برکہ'' تھا کچھ اونٹ کچھ بکریاں تھیں، یہ سب ترکہ حضور سرور عالم ﷺ کو ملا۔ "اُمِ ایمن" بچپن میں حضور اقدس ﷺ کی دیکھ بھال کرتی تھیں کھلاتیں، کپڑا پہناتیں، پرورش کی پوری ضروریات مہیا کرتیں، اس لئے حضور اقدس ﷺ تمام عمر "اُم ایمن" کی دل جوئی فرماتے رہے اپنے محبوب و متبنّٰی غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا، اور ان کے شکم سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ 10

ایمانِ والدین کریمین رضی اللہ عنہما

اول یہ کہ حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما اور آباء و اجداد سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، لہٰذا ''مؤمن'' ہوئے۔ دوم یہ کہ یہ تمام حضرات حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی ایسے زمانے میں وفات پا گئے جو زمانہ ''فترت'' کہلاتا ہے اور ان لوگوں تک حضور ﷺ کی دعوتِ ایمان پہنچی ہی نہیں لہٰذا ہرگز ہرگز ان حضرات کو کافر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان لوگوں کو مؤمن ہی کہا جائے گا۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو زندہ فرما کر ان کی قبروں سے اٹھایا اور ان لوگوں نے کلمہ پڑھ کر حضور ﷺ کی تصدیق کی اور حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کو زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ بذاتِ خود ضعیف ہے مگر اس کی سندیں اس قدر کثیر ہیں کہ یہ حدیث ''صحیح'' اور ''حسن'' کے درجے کو پہنچ گئی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور ایمانی محبت کا یہی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما اور تمام آباء واجداد بلکہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ ادب واحترام کا التزام رکھا جائے۔ بجز ان رشتہ داروں کے جن کا کافر اور جہنمی ہونا قرآن و حدیث سے یقینی طور پر ثابت ہے جیسے ''ابولہب'' اور اس کی بیوی ''حمالۃ الحطب'' باقی تمام قرابت والوں کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے کیونکہ جن لوگوں کو حضور ﷺ سے نسبت قرابت حاصل ہے ان کی بے ادبی و گستاخی یقیناً حضور ﷺ کی ایذا رسانی کا باعث ہوگا اور آپ قرآن کا فرمان پڑھ چکے کہ جو لوگ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔

برکات نبوت کا ظہور

جس طرح سورج نکلنے سے پہلے ستاروں کی روپوشی، صبح صادق کی سفیدی، شفق کی سرخی سورج نکلنے کی خوشخبری دینے لگتی ہیں اسی طرح جب آفتاب رسالت کے طلوع کا زمانہ قریب آ گیا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے عجیب عجیب واقعات اور خوارق عادات بطور علامات کے ظاہر ہونے لگے جو ساری کائنات کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ بشارت دینے لگے کہ اب رسالت کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہونے والا ہے۔

چنانچہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ، ناگہاں بارانِ رحمت سے سرزمین عرب کا سرسبز وشاداب ہو جانا، اور برسوں کی خشک سالی دفع ہو کر پورے ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہو جانا، بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا، فارس کے مجوسیوں کی ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی آگ کا ایک لحہ میں بجھ جانا، کسریٰ کے محل کا زلزلہ، اور اس کے چودہ کنگوروں کا منہدم ہو جانا، ''ہمدان'' اور ''قم'' کے درمیان چھ میل لمبے چھ میل چوڑے ''بحرۂ ساوہ'' کا یکا یک بالکل خشک ہو جانا، شام اور کوفہ کے درمیان وادی ''ساوہ'' کی خشک ندی کا اچانک جاری ہو جانا، حضور ﷺ کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے ''بصریٰ'' کے محل روشن ہو گئے۔ یہ سب واقعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو حضور علیہ الصلوات والتسلیمات کی تشریف آوری سے پہلے ہی ''مبشرات'' بن کر عالم کائنات کو یہ خوشخبری دینے لگے کہ

ؔ مبارک ہو وہ شہ پردے سے باہرآنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے قبل اعلان نبوت جو خلاف عادت اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات صادر ہوتے ہیں ان کو شریعت کی اصطلاح میں ''ارہاص'' کہتے ہیں اور اعلان نبوت کے بعد انہی کو ''معجزہ'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا تمام واقعات ''ارہاص'' ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت کرنے سے قبل ظاہر ہوئے جن کو ہم نے ''برکات نبوت'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ اس قسم کے واقعات جو ''ارہاص'' کہلاتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان میں سے چند کا ذکر ہو چکا ہے چند دوسرے واقعات بھی پڑھ لیجئے۔

ایوان کسرہ

1 محدث ابونعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس رات حضور ﷺ کا نورِ نبوت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مقدس میں منتقل ہوا، روئے زمین کے تمام چوپایوں، خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے بزبانِ فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ عزوجل کا وہ مقدس رسول شکم مادر میں جلوہ گر ہو گیا جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے اور جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔ اسی طرح سمندروں اور دریاؤں کے جانوروں نے ایک دوسرے کو یہ

خوشخبری سنائی کہ حضرت ابوالقاسم ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آ گیا۔ (14)

2 خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے اُڑنے کی آواز تھی اور کچھ انسانوں کی بولیاں بھی سنائی دیتی تھیں۔ پھر ایک دم حضور ﷺ میرے سامنے سے غیب ہو گئے اور میں نے سنا کہ ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ محمد (ﷺ) کو مشرق و مغرب میں گشت کراؤ اور ان کو سمندروں کی بھی سیر کراؤ تا کہ تمام کائنات کو ان کا نام، ان کا حلیہ، ان کی صفت معلوم ہو جائے اور ان کو تمام جاندار مخلوق یعنی جن و انس، ملائکہ اور چرندوں و پرندوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی صورت، حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت، حضرت نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت اسحٰق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط علیہ السلام کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شدت، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع علیہ السلام کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عصمت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد عطا کر کے ان کو تمام پیغمبروں کے کمالات اور اخلاق حسنہ سے مزین کر دو۔ اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی منادی اعلان کر رہا ہے کہ واہ واہ! کیا خوب محمد (ﷺ) کو تمام دنیا پر قبضہ دے دیا گیا اور کائناتِ عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضۂ اقتدار و غلبۂ اطاعت میں نہ ہو۔ اب میں نے چہرۂ انور کو دیکھا تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور بدن سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آ رہی تھی پھر تین شخص نظر آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت، تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمک دار انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کو سات مرتبہ دھو کر اس نے حضور (ﷺ) کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی، پھر حضور (ﷺ) کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک لمحہ کے بعد مجھے سپرد کر دیا۔

حوالہ جات سبق نمبر 1

(1) بخاری، ج ۱، باب مبعث النبی ﷺ

(2) کرمانی بحوالہ حاشیہ بخاری، ج ۱ ص ۵۴۳)

(3) بخاری ج ۱ ص ۴

(4) مشکوٰۃ فضائل سید المرسلین

(5) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۶۷

(6) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸

(7) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸)

(8) (زرقانی ج ۱ ص ۸۵)

(9) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۰۱

(10) (عامہ کتب سیر

(11) (اشعۃ اللمعات ج اول ص ۱۸۷)

(12) تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

(13) (اکلیل علی مدارک التنزیل ج ۲ ص ۱۰)

(14) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۰۸

مشق سبق نمبر | 1 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مسجد حضور ﷺ کا نسب نامہ بیان کریں؟

....

....

2. ''فہر بن مالک'' قریش کس لئے کہلاتے ہیں؟

....

....

3. حضور اقدس ﷺ کے دادا ''عبدالمطلب'' کی خدمات پر روشنی ڈالیں؟

....

....

4. ابرہ بادشاہ کے لشکر کیا انجام ہوا؟

....

....

5. اُم ایمن کون تھیں؟

....

....

6. حضور ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی عطا ہوئی

☐ سیرت ☐ صورت ☐ عقیدت ☐ منقبت

2. اور اعلان نبوت کے بعد انہی کو کہا جاتا ہے۔

☐ معجزہ ☐ کرامت ☐ عطیہ ☐ ہدیہ

3. بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا بتایا

☐ پتہ ☐ کارنامہ ☐ نام ☐ حلیہ

4. یہ تمام حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے ایسے زمانے میں وفات پا گئے جو زمانہ کہلاتا ہے

☐ عام الفیل ☐ عام الحزن ☐ فترت ☐ نبوت

5. چنانچہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا

☐ بیس ☐ تیس ☐ چالیس ☐ چوبیس

6. رمضان شریف کے مہینے میں اکثر غار میں اعتکاف کیا کرتے تھے

☐ ثور ☐ حرا ☐ احد ☐ بدر

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

	دوسرا کالم
واہ واہ! کیا خوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو	ہمیشہ بڑھتے ہی رہے
ان لوگوں نے کلمہ پڑھ کر	(روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب ودرجات	تمام دنیا پر قبضہ دے دیا گیا
وہ ساری خوبیاں	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی
اس دن سے لوگ ان کو ''ہاشم''	حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند ہیں
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب میں موجود تھیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. میں نے چہرۂ انور کو دیکھا تو چودھویں کے............ کی طرح چمک رہا تھا۔
2. حضرت............ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آ گیا۔
3. حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ماں باپ رضی اللہ عنہما کی قبروں کے پاس............۔
4. اپنے محبوب ومتبنّٰی غلام حضرت............ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔
5. خود اس کا ہاتھی جس کا نام............ تھا ایک دم بیٹھ گیا۔
6. کہ............ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

اعلانِ نبوت سے پہلے

پیدائش اور نشوونما

امام الانبیاء حضور اکرم ﷺ کی پیدائش یتیمی کی حالت میں واقعہ فیل کے تقریباً پچاس دن بعد، مشہور قول کے مطابق ۱۲/ربیع الاوّل مطابق ۲۰/اپریل ۵۷۱ء بروز پیر موسم بہار میں ہوئی ر1 ۔آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد اور والدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمد رکھا۔آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے آپ ﷺ کو تین دن تک اپنا دودھ پلایا، اس کے بعد آپ کے چچا ابولہب کی باندی ثویبہ نے آپ کو چند دن دودھ پلایا، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دوسال پورے ہونے تک آپ کو دودھ پلایا، دوسال پورے ہونے پر آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا۔آپ ﷺ کی عمر چھ سال تھی کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا ر2 اور جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بھی دنیا سے پردہ فرما گئے۔

ملک شام کا سفر اور بحیرہ راہب سے ملاقات

بارہ سال دو ماہ کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کی ہمراہی میں تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف پہلا سفر کیا۔راستے میں یہودیوں کے ایک بڑے عالم بُحیرہ راہب سے ملاقات کے بعد ابو طالب نے آپ کو واپس مکہ بھیج دیا، ۱۵ سال سات ماہ کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے قبیلہ قریش اور ایک دوسرے قبیلہ قیس کے درمیان ہونے والی جنگ (حرب الفجار) میں حصہ لیا ر4 لیکن اس لڑائی میں آپ ﷺ نے کسی پر ہاتھ نہ اُٹھایا، اس جنگ کے بعد عرب کے چند قبائل نے ان جنگوں سے تنگ آ کر یہ معاہدہ کیا کہ آئندہ قبائلی عصبیت سے

بالاتر ہوکر صرف مظلوم کی مدد کی جائے گی، اس معاہدے کو" حلف الفضول" کہتے ہیں، آپ ﷺ نے اسے پسند فرماتے ہوئے اس میں شرکت فرمائی، اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۱۵ سال آٹھ ماہ تھی۔ ۲۳ سال کی عمر میں آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامان کو تجارت کی غرض سے ملک شام لے کر گئے اور اس میں خوب نفع کما کر واپس ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح اور اولاد

پچیس سال دو ماہ کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آپ ﷺ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں، آپ کی اولاد میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی پیدائش سب سے پہلے ہوئی، یہ پاؤں پر چلنا سیکھ رہے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ دوسرے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں، انہی کا لقب طیب و طاہر ہے، پیدائش کے کچھ عرصہ بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا، ان کی ولادت آپ ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد ہوئی۔ جب آپ کی عمر ۳۰ سال ہوئی تو آپ ﷺ کے ہاں آپ کی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی، ان کا نکاح مکہ میں ہی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوا، جب آپ کی عمر ۳۳ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی، جن کا نکاح مکہ میں ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا، آپ کی تیسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں، جن کا نکاح مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ نبوت ملنے کے بعد جب آپ کی عمر ۴۱ سال تھی تو آپ ﷺ کی چوتھی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی، ان کا نکاح مدینہ میں غزوۂ بدر کے بعد ذوالحجہ سنہ ۲ھ میں ہوا، آپ ﷺ کے ایک تیسرے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، سترہ ماہ کی عمر پاکر ۱۰ھ میں ان کی وفات ہوگئی۔

تقریباً ۳۳ برس کی عمر میں آپ ﷺ پر غیبی اسرار کا ظہور شروع ہوا۔ ۳۵ سال کی عمر میں آپ نے قبائل کے سب منتخب افراد کے ساتھ کعبہ کی ازسرِنو تعمیر کے دوران حجر اسود کی اپنے ہاتھ سے تنصیب کی۔

خلعت نبوت

۹ ربیع الاوّل مطابق ۱۴ رفروری ۶۱۰ء کو جب آپ ﷺ کی عمر چالیس برس ایک دن تھی تو باضابطہ طور پر آپ کو اللہ رب العزت نے خلعتِ نبوت کے ساتھ ممتاز و مشرف فرمایا۔ بعثت نبوی (آپ ﷺ کو نبوت ملنے کے بعد

سے شروع ہونے والا زمانہ) کے پہلے سال نمازیں فرض کر دی گئیں، اٹھارہ رمضان المبارک کو جب آپ کی عمر چالیس سال چھ ماہ چھ دن ہوئی تو آپ پر قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا۔

نزول وحی سے پہلے نبی اکرم ﷺ کے دل میں خلوت کی محبت ڈال دی گئی۔ آپ مختصر ترین خوراک کے ساتھ غارِ حرا میں خلوت نشینی فرماتے اور گھر واپسی سے قبل غار حرا کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں راتیں گزارتے، پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور مختصر خوراک لے کر دوبارہ غار حرا کی طرف تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے گمراہی میں ڈوبے ہوئے اہل مکہ کو ان کے حال پر چھوڑ کر چلے جاتے اور آپ نے اتنی عبادت کی کہ عرب کہہ اٹھے:

''ان محمدا قد عشق ربه''

''محمد ﷺ اپنے رب کی محبت میں از خود رفتہ ہو گئے ہیں''

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا ابھی مکہ پر چھائی ہوئی گمراہی کی بدلیوں کے چھٹنے کا وقت نہیں ہوا تھا؟

کیا اس تاریکی کے روشنی میں بدلنے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا؟

کیا ابھی بتوں کے پاش پاش ہونے کا وقت نہیں ہوا تھا؟

کیا ابھی روشنی کی کرن، یا علم کی اثر آفرینی کا لمحہ نہیں آیا تھا؟

کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں سے رحمت یا ہدایت بخشنے والے کے ہاں سے ہدایت کی گھڑی ابھی نہیں آئی تھی؟

رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں اور اس سے مدد اور اس کی پناہ مانگتے ہیں اور اس سے تمام تر امیدیں وابستہ کرتے ہیں اور امید میں پختگی اور عاجزی کو اپناتے ہیں اور اس سے اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے رحمت طلب کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے ایام اسی پر عزم جہد مسلسل میں گزرتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف ہر صبح، ہر دو پہر اور ہر شام کو متوجہ ہوتے، اس کی طرف غروب آفتاب اور ستاروں کے چمکنے پر متوجہ ہوتے۔ آپ ہر لحظہ، ہر سانس پر پلک جھپکنے، اور دل کی ہر دھڑکن اور ہر سرگوشی پر اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے والے تھے۔

آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے لئے تھی۔ اس کے باوجود دن اور سال اس حال میں گزرتے رہے کہ تاریکیاں مکہ کے اطراف واکناف میں سایہ فگن تھیں۔ بت گمراہی اور بے راہ روی کی علامت بن کر کعبہ شریف کی دیواروں پر لٹک رہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ اپنی عاجزی وانکساری اور اللہ کی رحمت میں امید کو بھی بڑھا دیتے ہیں

پھر امید خوف اور بے چینی میں بدل جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عجز و انکسار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ پاکیزگی اور نورانیت کی انتہا کو چھو لیتے ہیں۔

ایک رات آپ غار حرا میں سالانہ اعتکاف میں تھے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں وہ رکاوٹ ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی جو ایک جانب سے بشری کسب اور دوسری جانب سے اللہ تعالیٰ کے فضل کے درمیان تھی۔ دوسرے لفظوں میں وہ رکاوٹ دور ہوئی جو نبوت اور ولایت کے درمیان تھی۔

رحمت دو عالم ﷺ غارِ حرا میں معتکف تھے کہ ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا، اس نے کہا: ''پڑھیئے''

تو رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''

تب فرشتے نے مجھے پوری قوت سے اپنے بازوؤں میں لے کر خوب اچھی طرح دبایا اور پھر چھوڑ کر کہا:

''پڑھیئے''

رحمت دو عالم ﷺ فرماتے ہیں، میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''

تب اس نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے اپنے بازوؤں میں خوب اچھی طرح بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا:

''پڑھیئے''

میں نے کہا: ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں''

تب اس نے مجھے تیسری مرتبہ زور سے اپنے بازوؤں میں لے کر خوب اچھی طرح بھینچا اور مجھے چھوڑ کر کہا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③﴾ [1]

''پڑھو! اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔''

رسول کریم ﷺ یہ آیات لئے دھڑکتے دل کے ساتھ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور آپ نے سیدہ سے فرمایا: ''مجھے چادر اوڑھا دو!'' سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چادر اوڑھا دی اور جب آپ کی گھبراہٹ سکون میں تبدیل ہوئی تو آپ نے اپنی رفیقۂ حیات کو تازہ ترین واقعہ کی خبر دی۔ تو حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے یوں جواب دیا:

''ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں ہونے دیگا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ

اٹھاتے ہیں اور بے آسرا لوگوں پر خرچ کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والے مصائب کو برداشت کرنے میں مدد فرماتے ہیں۔''

پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا رحمت دو عالم ﷺ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل خالص عربی النسل اور خاندانی طور پر قریش کے اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتے تھے اور الاغانی کے مصنف کی روایت کے مطابق ورقہ بن نوفل ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی بت پرستی سے کنارہ کشی کر کے دین کا دامن تھاما اور دینی کتب کا مطالعہ کیا اور بتوں کے نام پر ذبح شدہ جانوروں کے گوشت سے بھی دوری اختیار کی۔

ورقہ بن نوفل نے دین کا مطالعہ صرف عربی زبان میں ہی نہیں کیا تھا بلکہ جب انہوں نے محسوس کیا کہ مطالعہ مسیحیت کے لئے صرف عربی زبان کافی ہی نہیں تو پھر انہوں نے عبرانی زبان بھی سیکھی۔ ان کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ورقہ بن نوفل نے زمانہ جاہلیت میں نصرانیت اختیار کر لی تھی اور وہ عبرانی زبان میں لکھنا بھی جانتے تھے اور وہ عبرانی زبان میں انجیل سے جس قدر چاہتے، لکھ لیتے تھے۔''

ورقہ بن نوفل اپنی پختہ رائے، وسیع علم اور انتہائی اخلاص کے ساتھ پہچانے جاتے تھے۔ وہ نزول وحی کے ابتدائی زمانے میں نابینا اور عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ انہیں دین اور دنیا کے بہت سے امور کا علم تھا۔ وہ اب اللہ کی راہ میں استطاعت کے مطابق عمل اور اچھے خاتمے کے علاوہ کسی چیز کی امید نہیں کرتے تھے۔ ان سب باتوں کے پیش نظر سیدہ خدیجہ رسول کریم ﷺ کو ان کے پاس لے گئیں اور ان سے کہنے لگیں:

''اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو!''

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی خود بیتی سنائی تو ورقہ بن نوفل نے کسی انتظار، تردد اور سوچ بچار کے بغیر کہا:

''یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔''

ورقہ بن نوفل نے یہ کلمات ایک پختہ یقین اور سچے مومن کے جذبات کے ساتھ کہے، اور انہیں یہ بات کہنے پر مجبور کرنے والے اسباب یقیناً یہ کہہ رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل سیدنا رسول کریم ﷺ کی عفت والی پاک صاف زندگی سے آگاہ تھے۔ اس کے علاوہ ورقہ بن نوفل کی نظر میں رسول کریم ﷺ دنیا کی جھوٹی اور کھوکھلی عزت کے

حصول سے دور رہنے والے تھے اور اس بات سے بھی بہت دور تھے کہ وہ دنیا کے طالب ہوں۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے نزول وحی کی خبر سنی تو انہیں ایک سچے انسان کی بات میں پوری طرح سچائی کا احساس ہوا اور انہوں نے اس بات میں اس عنصر کو بھی محسوس کیا جو کسی کام کے اچانک ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی خبر میں کوئی منطقی تسلسل یا سوچی سمجھی تدبیر یا خودساختہ عزت کا شائبہ بھی نہ تھا بلکہ فقط معصومیت اور سچائی تھی۔ ورقہ بن نوفل نے جوں ہی قرآن کی پہلی آیت سنی۔ ان کے دل و دماغ نے فوراً گواہی دی کہ یہ کلام آسمان سے نازل شدہ وحی ہے۔ پہلی وحی میں سورہ علق کی یہ پانچ آیات نازل ہوئی تھیں:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥﴾ ر2

''پڑھو (اے نبی ﷺ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

حوالہ جات سبق نمبر 2

ر1 سورۃ العلق: ۱، ۲، ۳

ر2 العلق: ۱-۵

مشق سبق نمبر | 2 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. آقا دو جہان ﷺ کی پیدائش کا واقعہ تحریر کریں؟

....

....

2. ''حلف الفضول'' کیسے کہتے ہیں اور آپ ﷺ کی اس بارے میں کیا رائے تھی؟

....

....

3. آنحضرت ﷺ کی اولاد کی تعداد اور نام تحریر کریں؟

....

....

4. نبوت ملنے قبل آپ ﷺ کون سی عبادت کی کرتے تھے؟

....

....

5. سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات کون سی تھی؟

....

....

6. ورقہ بن نوفل کون تھے؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. والدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر رکھا

☐ محمد ☐ احمد ☐ طٰہٰ ☐ یٰسٓ

2. آپ ﷺ کی عمر تھی کہ آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا

☐ پانچ سال ☐ چھ سال ☐ چار سال ☐ تین سال

3. آپ ﷺ کے ایک تیسرے بیٹے ہیں

☐ قاسم ☐ عبداللہ ☐ ابراہیم ☐ طیب

4. رسول کریم ﷺ یہ آیات لئے دھڑکتے دل کے ساتھ تشریف لائے

☐ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ☐ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ☐ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ☐ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

5. ورقہ بن نوفل نے زمانہ جاہلیت میں اختیار کر لی تھی

☐ یہودیت ☐ نصرانیت ☐ اسلام ☐ بدھ مت

6. تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا

☐ کاغذ کے ذریعے ☐ قلم کے ذریعے ☐ دوات کے ذریعے ☐ خط کے ذریعے

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

	دوسرا کالم
آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو	غیبی اسرار کا ظہور شروع ہوا۔
پہلی وحی میں سورہ علق کی	جنگ (حرب الفجار) میں حصہ لیا
تقریباً ۳۳ برس کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر	جو نبوت اور ولایت کے درمیان تھی۔
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کی محبت میں	پانچ آیات نازل ہوئی تھیں
دوسرے لفظوں میں وہ رکاوٹ دور ہوئی	تین دن تک اپنا دودھ پلایا
ایک دوسرے قبیلہ قیس کے درمیان ہونے والی	از خود رفتہ ہو گئے ہیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. .... سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامان کو تجارت کی غرض سے ملک شام لے کر گئے۔
2. آپ کی اولاد میں حضرت .... کی پیدائش سب سے پہلے ہوئی۔
3. آپ مختصر ترین خوراک کے ساتھ .... میں خلوت نشینی فرماتے۔
4. حق کی راہ میں آنے والے .... کو برداشت کرنے میں مدد فرماتے ہیں۔
5. ''اے میرے چچازاد بھائی اپنے .... کی بات سنو!''
6. پہلی وحی میں سورہ .... کی پانچ آیات نازل ہوئی تھیں۔

خاموش دعوت کی حکمت عملی

نبی اکرم ﷺ کی مکی زندگی کا واضح عنصر آپ کا بے پناہ جذبۂ صبر و استقامت، اولوالعزمی اور اپنے صحیح موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے کی قوت تھی۔ تبلیغِ اسلام اور دعوتِ حق کے بعد مکہ کی اکثریت آپ کے خلاف تھی۔ وہ ہمیشہ آپ کے اور مٹھی بھر مسلمانوں کے درپے آزار رہتے، انھیں تکلیفیں پہنچاتے، ایذائیں دیتے اور دن رات اسلام، پیغمبرِ اسلام اور متبعینِ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے۔

نبی اکرم ﷺ نے کفارِ مکہ کے اس برتاؤ کا جواب صبر و خاموشی اور ہمت و استقامت سے دیا۔ آپ نے دعوتِ حق کے اپنے موقف سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا، حتیٰ کہ آپ کو پورے عرب کی بادشاہت، مال و دولت، حسین ترین عورتوں اور ہر خواہش کی چیز پیش کیے جانے کی پیش کش بھی کی گئی، لیکن آپ نے اس دعوتِ حق کے سامنے ہر کسی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ ﷺ نے ابو طالب کی فہمائش کے جواب میں فرمایا کہ چچا اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند دوسرے میں سورج رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ اس کام سے باز رہو، تو بھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔

تصادم سے گریز اور دعوت و تبلیغ کا تسلسل

آپ ﷺ نے اس صبر آزما اور مخالف ماحول میں اہلِ مکہ کے سامنے اعلیٰ اخلاقی نمونہ پیش کیا۔ گالیوں کا جواب دعاؤں سے، پتھر کا جواب نرم کلامی سے، دل آزاری کا جواب ہمدردی و غم گساری سے دیا۔ آپ نے اس ماحول میں تصادم سے گریز کیا اور حکمت و بصیرت کے ساتھ کام کرتے رہے۔ لوگوں کی بھلائی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ان کو خدائے واحد اور اللہ کے پسندیدہ دین کی طرف بلاتے رہے۔

دعوت وتبلیغ کا جوفرضِ منصبی آپ نے اٹھایا تھا، اس پر پوری دلجمعی، استقامت اور سختی سے قائم رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی دعوت دلوں کے قلعوں کو تسخیر کرتی چلی گئی اور مکہ کی ایک بڑی تعداد نے مخالف ماحول میں بھی اسلام میں کشش محسوس کی۔ جولوگ کل تک آپ کے مشن کے شدید ترین دشمن تھے، وہ آپ کے اخلاق عالیہ اور دعوت حق کی گرمی سے پگھل کر پانی پانی ہوجاتے اور اہل ایمان کے حلقے میں شامل ہوجاتے۔

رسول اللہ ﷺ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے اٹھے۔ آپ کی قوم چونکہ جفا کار تھی۔ بت پرستی اور درگاہ پرستی اس کا دین تھا۔ باپ دادا کی روش اس کی دلیل تھی۔ غرور وتکبر اور حمیت وانکار اس کا اخلاق تھا۔ اس کے علاوہ وہ جزیرۃ العرب میں دینی پیشوائی کے صدر نشین تھے۔ اس کے اصل مرکز پر قابض اور اس کے وجود کے نگہبان تھے۔ اس لیے اس کیفیت کے پیش نظر حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پہل دعوت وتبلیغ کا کام پس پردہ انجام دیا جائے، تاکہ اہل مکہ کے سامنے اچانک ایک ہیجان خیز صورت حال نہ آجائے۔ یہ بالکل فطری بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ان لوگوں پر اسلام پیش کرتے جن سے آپ کا سب سے گہرا ربط وتعلق تھا، یعنی اپنے گھر کے لوگوں اور دوستوں پر۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے انہیں دعوت دی۔ اس طرح آپ نے ابتدا میں اپنی جان پہچان کے ان لوگوں کو حق کی طرف بلایا جن کے چہروں پر آپ بھلائی کے آثار دیکھ چکے تھے اور یہ جان چکے تھے کہ وہ حق اور خیر کو پسند کرتے ہیں، آپ کے صدق وصلاح سے واقف ہیں۔

پھر آپ نے جنہیں اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک ایسی جماعت نے جسے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت، جلالتِ نفس اور سچائی پر شبہ نہ گزرا تھا، آپ کی دعوت قبول کرلی۔ یہ اسلامی تاریخ میں سابقین اولین کے وصف سے مشہور ہیں۔ ان میں سرفہرست آپ کی بیوی اُم المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ بن شراحبیل کلبی رضی اللہ عنہ، آپ کے چچیرے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جوابھی آپ کے زیر کفالت بچے تھے اور آپ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ سب کے سب پہلے ہی دن مسلمان ہوگئے تھے۔ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہوگئے۔ وہ بڑے ہر دلعزیز نرم خُو، پسندیدہ خصال کے حامل بااخلاق اور دریادل تھے، ان کے پاس ان کی مروت، دوراندیشی ،تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگوں کی آمد ورفت لگی رہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پاس آنے والوں اور اٹھنے بیٹھنے والوں میں سے جس کو قابلِ اعتماد پایا اسے اب اسلام کی دعوت دینی شروع کردی۔ ان کی کوشش سے

حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ یہ بزرگ اسلام کا ہراول دستہ تھے۔

ان کے بعد امینِ امت حضرت ابوعبیدہ، عامر بن جراح، ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی، ان کی بیوی ام سلمہ، ارقم بن ابی الارقم مخزومی، عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قدامہ اور عبداللہ، اور عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف، سعید بن زید عدوی، اور ان کی بیوی، یعنی حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب عدویہ، اور خباب بن اَرت تمیمی، جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس، خالد بن سعید بن عاص اموی، ان کی بیوی امینہ بنت خلف، اور ان کے بھائی عمرو بن سعید بن عاص، حاطب بن حارث جمحی، ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل، اور ان کے بھائی حطاب بن حارث، اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار، اور ان کے ایک اور بھائی معمر بن حارث، مطلب بن ازہر زہری اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف، اور نعیم بن عبداللہ بن نحام عدوی رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ یہ سب قبیلہ قریش کے مختلف خاندانوں اور شاخوں سے تعلق رکھتے تھے۔

قریش کے باہر سے جو لوگ پہلے پہل اسلام لائے ان میں سرفہرست یہ ہیں: عبداللہ بن مسعود ہذلی، مسعود بن ربیعہ قاری، عبداللہ بن جحش اسدی، ان کے بھائی احمد بن جحش، بلال بن رباح حبشی، صہیب بن سنان رومی، عمار بن یاسر عنسی، ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ، اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم۔

عورتوں میں مذکورہ عورتوں کے علاوہ جو پہلے پہل اسلام لے آئیں ان کے نام یہ ہیں: اُم ایمن برکۃ حبشیہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی اُم الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث ہلالیہ، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا۔ ر1

یہ سب سابقین اولین کے لقب سے معروف ہیں۔ تلاش وجستجو سے معلوم ہوا ہے کہ جو لوگ اسلام کی طرف سبقت کرنے کے وصف سے موصوف کیے گئے ہیں ان کی تعداد مردوں اور عورتوں کو ملا کر ایک سو تیس تک پہنچ جاتی ہے، لیکن یہ بات پورے تیقن کے ساتھ نہیں معلوم ہو سکی کہ یہ سب کھلی دعوت وتبلیغ سے پہلے اسلام لائے یا بعض لوگ اس سے متاخر بھی ہوئے تھے۔ ادھر سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات کے بعد وحی کی آمد پورے تسلسل اور گرم رفتاری کے ساتھ جاری تھی۔ اس دور میں چھوٹی چھوٹی آیتیں نازل ہو رہی تھیں۔ ان آیتوں کا خاتمہ یکساں قسم کے بڑے پُرکشش الفاظ پر ہوتا تھا اور ان میں بڑی سکون بخش اور جاذب قلب نغمگی ہوتی تھی۔ جو اس پرسکون اور

رقت آمیز فضا کے عین مطابق ہوتی تھی پھر ان آیتوں میں تزکیہ نفس کی خوبیاں اور آلائش دنیا میں لت پت ہونے کی برائیاں بیان کی جاتی تھیں اور جنت وجہنم کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ آیتیں اہل ایمان کو اس وقت کے انسانی معاشرے سے بالکل الگ ایک دوسری ہی فضا کی سیر کراتی تھیں۔

ابتدائی جو کچھ نازل ہوا اسی میں نماز کا حکم بھی تھا۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور اسی طرح آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واقعۂ معراج سے پہلے قطعی طور پر نماز پڑھتے تھے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز پنجگانہ سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے ایک ایک نماز فرض تھی۔

حارث بن اسامہ نے ابن لہیعہ کے طریق سے موصولاً حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ابتدائی جب وحی آئی تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلّو پانی لے کر شرمگاہ پر چھینٹا مارا۔ ابن ماجہ نے بھی اس مفہوم کی حدیث روایت کی ہے۔ براء بن عازب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ (نماز) اولین فرائض میں سے تھی۔ ر2

ابن ہشام کا بیان ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے وقت گھاٹیوں میں چلے جاتے تھے اور اپنی قوم سے چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک بار ابو طالب نے نبی ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ پوچھا اور حقیقت معلوم ہوئی تو کہا کہ اس پر برقرار رہیں۔ ر3

یہ عبادت تھی جس کا اہل ایمان کو حکم دیا گیا تھا۔ اس وقت نماز کے علاوہ اور کسی بات کے حکم کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ وحی کے ذریعے توحید کے مختلف گوشے بیان کیے جاتے تھے، تزکیۂ نفس کی رغبت دلائی جاتی تھی۔ مکارم اخلاق پر ابھارا جاتا تھا۔ ایسے بلیغ وعظ ہوتے تھے جن سے سینے کھل جاتے تھے۔ روحیں آسودہ ہو جاتیں۔

یوں تین برس گزر گئے اور دعوت وتبلیغ کا کام صرف افراد تک محدود رہا۔ مجمعوں اور مجلسوں میں اس کا اعلان نہیں کیا گیا لیکن اس دوران وہ قریش کے اندر خاصی معروف ہوگئی، مکہ میں اسلام کا ذکر پھیل گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا۔

بعض نے کسی کسی وقت نکیر بھی کی اور بعض اہل ایمان پر سختی بھی ہوئی لیکن مجموعی طور پر اس دعوت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے دین سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ نہ ان کے معبودوں کے

بارے میں زبان کھولی تھی۔

حوالہ جات سبق نمبر | 3 |

(1) سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۳۵-۲۶۲
(2) مختصر السیرۃ از شیخ عبداللہ ص ۸۸
(3) ابن ہشام ۱/ ۲۳۷

مشق سبق نمبر | 3 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. آپ ﷺ نے ابوطالب کی فہمائش کے جواب کا کیا جواب دیا؟

....

....

2. آپ ﷺ نے کفار مکہ کی بدزبانی کا جواب کیسے دیا؟

....

....

3. اوّلین ایمان لانے والے کون کون سے صحابہ وصحابیات ہیں؟

....

....

4. قریش کے باہر سے جو لوگ پہلے پہل اسلام لائے وہ کون سے ہیں؟

....

....

5. آپ ﷺ نے نماز کب شروع فرمائی؟

....

....

6. شروع اسلام میں دعوت اسلام کیسے دی جاتی تھی؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

❶ دعوتِ حق کے بعد مکہ کی آپ کے خلاف تھی

☐ آبادی ☐ اکثریت ☐ اقلیت ☐ عورتیں

❷ یہی وجہ تھی کہ آپ کی دعوت دلوں کے قلعوں کو کرتی چلی گئی

☐ تسخیر ☐ تعمیر ☐ تزیین ☐ تنویر

❸ اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہو گئے۔

☐ عمر رضی اللہ عنہ ☐ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ☐ ابوبکر رضی اللہ عنہ ☐ علی رضی اللہ عنہ

❹ ان کی تعداد مردوں اور عورتوں کو ملا کر تک پہنچ جاتی ہے

☐ ایک سو بیس ☐ ایک سو دس ☐ ایک سو پانچ ☐ ایک سو تیس

❺ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ اولین فرائض میں سے تھی۔

☐ (زکوۃ) ☐ (فدیہ) ☐ (نماز) ☐ (ذکر)

❻ مکہ میں کا ذکر پھیل گیا

☐ ایمان ☐ کلمہ ☐ نماز ☐ اسلام

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
لیکن آپ نے اس دعوت حق کے سامنے	پس پردہ انجام دیا جائے
یہ سب قبیلہ قریش کے مختلف خاندانوں	گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔
اور جنت وجہنم کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ	ہر کسی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرادیا
ان کو خدائے واحد اور اللہ کے	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
آپ کے چچیرے بھائی	پسندیدہ دین کی طرف بلاتے رہے۔
پہلے پہل دعوت وتبلیغ کا کام	اور شاخوں سے تعلق رکھتے تھے۔

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. اور دن رات اسلام، پیغمبر اسلام اور متبعینِ اسلام کے خلاف ....کرتے۔
2. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ماحول میں ....سے گریز کیا
3. ....اور درگاہ پرستی اس کا دین تھا
4. چنانچہ آپ نے سب سے پہلے انہیں ....دی
5. یہ بزرگ اسلام کا..........دستہ تھے۔
6. اور..........و..........کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہیں۔

کھلی دعوت کے سلسلے

جب مومنین کی ایک جماعت اخوت وتعاون کی بنیاد پر قائم ہوگئی۔ جو اللہ کا پیغام پہنچانے اور اس کو اس کا مقام دلانے کا بوجھ اٹھا سکتی تھی تو وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو مکلف کیا گیا کہ اپنی قوم کو کھلم کھلا دعوت دیں اور ان کے باطل کا خوبصورتی کے ساتھ رد کریں۔

اس بارے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [1]

آپ اپنے نزدیک ترین قرابتداروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیے۔

یہ سورۂ شعراء کی آیت ہے اور اس سورت میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا آغاز ہوا۔ پھر آخر میں انہوں نے بنی اسرائیل سمیت ہجرت کر کے فرعون اور قوم فرعون سے نجات پائی اور فرعون وآل فرعون کو غرق کیا گیا۔ بلفظ دیگر یہ تذکرہ ان تمام مراحل پر مشتمل ہے جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور قوم فرعون کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہوئے گزرے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم کے اندر کھل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس موقعے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی یہ تفصیل اس لیے بیان کر دی گئی تا کہ کھلم کھلا دعوت دینے کے بعد جس طرح کی تکذیب اور ظلم و زیادتی سے سابقہ آنے والا تھا اس کا ایک نمونہ آپ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے موجود رہے۔

دوسری طرف اس سورت میں پیغمبروں کو جھٹلانے والی اقوام مثلاً: فرعون اور قومِ فرعون کے علاوہ قومِ نوح، عاد، ثمود قومِ ابراہیم، قومِ لوط اور اصحاب الأیکہ کے انجام کا بھی ذکر ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو جھٹلائیں انہیں معلوم ہو جائے کہ تکذیب پر اصرار کی صورت میں ان کا انجام کیا ہونے والا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قسم کے مؤاخذے سے دوچار ہوں گے، نیز اہل ایمان کو معلوم ہو جائے کہ اچھا انجام انہیں کا ہوگا، جھٹلانے والوں کا نہیں۔

قرابت داروں میں تبلیغ:

بہرحال اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ بنی ہاشم کو جمع کیا ان کے ساتھ بنی مطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی۔ کل پینتالیس آدمی تھے لیکن ابولہب نے بات لپک لی اور بولا: دیکھو یہ تمہارے چچا اور چچیرے بھائی ہیں، بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو اور یہ سمجھ لو کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں کہ تمہیں پکڑ لوں۔ پس تمہارے لیے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہوگا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں اور بقیہ عرب بھی ان کی مدد کریں۔ پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لیے تم سے بڑھ کر شر (اور تباہی) کا باعث ہوگا۔ اس پر نبی ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی۔ اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ کی۔ اس کے بعد آپ نے انہیں دوبارہ جمع کیا اور ارشاد فرمایا:

ساری حمد اللہ کے لیے ہے، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد چاہتا ہوں۔ اس پر ایمان رکھتا ہوں، اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، پھر آپ نے فرمایا: رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول (فرستادہ) ہوں۔ واللہ! تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہوگے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ہے یا ہمیشہ کے لیے جہنم۔

اس پر ابو طالب نے کہا (نہ پوچھو) ہمیں تمہاری معاونت کس قدر پسند ہے۔ تمہاری نصیحت کس قدر قابلِ قبول ہے اور ہم تمہاری بات کس قدر سچی جانتے اور مانتے ہیں اور یہ تمہارے والد کا خانوادہ جمع ہے اور میں بھی ان کا ایک

فرد ہوں، فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری پسند کی تکمیل کے لیے ان سب سے پیش پیش ہوں۔ لہٰذا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔ واللہ! میں تمہاری مسلسل حفاظت واعانت کرتا رہوں گا۔ البتہ میری طبیعت عبد المطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابولہب نے کہا: یہ اللہ کی قسم! برائی ہے۔ اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑ لو۔ اس پر ابوطالب نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک جان میں جان ہے، ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

کھلی تبلیغ کا دوسرا حکم

اس آواز کی گونج ابھی مکے کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوا:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ﴾ 2

''آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے اسے کھول کر بیان کر دیجیے اور مشرکین سے رخ پھیر لیجئے۔''

چنانچہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے مجمعوں اور ان کی محفلوں میں کھلے عام دعوت دینی شروع کر دی۔ آپ لوگوں پر اللہ کی کتاب تلاوت کرتے اور ان سے وہی فرماتے جو پچھلے پیغمبروں نے اپنی قوموں سے فرمایا تھا کہ

﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ 3

''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں۔''

اس کے ساتھ آپ نے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے، دن دھاڑے مجمع عام کے روبرو اللہ کی عبادت بھی شروع کر دی۔ آپ کی دعوت کو مزید قبولیت حاصل ہوئی اور لوگ اللہ کے دین میں اکا دکا داخل ہوتے گئے۔ پھر جو اسلام لاتا اس میں اور اس کے گھر والوں میں بغض، دوری اور اختلاف کھڑا ہو جاتا۔ قریش اس صورتِ حال سے تنگ ہو رہے تھے اور جو کچھ ان کی نگاہوں کے سامنے آرہا تھا انہیں ناگوار محسوس ہو رہا تھا۔

حجاج کو روکنے کے لیے مجلس شوریٰ:

ان ہی دنوں قریش کے سامنے ایک اور مشکل آن کھڑی ہوئی، یعنی ابھی کھُلم کھلا تبلیغ پر چند ہی مہینے گزرے تھے کہ موسم حج قریب آگیا۔ قریش کو معلوم تھا کہ اب عرب کے وفود کی آمد شروع ہوگی۔ اس لیے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ نبی ﷺ کے متعلق کوئی ایسی بات کہیں کہ جس کی وجہ سے اہل عرب کے دلوں پر آپ کی تبلیغ کا اثر نہ ہو۔ چنانچہ وہ

اس بات پر گفت وشنید کے لیے ولید بن مغیرہ کے پاس اکٹھے ہوئے۔

ولید نے کہا: اس بارے میں تم سب لوگ ایک رائے اختیار کرلوتم میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ خود تمہارا ہی ایک آدمی دوسرے آدمی کی تکذیب کردے اور ایک کی بات دوسرے کی بات کاٹ دے۔ لوگوں نے کہا: آپ ہی کہئے۔ اس نے کہا: نہیں تم لوگ کہو، میں سنوں گا۔ اس پر چندلوگوں نے کہا: ہم کہیں گے وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا: نہیں واللہ! وہ کاہن نہیں ہے، ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ اس شخص کے اندر نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے۔ نہ ان کے جیسی قافیہ گوئی اور تک بندی۔

اس پر لوگوں نے کہا: تب ہم کہیں گے کہ وہ پاگل ہے۔ ولید نے کہا: نہیں، وہ پاگل بھی نہیں، ہم نے پاگل بھی دیکھا ہے اور اس کی کیفیت بھی۔ اس شخص کے اندر نہ پاگلوں جیسی دَم گھٹنے کی کیفیت اور الٹی سیدھی حرکتیں ہیں۔ اور نہ ان کے جیسی بہکی بہکی باتیں۔ لوگوں نے کہا: تب ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا: وہ شاعر بھی نہیں۔ ہمیں رَجز، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط سارے ہی اصنافِ سخن معلوم ہیں۔ اس کی بات بہر حال شعر نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا: تب ہم کہیں کہ وہ جادوگر ہے۔ ولید نے کہا یہ شخص جادوگر بھی نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کا جادو بھی دیکھا ہے، یہ شخص نہ تو ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے نہ گرہ لگاتا ہے۔

لوگوں نے کہا: تب ہم کیا کہیں گے؟ ولید نے کہا: اللہ کی قسم! اس کی بات بڑی شیریں ہے۔ اس کی جڑ پائیدار ہے اور اس کی شاخ پھلدار۔ تم جو بات بھی کہو گے لوگ اسے باطل سمجھیں گے۔ البتہ اس کے بارے میں سب سے مناسب بات یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جادوگر ہے۔ اس نے ایسا کلام پیش کیا ہے جو جادو ہے۔ اس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر بیوی اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے بالآخر لوگ اسی تجویز پر متفق ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔ (4)

بعض روایات میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے کہ جب ولید نے لوگوں کی ساری تجویزیں رد کر دیں تو لوگوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اپنی بے دماغ رائے پیش کیجیے۔ اس پر ولید نے کہا: ذرا سوچ لینے دو۔ اس کے بعد وہ سوچتا رہا سوچتا رہا یہاں تک کہ اپنی مذکورہ بالا رائے ظاہر کی۔ (5)

اسی معاملے میں ولید کے متعلق سورۂ مدثر کی سولہ آیات (۱۱ تا ۲۶) نازل ہوئیں۔ جن میں سے چند آیات کے اندر اس کے سوچنے کی کیفیت کا نقشہ بھی کھینچا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (١٨) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (١٩) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (٢٠) ثُمَّ نَظَرَ (٢١) ثُمَّ عَبَسَ

﴿وَبَسَرَ (۲۲) ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (۲۳) فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ (۲۴) إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۲۵)﴾ ر6

''اس نے سوچا اور اندازہ لگایا۔ وہ غارت ہو۔ اس نے کیسا اندازہ لگایا۔ پھر غارت ہو اس نے کیا اندازہ لگایا پھر نظر دوڑائی، پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بسورا۔ پھر پلٹا اور تکبر کیا۔ آخر کار کہا کہ یہ نرالا جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آرہا ہے۔ یہ محض انسان کا کلام ہے۔''

اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم وستم

4 نبوت میں اسلامی دعوت کے منظر عام پر آنے کے بعد مشرکین نے اس کے خاتمے کے لیے سابقہ کارروائیاں رفتہ رفتہ انجام دیں۔ مہینوں اس سے آگے قدم نہیں بڑھایا اور ظلم وزیادتی شروع نہیں کی لیکن جب دیکھا کہ یہ تدبیریں اسلامی دعوت کو ناکام بنانے میں موثر نہیں ہورہی ہیں تو باہمی مشورے سے طے کیا کہ مسلمانوں کو سزائیں دے دے کر ان کو ان کے دین سے باز رکھا جائے۔ اس کے بعد سردار نے اپنے قبیلے کے ماتحت لوگوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے۔ سزائیں دینی شروع کیں اور ہر مالک اپنے ایمان لانے والے غلاموں پر ٹوٹ پڑا اور یہ بات تو بالکل فطری تھی کہ دم چھلے اور اوباش اپنے سرداروں کے پیچھے دوڑیں اور ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق حرکت کریں، چنانچہ مسلمانوں اور بالخصوص کمزوروں پر ایسے ایسے مصائب توڑے گئے اور انہیں ایسی ایسی سزائیں دی گئیں جنہیں سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل پھٹ جاتا ہے۔ ذیل میں محض ایک جھلک دی جارہی ہے۔ ابوجہل جب کسی معزز اور طاقتور آدمی کے مسلمان ہونے کی خبر سنتا تو اسے برا بھلا کہتا۔ ذلیل ورسوا کرتا اور مال کو سخت خسارے سے دوچار کرنے کی دھمکیاں دیتا اور اگر کوئی کمزور آدمی مسلمان ہوتا تو اسے خود بھی مارتا اور دوسروں کو بھی برانگیختہ کرتا۔ ر7

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتا۔ ر8

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی ماں کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو ان کا دانہ پانی بند کر دیا اور گھر سے نکال دیا، یہ بڑے نازونعمت میں پلے تھے۔ شدت سے دوچار ہوئے تو کھال اس طرح ادھڑ گئی جیسے سانپ کچلی چھوڑتا ہے۔ ر9

حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے۔ امیہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کردیتا اور وہ انہیں مکہ کے پہاڑوں میں گھماتے اور کھینچتے پھرتے۔ یہاں تک کہ گردن پر رسی کا نشان پڑ جاتا۔ پھر بھی اُحد

اُحد کہتے رہتے۔ خود بھی انہیں باندھ کر ڈنڈے مارتا، اور چلچلاتی دھوپ میں جبراً بٹھائے رکھتا۔ کھانا پانی بھی نہ دیتا، بلکہ بھوکا پیاسا رکھتا اور ان سب سے بڑھ کر یہ ظلم کرتا کہ جب دوپہر کی گرمی شباب پر ہوتی تو مکہ کے پتھریلے کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھوا دیتا۔ پھر کہتا: واللہ! تو اسی طرح پڑا رہے گا یہاں تک کہ مر جائے یا محمد کے ساتھ کفر کرے اور لات وعزیٰ کی پوجا کرے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی کہتے: اُحد، اُحد اور فرماتے: اگر مجھے کوئی ایسا کلمہ معلوم ہوتا جو تمہیں اس سے بھی زیادہ ناگوار ہوتا تو میں اسے کہتا۔ ایک روز یہی کاروائی جاری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک کالے غلام کے بدلے اور کہا جاتا ہے کہ دوسو درہم (۵۳۷ گرام چاندی) یا دوسو اسی درہم (ایک کلو سے زائد چاندی) کے بدلے خرید کر آزاد کر دیا۔ 10

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بنومخزوم کے غلام تھے۔ انہوں نے اور ان کے والدین نے اسلام قبول کیا تو ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مشرکین، جن میں ابوجہل پیش پیش تھا۔ سخت دھوپ کے وقت پتھریلی زمین پر لے جا کر اس کی تپش سے سزا دیتے۔ ایک بار انہیں اسی طرح سزا دی جارہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا: آل یاسر! صبر کرنا۔ تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔ آخر کار یاسر ظلم کی تاب نہ لا کر وفات پا گئے اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ ابوجہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مارا اور وہ دم توڑ گئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہیدہ ہیں۔ ان کے والد کا نام خیاط تھا اور یہ ابوحذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی لونڈی تھیں۔ بہت بوڑھی اور ضعیف تھیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر سختی کا سلسلہ جاری رہا۔ انہیں کبھی دھوپ میں تپایا جاتا تو کبھی ان کے سینے پر سرخ پتھر رکھ دیا جاتا اور کبھی پانی میں ڈبویا جاتا یہاں تک کہ وہ ہوش حواس کھو بیٹھتے۔ ان سے مشرکین کہتے تھے کہ جب تک تم محمد کو گالی نہ دو گے، یا لات وعزیٰ کے بارے میں کلمۂ خیر نہ کہو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ مجبوراً انہوں نے مشرکین کی بات مان لی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے اور معذرت کرتے ہوئے تشریف لائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ 11

جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا (اس پر اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے) لیکن جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ (اس پر کوئی گرفت نہیں) 12

حوالہ جات سبق نمبر | 4 |

(1) الشعراء:۲۱۴

(2) الحجر:۱۵

(3) الاعراف:۵۹

(4) ابن ہشام۱/۲۷۱)

(5) المستدرک الحاکم۲/۳٦۱

(6) المدثر:۱۸۔۲۴

(7) رحمۃ للعالمین۱/۵۷

(8) اسد الغابہ۴/۴۰٦

(9) الاصابہ۳،۴/۲۵۵

(10) ابن ہشام۱/۳۱۷،۳۱۸

(11) النحل:۱۰٦)

(12) ابن ہشام۱/۳۱۹،۳۲۰

مشق سبق نمبر | 4 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. آپ ﷺ کی تبلیغ میں تسلی دینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کیوں بیان کیا گیا؟

....

....

2. وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ والی نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے کیا عمل کیا؟

....

....

3. حضور ﷺ نے جب اپنے قرابت داروں کو دعوت دی تو ابولہب نے کیا کہا تھا؟

....

....

4. قریش نے حاجیوں کو روکنے کے لئے کیا پلاننگ کی؟

....

....

5. ابوجہل ایمان لانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا؟

....

....

6. حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی وجہ سے ان کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. اس سورت میں سب سے پہلے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے

☐ حضرت موسیٰ علیہ السلام ☐ حضرت ابراہیم علیہ السلام ☐ حضرت لوط علیہ السلام ☐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

2. پس تمہارے لیے تمہارے باپ ہی کافی ہے

☐ کا رشتہ ☐ کا واسطہ ☐ کا خانوادہ ☐ کا قرب

3. البتہ میری طبیعت دین چھوڑنے پر راضی نہیں۔

☐ بنو ہاشم کا ☐ بنو عباس کا ☐ بنو امیہ کا ☐ عبدالمطلب کا

4. اور لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوتے گئے۔

☐ سب کے سب ☐ اکا دکا ☐ جماعت در جماعت ☐ گروہ در گروہ

5. تم جو بات بھی کہو گے لوگ اسے سمجھیں گے۔

☐ حق ☐ ناحق ☐ باطل ☐ جھوٹ

6. حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر دیتا۔

☐ مار ☐ دھکا دیتا ☐ پیار کرتا ☐ دھواں

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
رسول اللہ ﷺ کو مکلف کیا گیا کہ	سارے ہی اصنافِ سخن معلوم ہیں۔
ابو طالب نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک جان میں	اپنی قوم کو کھلم کھلا دعوت دیں
یہ اسلام میں پہلی شہیدہ ہیں۔	جان ہے، ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔
دن دھاڑے مجمعِ عام کے روبرو	بھی مارتا اور دوسروں کو بھی برانگیختہ کرتا۔
اگر کوئی کمزور آدمی مسلمان ہوتا تو اسے خود	ان کے والد کا نام خیاط تھا
ہمیں رَجز، ہجز، قریض، مقبوض، مبسوط	اللہ کی عبادت بھی شروع کر دی۔

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجیے۔

1. یہاں تک کہ وہ..........کھو بیٹھتے۔
2. آپ ﷺ نے فرمایا:..........! صبر کرنا۔
3. حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی کہتے:..........۔
4. آخر کار کہا کہ یہ نرالا.......... ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آ رہا ہے۔
5. اس شخص کے اندر نہ کاہنوں جیسی.......... ہے۔ نہ ان کے جیسی قافیہ گوئی اور تک بندی۔
6. اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لیے.......... ہے یا ہمیشہ کے لیے..........۔

ہجرت حبشہ

ہجرت کے لفظی معنی چھوڑنا ہے۔ جولوگ دینی یا دینوی مقصد کے لیے اپنا شہر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں ان کو مہاجر کہا جاتا ہے۔ نبوت کے چوتھے سال کے درمیان جب مکہ میں مسلمانوں پر ظلم وستم کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمان محفوظ علاقوں کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ ابتدا میں یہ عمل معمولی تھا، لیکن یہ روز بروز بڑھتا گیا اور نبوت کے پانچویں سال کے درمیان میں ظلم وستم کا یہ سلسلہ اس حد تک پہنچ گیا کہ مسلمانوں کے لیے مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔

مسلمان دن بدن مشرکین کے عتاب کا نشانہ بنتے اور کمزور ہوتے جارہے تھے، ظلم کا پہاڑ اس بے دردی کے ساتھ توڑا جارہا تھا کہ خود ظلم کو شرم آجائے، مرد تو مرد باندیاں اور عزت دار خواتین بھی محفوظ نہ تھیں، باپ، بیٹے اور آقا و غلام غرض ہر رشتہ خون آلود اور زخم آلود ہو چکا تھا، حضور اکرم ﷺ یہ سب دیکھ کر بہت افسوس کرتے، لیکن کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا، آپ دور دراز کوہ صفا پر موجود ارقم بن ابی الارقم مخزومی کے گھر ''دار ارقم'' میں اپنے اصحاب کو جمع فرماتے اور انہیں تسلی وتسکین کرتے تھے، یہ سن پانچ نبوی کی بات ہے۔ [1]

اہل مکہ اب حد سے زیادہ بڑھ رہے تھے، اور آپ ﷺ کی بے چینی بھی بڑھ رہی تھی، انہی سنگین حالات میں کفار سے مجادلہ بھی جاری تھی، سوال وجواب بھی ہو رہے تھے، ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا، جس کی وجہ سے سورہ کہف نازل ہوئی، یہ سورہ اپنے آپ میں بہت سے اشارات وحکمت رکھتی تھی، اور مسلمانوں کیلیے بڑی تسلی کا ذریعہ تھی۔ اس سورہ کے اندر اصحاب کہف کا تذکرہ ہے، یعنی وہ چند نوجوان جنہوں

نے دین الٰہی کیلئے حاکم وقت کی بغاوت مول لی، اس کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محض اپنے دین کی خاطر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے جہاں اللہ نے انہیں رہتی دنیا تک ایک معجزہ بنا دیا، اور ان کا ذکر بلند کر دیا، تو وہیں اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ہے جو اپنے آپ میں بہت معنویت رکھتا ہے، اور بہت سے دروس و اسباق کا مجموعہ ہے، پھر ذوالقرنین کا بیان ہے، جو نیک دل اور نیک جان کے ساتھ خدام، محبوب بندہ اور یاجوج ماجوج کیلئے قیامت تھا، ان سب کے اندر خدا کی عظمت، اس کی راہ میں ڈٹ جانے اور ساتھ زمین کی وسعتوں کا تذکرہ ہے، یہی وہ نقطہ تھا جس کی بنا پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ صحابہ کرام کیلئے کسی محفوظ اور پر امن جگہ کی فکر کی جائے اور انہیں وہاں ہجرت کرنے اجازت ہو، جہاں وہ اسلام کی اتباع بھی کر سکیں اور اس تبلیغ و اشاعت بھی امن و شانتی کے ساتھ انجام دے سکیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''اصحمہ'' نجاشی شاہ حبش کے بارے میں خبر ملی، اور یہ معلوم ہوا کہ وہ امن پسند اور حقیقت پسند بادشاہ ہے، اس کی رعیت میں ظلم و جور سے کام نہیں لیا جاتا، حقوق نہیں مارے جاتے اور نا نہیں کسی پر ناحق ستم کیا جاتا ہے، اور کہ وہ ایک عدل پسند حکم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ فتنوں سے حفاظت اور دین کے تحفظ کیلئے حبشہ ہجرت کر جائیں، اس کے بعد ایک منصوبہ کے تحت سن پانچ نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ہجرت کی، جس میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں اور جس کے امیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں، تاریخ میں یہ پہلا گروہ تھا جس نے اللہ کے راستہ میں ہجرت کی، یہ سب رات کی تاریکی میں راونہ ہوئے، رخ بحر احمر کی بندرگاہ شعیبہ کی جانب تھا، خوش بختی یہ رہی کہ وہاں دو تجارتی کشتیاں موجود تھیں، جو انہیں اپنے دامن عافیت میں لے کر حبشہ چلی گئیں، اور قریش کو معلوم ہوتے ہوتے اتنی دیر ہوگئی کہ ان کا تعاقب بھی نہ کر سکے۔ 2

قریش کو اس بات پر قلق تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت سکون پا گئی اور ان کے شرور سے محفوظ ہوگئی، اس بے چینی کا اثر یہ ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں پر مزید ظلم شروع کر دئے، ہر ستم دو آتشہ ہوگئی، فرد و خاندان ہر ایک کو ستایا گیا، ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا؛ لیکن اب یہ ہجرت آسان نہ تھی، کیونکہ کفار تیار تھے، مسلمانوں کو ہر طرح روکنے اور انہیں تشدد کی بھٹی میں جھونکنے کیلئے بیتاب تھے، لیکن اللہ کی نصرت کے آگے کس کی چلی ہے، اس دفعہ مسلمانوں نے بھی خوب تیاری کی اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ہجرت

کر گئے، اللہ نے سفر آسان کر دیا اور ہر صورت میں حبشہ پہنچ گئے، ادھر قریش ہاتھ ملتی رہ گئی، اس مرتبہ کل ۸۲ یا ۸۳ مردوں نے ہجرت کی اور ۱۸ یا ۱۹ عورتیں شامل تھیں۔

اس حادثہ نے مشرکین مکہ کی بے اطمینانی اور بڑھادی، ان سے کسی پل مسلمانوں کا سکون ہضم نہ ہوتا تھا، اور ہر حال میں اس امن کو فساد میں بدل دینا چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تیار کیا، یہ دونوں اپنی قوم کے بزرگ اور جربہ کار افراد تھے، کئی درباروں میں جاچکے تھے، غیر ملکی اسفار کا تجربہ اور ساتھ سیاست وسوجھ بوجھ میں بہت اعلی مقام رکھتے تھے، انہوں نے نجاشی اور اسکے درباریوں کیلئے بڑی کشادگی کے ساتھ تحفہ تحائف بھی لے گئے، جس سے انہیں لبھانے اور اپنے مطلوب میں مدد مانگنے کیلئے استعمال کیا جاتا تھا، اور مقصد یہ تھا کہ کسی بھی صورت میں مسلمانوں کو واپس لانا ہے اور انہیں بے یارو مددگار کر دینا ہے، انہوں وہاں پہنچ کر اپنی بساط بچھائی ارپھر بادشاہ کے سامنے اپنا مدعی پیش کیا اور کہا: کہ ہماری قوم کے کچھ نوجوان اپنے ہی لوگوں سے اوران کے دین سے بغاوت کر کے آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں، وہ نہ آپ کا دین مانتے ہیں اور نا ہی ہمارے آباء واجداد کا بلکہ وہ تو نیا دین لے کر آئے ہیں، ایسے میں بادشاہ نے مسلمانوں کو بلوایا اور ان سے صورت حال دریافت کی اور اپنے کسی ایک رہبر کو بات کرنے کی اجازت دی، اس وقت حضرت جعفر ؓ نے اسلام کا تعارف اور اپنی کیفیت پرسوز ودل گداز انداز میں بتلائی، فرمایا:

''اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے تھے، ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے تھے، اور ہم میں سے طاقت ور کمزور کو کھا رہا تھا، ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ اس کی عالی نسبی، سچائی، امانت اور پاکدامنی ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں، اور اسکے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، انہیں چھوڑ دیں۔

اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتوں کو جوڑنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری وخون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا، اور فواحش میں ملوث ہونے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز، روزہ اور زکاۃ کا حکم دیا......

اسی طرح حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی اور خوبیاں گنوائی اور پھر کہا: ہم نے اس پیغمبر کو سچا مانا، اس پر ایمان لائے، اور اسکے لائے ہوئے دین خداوندی میں اس کی پیروی کی؛ چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور جن باتوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا انہیں حرام مانا، اور جن کو حلال بتایا انہیں حلال مانا۔ اس پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی۔ اس نے ہم پر ظلم وستم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کیلئے فتنے اور سزاؤں سے دوچار کیا؛ تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف لوٹ جائیں، اور جن گندی چیزوں کو حلال سمجھتے تھے، انہیں پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر وظلم کیا، زمین تنگ کردی اور ہمارے درمیان اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہوگئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی، اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا اور یہ امید کی اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ (3)

اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات بڑے تاثر کے ساتھ سنائی، پورا مجمع متاثر تھا، خود نجاشی روتا تھا اور آپ کی داڑھی بھی تر ہوگئی تھی، نجاشی بے ساختہ بول اٹھا کہ یہ وہی کلام ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیکر آئے تھے۔ قریش کے قاصدین نے یہ دیکھ کر گھبرائے اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ معاملہ ہاتھ سے نکل رہا ہے، چونکہ نجاشی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معتقد تھا، ایسے میں انہوں نے غور وخوض کے بعد یہ اعتراض کیا مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی بات کہتے ہیں، ان کا وہ عقیدہ (تثلیث) نہیں جو آپ کا ہے۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ وہ حضرت عیسی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ مرحلہ بہت ہی نازک تھا، اس سوال کے جواب پر سب کی نگاہیں ٹکی ہوئی تھیں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم عیسی علیہ السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں، جو ہمارے نبی لے آئے، یعنی حضرت عیسی اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں، جسے اللہ نے کنواری پاکدامن حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا تھا''۔

اس جواب پر نجاشی نے زمین سے ایک تنکہ اٹھایا اور بولا: خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے، حضرت عیسی علیہ السلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی بڑھ نہ تھے۔ اس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: جاو! تم میری حکومت میں امن وامان سے رہو۔ جو تمہیں گالی دے گا، اس پر تاوان لگایا جائے گا۔ مجھے گوارا نہیں کہ تم میں سے کسی آدمی کو ستاؤں اور اس کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔ پھر نجاشی نے اپنے درباریوں کو متوجہ کر کے کہا: ان دونوں کو ان کے ہدیئے واپس کردو، مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں، خدا کی قسم! اللہ تعالی نے مجھے میرا ملک واپس کیا تو مجھ

سے کوئی رشوت نہ لی تھی کہ میں اس کی راہ میں رشوت لوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح مسلمانوں کو امن فراہم کیا اور ایک طویل آزمائش کے بعد مسلمانوں کی اس جماعت نے چین کی سانس لی، اور قریش کے قاصدین خالی ہاتھ لوٹ آئے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، کہتی ہیں: اس کے بعد وہ دونوں اپنے ہدیئے تحفے لئے بے آبرو ہوکر واپس چلے گئے اور ہم نجاشی کے پاس ایک اچھے ملک میں ایک اچھے پڑوسی کے زیر سایہ مقیم رہے۔

حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

جس سال پہلی ہجرت حبشہ ہوئی، اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی ﷺ نے خانہ کعبہ میں قریش کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے سورۂ نجم کی تلاوت شروع کردی۔ اور ان کے کانوں میں ایک انتہائی خوب صورت اور عظمت لیے ہوئے کلام الٰہی کی آواز پڑی تو انھیں ہوش نہ رہا۔

جب نبی ﷺ نے 'فاسجدوا لله واعبدوا' (اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو) والی آیت تلاوت کی اور اس کے ساتھ سجدہ فرمایا تو ان کفار میں سے کسی کو اپنے آپ پر قابو نہ رہا اور سب کے سب سجدے میں گر پڑے۔ اس واقعہ کی خبر حبشہ کے مہاجرین کو ہوئی، لیکن اس کی اصل صورت حال سے وہ بے خبر رہے اور یہ سمجھے کہ شاید قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے شوال کے مہینے میں مکہ واپسی کی راہ لی۔ لیکن جب مکہ سے ایک دن سے بھی کم فاصلے پر پہنچے تو انھیں حقیقت کا پتا چلا۔ چنانچہ کچھ لوگ تو حبشہ واپس چلے گئے اور کچھ چھپ چھپا کر مکہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد مہاجرین پر خصوصاً اور مسلمانوں پر عموماً قریش کا ظلم وستم اور بڑھ گیا۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر حبشہ ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ اس دفعہ کل 82 یا 83 مردوں اور 18 یا 20 عورتوں نے ہجرت کی۔

حوالہ جات سبق نمبر | 5 |

(1) ابن ہشام: ۱/ ۳۶۳
(2) رحمۃ للعالمین: ۶۱۱۔ زاد المعاد: ۱/ ۲۴
(3) ابن ہشام ملخصا: ۱، ۳۳۴ تا ۳۳۸

مشق سبق نمبر | 5 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مہاجر کس کو کہتے ہیں اور پہلی ہجرت کب ہوئی؟

....

....

2. اصحاب کہف کیا قصہ تھا؟

....

....

3. حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کرنے والوں تعداد کتنی تھی اور ان کا سردار کون تھے؟

....

....

4. مشرکین نے شاہ حبشہ کو کیا کہا تھا؟

....

....

5. حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نجاشی کے دربار میں کون سی آیات تلاوت کی تھیں اور اس کا کیا اثر ہوا؟

....

....

6. نجاشی نے مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. چنانچہ انھوں نے کے مہینے میں مکہ واپسی کی راہ لی

☐ محرم ☐ رمضان ☐ ربیع الاول ☐ شوال

2. قریش کے ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے سورۂ کی تلاوت شروع کردی

☐ قریش ☐ نصر ☐ نجم ☐ کوثر

3. اس جواب پر نجاشی نے زمین سے ایک اٹھایا

☐ ڈھیلا ☐ تنکہ ☐ کاغذ ☐ لفافہ

4. اے! ہم جہالت میں مبتلا تھے

☐ سردار ☐ وزیر ☐ چوہدری ☐ بادشاہ

5. آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت بھی ساتھ تھیں

☐ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ☐ فاطمہ رضی اللہ عنہا ☐ رقیہ رضی اللہ عنہا ☐ زینب رضی اللہ عنہا

6. اس سورہ کے اندر اصحاب کا تذکرہ ہے

☐ کہف ☐ مدینہ ☐ ثور ☐ بدر

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
چنانچہ انھوں نے شوال کے مہینے	میں مکہ واپسی کی راہ لی
اور قریش کے قاصدین	ہم صرف اللہ کی عبادت کریں
اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ	خالی ہاتھ لوٹ آئے
مرد تو مرد باندیاں اور عزت دار خواتین	ایک جماعت نے ہجرت کی
پانچ نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی	اصحاب کہف کا تذکرہ ہے
اس سورہ کے اندر	بھی محفوظ نہ تھیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. مسلمانوں کے لیے............ میں رہنا مشکل ہو گیا۔
2. .... میں اپنے اصحاب کو جمع فرماتے۔
3. جہاں اللہ نے انہیں رہتی دنیا تک ایک............ بنا دیا
4. سن............ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ہجرت کی ،۔
5. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر ہجرت............ کا مشورہ دیا۔
6. اسی طرح حضرت............ نے اسلام کی اور خوبیاں گنوائی

اسلام حمزہ رضی اللہ عنہ

یہ نبوت کے چھٹے سال کا واقعہ ہے کہ ایک دن حضور رحمت عالم ﷺ صفا کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے کہ ابوجہل کا اُدھر سے گذر ہوا، جب اس نے حضور کو دیکھا تو اس کے سینے میں بغض وعناد کا جو لاوا سلگتا رہتا تھا وہ پھٹ پڑا، اور آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں، مگر آپ ﷺ نے اس کی بیہودہ گوئی کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور اس کی طرف بالکل ہی توجہ نہ دی اس پر وہ اور زیادہ غصے میں آ گیا، اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا، اس نے اس سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کا جسم اطہر خون سے لہولہان ہو گیا، مگر آپ صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ دل کا غبار نکال کر ابوجہل اِتراتا ہوا اپنے مداحوں کی اُس محفل میں جا بیٹھا جو صحن حرم میں اس کے قبیلے کے لوگوں نے منعقد کی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ بھی خاموشی کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور کے چچا تھے اور آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، مگر ابھی تک وہ شرک پر قائم تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ صبح کو تیر و کمان لے کر جنگل کی طرف نکل جاتے اور دن بھر شکار کرتے اور شکار کی تلاش میں مصروف رہتے، شام کو جب شکار کر کے واپس آتے تو سب سے پہلے حرم شریف میں جاتے، خانہ کعبہ کا طواف کرتے، پھر صحن حرم میں قریش کے سرداروں کی محفلوں میں جاتے، سب سے علیک سلیک کرتے، مزاج پُرسی کرتے پھر اپنے گھر جاتے۔

اس دن بھی آپ اپنے معمول کے مطابق شام کو شکار کر کے واپس لوٹ رہے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی ایک کنیز جس نے ابوجہل کے ظلم وستم کا دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی۔اے ابوعمارہ، آج ابوجہل نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا کہ پہلے گالیاں دیتا رہا، جب حضور نے خاموشی اختیار کئے رکھی تو ان کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کو خون سے لہولہان کر دیا۔

یہ سن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی، غصہ سے آگ بگولہ ہوکر ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھے، آج ان کی کیفیت ہی نرالی تھی، نہ کسی سے خیر خیریت پوچھ رہے ہیں، نہ کسی محفل میں کھڑے ہوکر کسی کو سلام کر رہے ہیں، بس ابوجہل کی تلاش میں آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں آخر کار آپ کی نظر ابوجہل پر پڑی جو اپنے قبیلہ کی محفل میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف لوگ سراپا ادب بن کر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑے پہلوان، جنگ جو اور عرب کے مشہور بہادروں میں شمار کئے جاتے تھے۔

آپ اس مجمع میں گھس گئے اور جاتے ہی ابوجہل کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ پھر آپ نے گرجتے ہوئے کہا: اے ابوجہل! تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دے، سُن، میں نے بھی ان کا دین قبول کرلیا ہے، اگر تجھ میں ہمت ہے تو آ، اور مجھے روک کر دیکھ۔

ابوجہل کے قبیلے کے لوگ اپنے سردار کی یہ رسوائی دیکھ کر جذبات میں آگئے اور اٹھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے اس کا بدلہ لیں، مگر ابوجہل بڑا مکار تھا، وہ جانتا تھا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے شیر دل انسان کا مقابلہ اِن لومڑیوں سے نہیں ہوسکے گا خواہ مخواہ کئی لوگوں کی جانیں ضائع ہوں گی، چنانچہ اس نے اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ: ابوعمارہ {حمزہ رضی اللہ عنہ} کو کچھ نہ کہو، بخدا میری غلطی ہے کہ میں نے اس کے بھتیجے کے ساتھ بدکلامی کی ہے۔

رشتہ داری کے جوش میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل سے بدلہ بھی لے لیا اور اپنے ایمان لانے کا اعلان بھی کر دیا۔مگر جب وہ واپس گھر گئے تو کشمکش میں پڑ گئے، انہیں یہ بات اپنی شان کے خلاف معلوم ہوئی کہ انہوں نے ایک ایسے دین کو قبول کرلیا ہے جس کے بارے میں انہوں نے پوری طرح سے غور وفکر ہی نہیں کیا۔ ساری رات بڑے قلق واضطراب میں گذری، جب صبح ہوئی تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے عرض کی: اے میرے بھتیجے، میں ایک ایسی مشکل میں پڑ گیا ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا، اور ایسی بات پر میرا قائم رہنا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہدایت ہے یا گمراہی؟ اس لئے مجھے اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے

اوراس سلسلے میں مجھ سے کچھ گفتگو کیجئے۔

دلوں کو کفر وشرک اور گناہوں سے پاک کرنے والے نبی ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اسلام کی حقانیت کو بڑے ہی دلنشیں انداز میں پیش فرمایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت سچے دل سے اسلام قبول فرمالیا اور کہا کہ میں دل کی اتاہ گہرائیوں سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔

آپ کے ایمان لانے سے عالم کفر پر ایک رعب طاری ہو گیا اور بے آسرا مسلمانوں کو بڑی طاقت وقوت حاصل ہوئی۔ آپ نے اسلام لانے کی خوشی میں بطور شکر وحمد کچھ اشعار کہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

میں اللہ تعالی کی حمد کرتا ہوں جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی اسلام قبول کرنے کی جو دین حنیف ہے۔ وہ دین جو اُس رب کریم کی طرف سے آیا ہے جو عزت والا ہے اور اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے ساتھ لطف واحسان فرمانے والا ہے۔

اسلام عمر رضی اللہ عنہ

نبوت کا چھٹا سال جا رہا تھا سال آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد تک، صرف انتالیس افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو کعبے میں نماز پڑھنے کی اجازت تک نہ تھی کوئی مسلمان اگر عبادت کرتے نظر آجاتا تو اُس کی زندگی جہنم بنادی جاتی اُس پر قیامت ٹوٹ پڑتی، مکہ کی گلیاں بازار اور وادی اہل اسلام کے لیے عقوبت خانے بن چکے تھے' مشرکین ظالم اور مسلمان مظلوم تھے۔ تمام مسلمانوں کی حالت تو کیا ہو گی خود محبوب خدا ﷺ کئی بار تشدد کا نشانہ بن چکے تھے۔ غریب اور غلام مسلمانوں کے لیے مکہ شہر پھانسی گھاٹ بنا ہوا تھا' صحابہ کرام گردنیں جھکا کر چھپ چھپ کر زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

مسلمانوں کی حالت زار سردار الانبیاء ﷺ سے برداشت نہ ہوتی تھی اور پھر تاریخ اسلامی نہیں تاریخ انسانی کا عظیم واقع رونما ہوا، یہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا اور بدھ کا دن سرور کائنات ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی بے بسی اور اہل مکہ کی بے حسی دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، خدایا اسلام کو عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے تقویت عطا فرما، ان دونوں میں سے جو بھی تجھے محبوب ہوا سے مشرفِ بہ اسلام فرما اور پھر اگلے ہی دن قریش کے قبیلہ عدی کا طویل قامت سرخ چہرہ جنگجو دلیر اور بے باک شجاع انسان گھر سے اِس لیے نکلا کہ سرزمین عرب خدا کا پیغام سنانے والے کو تہہ تیغ کر کے اہل قریش کے بتوں کو سر بلند رکھے گا۔ اُس کے ہاتھ میں ننگی تلوار............

نعیم بن عبداللہ نے اس کے تیور کو دیکھ کر پوچھا: عمر کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا محمد ﷺ کو قتل کر کے بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی اپنا پچھلا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہو، اس نے کہا عمر رضی اللہ عنہ ایک عجیب بات نہ بتا دوں، تمہاری بہن اور بہنوئی بھی تمہارا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر عمر غصے سے بے قابو ہو گئے اور سیدھے بہن بہنوئی کا رُخ کیا۔ وہاں انہیں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سورہ طٰہٰ پر مشتمل ایک صحیفہ پڑھا رہے تھے اور قرآن پڑھانے کے لیے وہاں آنا جانا حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا۔ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو گھر کے اندر چھپ گئے۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صحیفہ چھپا دیا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے قریب پہنچ کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی قرأت سن چکے تھے چنانچہ پوچھا کہ یہ کیسی دھیمی دھیمی سی آواز تھی جو تم لوگوں کے پاس میں نے سنی تھی؟ انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ بس ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ غالباً تم دونوں بے دین ہو چکے ہو؟ بہنوئی نے کہا، اچھا عمر یہ بتاؤ اگر حق دین تمہارے دین کے بجائے کسی اور دین میں ہو تو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتنا سننا تھا کہ اپنے بہنوئی پر چڑھ بیٹھے اور انہیں بری طرح کچل دیا۔ ان کی بہن نے لپک کر انہیں اپنے شوہر سے الگ کیا تو بہن کو ایسا چانٹا مارا کہ چہرہ خون آلود ہو گیا۔ بہن نے جوش غضب میں کہا عمر اگر تیرے دین کے بجائے دوسرا ہی دین برحق ہو تو؟ میں شہادت دیتی ہوں کہ

"اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مایوسی کے بادل چھا گئے اور انہیں اپنی بہن کے چہرے پر خون دیکھ کر شرم و ندامت بھی محسوس ہوئی، کہنے لگے، اچھا یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے ذرا مجھے بھی پڑھنے کو دو، بہن نے کہا تم ناپاک ہو۔ اس کتاب کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، اٹھو، غسل کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر غسل کیا، پھر کتاب لی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، کہنے لگے یہ تو بڑے پاکیزہ نام ہیں، اس کے بعد قرأت کی۔ کہنے لگے یہ تو بڑا عمدہ اور بڑا محترم کلام ہے۔ مجھے محمد ﷺ کا پتا بتاؤ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ فقرے سن کر اندر سے باہر آ گئے۔ کہنے لگے! عمر خوش ہو جاؤ، مجھے امید ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کی رات تمہارے متعلق جو دعا کی تھی (کہ اللہ! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا) یہ وہی ہے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کے پاس والے مکان میں

تشریف فرما ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اس گھر کے پاس آ کر دروازے پر دستک دی، ایک آدمی نے اُٹھ کر دروازے کی دراز سے جھانکا تو دیکھا کہ عمر تلوار حمائل کئے موجود ہیں۔ لپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور سارے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا بس! عمر رضی اللہ عنہ ہے، دروازہ کھول دو۔ اگر وہ خیر کی نیت سے آیا ہے تو اسے ہم خیر عطا کر دیں گے۔ اور اگر بُرا ارادہ لے کر آیا ہے تو ہم اسی کی تلوار سے اُس کا کام تمام کر دیں گے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی نازل ہو چکی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ بیٹھک میں ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے کپڑے اور تلوار کا پرتلا سمیٹ کر پکڑا اور سختی سے جھٹکتے ہوئے فرمایا: عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر بھی ویسی ہی ذلت و رسوائی اور عبرتناک سزا نازل نہ فرما دے جیسی ولید بن مغیرہ پر نازل ہو چکی ہے؟ یا اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، یا اللہ اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت و عزت عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہوئے کہا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

یہ سن کر گھر کے اندر موجود صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس زور سے تکبیر کہی کہ مسجد حرام والوں کو سنائی پڑی۔ معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زور آوری کا حال یہ تھا کہ کوئی ان سے مقابلے کی جرأت نہ کرتا تھا اس لیے ان کے مسلمان ہو جانے سے مشرکین میں کہرام مچ گیا اور انہیں بڑی ذلت و رسوائی محسوس ہوئی۔ دوسری طرف ان کے اسلام لانے سے مسلمان کو بڑی عزت و قوت، شرف و اعزاز اور مسرت و شادمانی حاصل ہوئی۔

شعب ابی طالب ۷ نبوی

شعب کے لغوی معنی: لغت کے اعتبار سے پہاڑ کے اندر جو شگاف ہوتا ہے اسے شعب کہا جاتا ہے۔ کبھی کبھی دو پہاڑوں کے درمیانی جگہ کو شعب کہا جاتا ہے۔ یہ جگہ حضرت عبدالمطلب کی ملکیت تھی اور ان کے بیٹوں کے درمیان تقسیم ہوئی حضرت عبداللہ کے حصے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اعلان نبوت کے ساتویں سال ۷ نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے بہادرانِ قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ و غضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے

دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور ﷺ اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اس خوفناک تجویز کے مطابق تمام قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم کے خاندان والے حضور ﷺ کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔

1 کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے۔

2 کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید و فروخت نہ کرے۔

3 کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام و کلام اور ملاقات و بات نہ کرے۔

4 کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔

منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابو طالب مجبوراً حضور اقدس ﷺ اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام "شعب ابی طالب" تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا خاندان بنو ہاشم کے کافروں نے بھی خاندانی حمیت و پاسداری کی بنا پر اس معاملہ میں حضور ﷺ کا ساتھ دیا اور سب کے سب پہاڑ کے اس تنگ و تاریک درہ میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔ ر4

مسلسل تین سال تک حضور ﷺ اور خاندان بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آ گیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔ چنانچہ ہشام بن عمرو عامری، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ یہ سب مل کر ایک ساتھ حرم کعبہ میں گئے اور زہیر نے جو عبدالمطلب کے نواسے تھے کفار قریش کو مخاطب کر کے اپنی پر جوش تقریر میں یہ کہا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر بلبلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر

پاؤں سے نہ روندی جائے گی میں ہرگز ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ تقریر سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابوجہل کو للکارا اور اس زور سے ڈانٹا کہ ابوجہل کی بولتی بند ہو گئی۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی خم ٹھونک کر ابوجہل کو جھڑک دیا اور ابوالبختری نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ابوجہل! اس ظالمانہ معاہدہ سے نہ ہم پہلے راضی تھے اور نہ اب ہم اس کے پابند ہیں۔

اسی مجمع میں ایک طرف ابوطالب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے لوگو! میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی دستاویز کو کیڑوں نے کھا ڈالا ہے اور صرف جہاں جہاں خدا کا نام لکھا ہوا تھا اس کو کیڑوں نے چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ اس دستاویز کو نکال کر دیکھو اگر واقعی اس کو کیڑوں نے کھا لیا ہے جب تو اس کو چاک کر کے پھینک دو۔ اور اگر میرے بھتیجے کا کہنا غلط ثابت ہوا تو میں محمد (ﷺ) کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ سن کر مطعم بن عدی کعبہ کے اندر گیا اور دستاویز کو اتار لایا اور سب لوگوں نے اس کو دیکھا تو واقعی بجز اللہ تعالیٰ کے نام کے پوری دستاویز کو کیڑوں نے کھا لیا تھا۔ مطعم بن عدی نے سب کے سامنے اس دستاویز کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ اور پھر قریش کے چند بہادر باوجودیکہ یہ سب کے سب اس وقت کفر کی حالت میں تھے ہتھیار لے کر گھاٹی میں پہنچے اور خاندان بنوہاشم کے ایک ایک آدمی کو وہاں سے نکال لائے اور ان کو ان کے مکانوں میں آباد کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۰ نبوی کا ہے۔ منصور بن عکرمہ جس نے اس دستاویز کو لکھا تھا اس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ شل ہو کر سوکھ گیا۔

معجزہ شق القمر

جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس مشرکوں کا ایک گروہ آیا جس میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبدالمطلب اور نضر بن حارث بھی تھے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اگر آپ واقعی سچے ہیں تو اپنی سچائی کے ثبوت میں چاند دو ٹکڑے کر کے دکھائیں، اس طرح کہ اس کا ایک ٹکڑا قبیس کی پہاڑی پر اور دوسرا ٹکڑا قعیقعان پر ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ اگر ایسا ہو گیا تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگے ہاں! وہ رات چودھویں تھی اور چاند آسمان پر پورے آب تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! ان مشرکوں کا سوال پورا فرما دے۔ پھر آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا تو چاند اسی طرح دو ٹکڑے ہو گیا جس طرح کافروں نے کہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابوسلمہ اور ارقم اس پر گواہ رہنا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ص ۲۶۱ ج ۴ میں سورہ قمر کی پہلی آیت اقترب الساعۃ وانشق القمر کے حوالہ سے اس بات پر امت کا اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ شق القمر کے بارے میں ہے۔

حوالہ جات سبق نمبر | 6 |

(1) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر اسلام حمزہ بن عبدالمطلب، حدیث: ۴۸۷۸

(2) سبل الہدی، ج: ۲/ص: ۴۴۴/ بحوالہ ضیاء النبی، ج: ۲/ص: ۲۵۲ تا ۲۵۵

(3) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۸

(4) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۲

مشق سبق نمبر | 6 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کیا معمول کیا تھا؟

....

....

2. حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

....

....

3. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا دعا مانگی تھی؟

....

....

4. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن سے قرآن پاک مانگا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

....

....

5. شعب کا کیا مطلب ہے اور یہ کون سی جگہ تھی؟

....

....

6. معجزہ شق القمر بیان کریں؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. آپ ﷺ نے اس کی کا کوئی جواب نہ دیا

☐ شرارت ☐ حرکت ☐ بات ☐ بیہودہ گوئی

2. حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بڑے پہلوان، جنگ جو اور عرب کے مشہور میں شمار کئے جاتے تھے۔

☐ لوگوں ☐ بہادروں ☐ شہ سواروں ☐ شاعروں

3. حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت سچے دل سے قبول فرمالیا

☐ اسلام ☐ ایمان ☐ کلمہ ☐ مذہب

4. تمہاری بھی تمہارا دین چھوڑ کر بے دین ہو چکے ہیں۔

☐ بیٹی اور بیٹا ☐ بہن اور بہنوئی ☐ خالہ اور خالو ☐ نواسی اور نواسہ

5. معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زور آوری کا حال یہ تھا کہ کوئی ان سے کی جرأت نہ کرتا تھا

☐ بات ☐ لڑائی ☐ مقابلے ☐ نفرت

6. کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے نہ کرے۔

☐ بات چیت ☐ لین دین ☐ شادی بیاہ ☐ کھانا پینا

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
اپنی سچائی کے ثبوت میں چاند	معاہدہ کوتوڑنے کی تحریک اٹھائی
کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول،	قوت وعزت عطا فرما
اوران لوگوں نے اس ظالمانہ	سلام وکلام اور ملاقات وبات نہ کرے
یا اللہ اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے	دو ٹکڑے کر کے دکھائیں
اس کتاب کو صرف پاک	کے ذریعے تقویت عطا فرما
خدایا اسلام کو عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب	لوگ ہی چھو سکتے ہیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. اس کا ایک ٹکڑا.......... کی پہاڑی پر اور دوسرا ٹکڑا.......... پر ہو۔
2. اس پر یہ قہر الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کا ہاتھ.......... ہو کر سوکھ گیا۔
3. میں ہرگز ہرگز.......... سے نہیں بیٹھ سکتا۔
4. اس دستاویز کو.......... کے اندر آویزاں کر دیا۔
5. اس زور سے.......... کہی کہ مسجد حرام والوں کو سنائی پڑی۔
6. جب حضرت.......... نے حضرت.......... کی آہٹ سنی۔

غم کا سال

بعثت نبوی کا دسواں سال

رسول اللہ ﷺ کے لیے پے در پے مشکلات کا سال تھا۔ اسی لیے اس کو حضور ﷺ کے لیے عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا گیا ہے۔ اس میں آپ کے چچا اور بنو ہاشم کے سربراہ خاندان ابو طالب کا انتقال ہوا۔ اس کے جلد بعد رسول اکرم ﷺ کی غمگسار رفیقہ حیات کی رحلت ہوئی جو آپ کے لیے شدید صدمہ کا باعث ہوئی۔ بعد ازاں حضور ﷺ نے طائف کے سرداروں سے راہ و رسم بڑھانے کی سعی کی جو بار آور نہ ہوئی اور آپ کو بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔

ابو طالب کا انتقال

ابو طالب نے بنو ہاشم کی سربراہی کی پوری مدت میں حضور ﷺ کی سرپرستی بڑی شفقت کے ساتھ کی اور وہ پورا تحفظ دیا جو قبیلہ کے ایک فرد کی حیثیت سے حضور ﷺ کا حق تھا۔ تاہم آنحضرت ﷺ کی تعلیم نے ان کو متاثر نہ کیا اور وہ اپنے آبائی دین ہی پر قائم رہے۔ جب وہ مرض الموت کی کیفیت سے دو چار تھے تو حضور ﷺ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے۔ دیکھا تو ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ حضور ﷺ نے چچا سے کہا کہ آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے تا کہ میں خدا کے ہاں آپ کے ایمان کی گواہی دے سکوں۔ ابو جہل اور عبد اللہ دونوں نے ابو طالب کو عار دلائی کہ کیا تم عبد المطلب کے طریقہ سے پھر جاؤ گے؟ نبی ﷺ برابر ابو طالب کو

ایمان کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں عبد المطلب کے مذہب پر قائم ہوں۔ چنانچہ اسی پر ان کا انتقال ہوا۔ [1]

ابوطالب کے انتقال کے بعد خاندان کی سربراہی ابولہب کے پاس آئی جو اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ روایات کے مطابق ابتدا میں تو اس نے نبی ﷺ کو اطمینان دلایا کہ وہ پہلے کی طرح اپنا مشن جاری رکھ سکتے ہیں لیکن جلد ہی قریش میں موجود اسلام کے مخالفین کے ساتھ اس نے ہم آہنگی پیدا کر لی اور حضور ﷺ کو اپنے قبیلے کا پہلے کی طرح کا تحفظ حاصل نہیں رہا۔ مخالفین کی زیادتیاں بہت بڑھ گئیں۔ آپ کو پریشان کیا جانے لگا۔ حضور ﷺ تبلیغ کرتے تو ابولہب جس طرح پہلے بطور فرد آپ کی باتوں کی نفی کرنے کے لیے آپ کا پیچھا کرتا تھا اسی طرح اب بطور سردار قبیلہ بھی یہی حرکت کرتا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ایک ہی سال ہوئی البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ پہلے کس کا انتقال ہوا اور حضور ﷺ کو یہ دو صدمے کتنے وقفہ سے پیش آئے۔ بعض روایات میں تو دونوں کے درمیان چند روز ہی کا وقفہ بتایا گیا ہے لیکن بعض میں ڈیڑھ دو ماہ کی مدت کا تعین کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جدائی غیر معمولی مسائل کو جنم دینے والی تھی۔ وہ آپ کی قدردان، مزاج شناس اور غمگسار بیوی تھیں۔ ان سے آپ کی چھ اولادیں ہوئیں جن میں سے چار بیٹیاں تھیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ ان کے انتقال کے وقت صرف دو بیٹیاں شادی شدہ تھیں، زینب رضی اللہ عنہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ابوالعاص بن الربیع کے نکاح میں تھیں اور رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں، جو اس وقت حبشہ میں مہاجر تھے۔ اس طرح گھر کو سنبھالنے کے لیے صرف دو بیٹیاں رہ گئیں جن کی عمریں اس وقت پندرہ اور دس گیارہ برس کے لگ بھگ رہی ہوں گی۔ اسلام کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات بے مثل تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مراحل میں آپ کو دلاسا دینے، آپ کی تصدیق کرنے اور تبلیغ کے کام میں آپ کی ہمت افزائی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنا مال راہ خدا میں صرف کر کے نبی ﷺ کو روزی کمانے کے دھندے سے آزاد ہی کر دیا، حضور ﷺ کی دعوتی مشکلات میں آپ کا بھرپور ساتھ دیا اور آخر دم تک اسلام کی وفادار خادمہ رہیں۔ نبی ﷺ کے ساتھ انہوں نے رفاقت کا حق ادا کر دیا جس کے

باعث اس پورے عرصہ میں آپ نے دوسری شادی کا کبھی سوچا تک نہیں۔ حضور ﷺ مدۃ العمر ان کو یاد کرکے ان کی خوبیوں اور قربانیوں کا تذکرہ کیا کرتے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد صرف ان ہی سے پیدا ہوئی۔ اور کسی بیوی سے اولاد ہوئی ہی نہیں صرف ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پھر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پاکیزگی اخلاق کی وجہ سے اسلام سے پہلے ہی طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ پھر حضور اقدس ﷺ کے نکاح میں آکر انہوں نے جو اپنی دانش وعقلمندی اور خدمت گذاری سے فضائل حاصل کئے ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آنحضرت ﷺ نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ۱۰ھ نبوی میں بماہ رمضان المبارک مکہ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 65 سال کی تھی۔ حضور ﷺ کی صحبت میں کچھ کم وبیش 25 سال آپ کو نبوت سے پہلے اور 10 برس نبوت مل جانے کے بعد۔ آپ رضی اللہ عنہا حجون میں دفن کردی گئیں جسے اب جنت المعلی کہتے ہیں۔

سفر طائف

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ابولہب نے ان کو اپنی سرپرستی سے عملاً محروم کردیا ہے تو آپ کو متبادل ہمدردی حاصل کرنے کا خیال آیا۔ مکہ اور طائف اس لحاظ سے جڑواں شہر تھے کہ دونوں کی لیڈرشپ ملک بھر میں معزز و محترم سمجھی جاتی تھی۔ قریش کی طائف میں جائدادیں تھیں۔ اسی طرح وہاں کے ثقیف قبائل مکہ میں بھی رہائش رکھتے تھے۔ لہٰذا ان دونوں شہروں میں لوگوں کی آمدورفت بھی رہتی اور باہم رشتے ناتے بھی ہوتے۔ عربوں میں کسی معزز آدمی کا جوار حاصل کرنا ایک معمول کی بات تھی اور شرفاء اس سے انکار نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا نبی ﷺ نے وہاں جا کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ ر2

حضور ﷺ نے اپنے متبنیٰ زید بن حارثہ کو ساتھ لیا اور طائف پہنچے۔ وہاں عمرو بن عمیر کے تین بیٹے عبد یالیل، مسعود اور حبیب سب سے بااثر سردار تھے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت بھی پیش کی اور جوار بھی طلب کیا۔

نہایت غیر متوقع طور پر انہوں نے آپ کا ساتھ دینے اور قریش کے بالمقابل کھڑا ہونے سے انکار کیا اور آپ کی تعلیم کا بھی مذاق اڑایا۔ اس معاملہ میں تینوں بھائیوں کی رائے ایک ہی تھی۔ لہٰذا نبی ﷺ نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا اور واپسی کی راہ لی۔ ان ظالموں نے اپنے غلاموں اور لڑکوں بالوں کو ہدایت کی کہ اس شخص کا پیچھا کریں اور اس کو زچ کریں۔ انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ حضور ﷺ کو اور زید کو زخمی کر دیا۔ راستہ میں انگوروں کا باغ نظر آیا تو حضور ﷺ ستانے کے لیے اس میں داخل ہو گئے اور بیلوں کی چھاؤں میں آرام فرمایا۔

یہ باغ مکہ کے سرداروں عتبہ اور شیبہ کا تھا۔ اتفاق سے وہ دونوں اس میں موجود تھے۔ ان کی نظر آپ پر پڑی تو خاندانی نسبت کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے ایک طشتری میں انگور آپ کو بھجوائے۔ ان کا نصرانی غلام عداس یہ تحفہ آپ کے لیے لایا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کھانے شروع کیے تو غلام چونکا۔ کہنے لگا کہ اس دیار کے لوگ تو کھاتے وقت یہ کلمات نہیں ادا کرتے۔ حضور ﷺ کو عداس سے دلچسپی پیدا ہوئی اور اس کا تعارف چاہا۔ اس نے بتایا کہ میں نینویٰ کا نصرانی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا علاقہ تو ایک صالح شخص یونس بن متی علیہ السلام کا ہے۔ وہ نبی تھا، میں بھی نبی ہوں۔ لہٰذا وہ میرا بھائی ہے۔ یہ سن کر عداس نے حضور ﷺ کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا۔

طائف سے رخصت ہوتے وقت حضور ﷺ نے نہایت آزردہ ہو کر دعا کی کہ اے رب، میں نہایت کمزور ہوں، میرے وسائل کم اور میرے حیلے کمزور ہیں۔ تو کمزوروں کا مالک ہے، تیرے سوا میرا بھروسہ کسی پر نہیں۔ تو ہی نصرت فرما۔ روایت میں آتا ہے کہ فرشتہ نے حاضر ہو کر اجازت چاہی کہ میں اس بستی کو دو پہاڑوں کے بیچ میں کچل دوں۔ لیکن آپ نے منع فرمایا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ انہی ظالموں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس ذات واحد لاشریک لہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

مکہ کو واپس ہوتے ہوئے آپ نے نخلہ کے مقام پر قیام کیا اور قریشی لیڈر سہیل بن عمرو کا جوار حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس پیغام بھیجا۔ اس نے کہا کہ بنو عامر بن لوی (سہیل کا خاندان) بنو کعب بن لوی (آنحضرت کا خاندان) کو پناہ نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد آپ نے مطعم بن عدی، جس کا تعلق بنو عبد مناف سے تھا، کے پاس یہی پیغام بھیجا تو اس نے قبول کر لیا اور کہلا بھیجا کہ میری پناہ میں تشریف لے آئیں۔ آپ نے مطعم کے ہاں شب بسر کی اور صبح کو وہ اپنے بیٹوں کے جلو میں آپ کو مسجد حرام میں لے گیا اور اعلان کیا کہ محمد کو اب میری امان حاصل ہے۔ کوئی ان کو گزند نہ پہنچائے۔ ر 3

رسول اللہ ﷺ کے لیے طمانیت کا آسمانی انتظام

ان پے در پے مشکلات اور دعوت دین کے مقابل میں کفار کے مایوس کن رویہ سے حضور ﷺ کو جو پریشانی لاحق ہوتی اس کے مداوا کے لیے ہدایات آپ کو ساتھ ساتھ دی جاتیں تا کہ آپ کو سکون اور اطمینان کی دولت میسر ہو۔ طائف سے مایوس لوٹنے پر آپ کو جنات کی قرآن سے اثر پذیری کا واقعہ سنایا گیا۔ یہ واقعہ طائف سے واپسی پر نخلہ میں قیام کے دوران پیش آیا۔ حضور ﷺ شب کی نماز میں بلند آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے تو جنوں کی ایک جماعت کا وہاں گزر ہوا۔ قرآن کی تلاوت سن کر وہ ٹھٹک گئے اور نہایت غور سے اس کو سنتے رہے۔ جب تلاوت ختم ہوئی تب انہوں نے اپنی راہ لی اور اپنی قوم میں واپس پہنچ کر اس بات کا تذکرہ کیا کہ ہم نے نہایت عالی شان اور تعجب خیز کلام سنا ہے جس میں پوری قوت سے رب کی وحدانیت کا اقرار اور شرک کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے جبکہ ہمارے بد بخت لیڈر رب کی شان میں گستاخیاں کرتے اور ہمیں غلط راہ پر چلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ کلام اہل زمین پر بڑے اہتمام سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے نزول کے دوران شیاطین کی دراندازی روکنے کے لیے پہرے لگا دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے ہم چھپ چھپا کر عالم بالا کی خبروں کی سن گن حاصل کر لیا کرتے تھے لیکن اب ایسا کریں تو ہمارے اوپر شہابیے برسائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت پر جنوں کے اس ردعمل کے بارے میں آنحضرت ﷺ کو اس لیے بتایا گیا کہ آپ کو تسلی ہو کہ خرابی نہ اس کلام میں ہے اور نہ آپ کے سنانے میں۔ یہ صرف بعض سننے والوں کے دلوں کی سختی ہے جس کے باعث ان پر یہ کلام اثر نہیں کرتا۔ ورنہ طبیعت میں ہدایت کی طلب ہو تو جنوں جیسی ایک غیر متعلق جماعت بھی قرآن سے اتنا متاثر ہوتی ہے کہ اپنی قوم کی صحیح رہنمائی پر کمر بستہ ہو جاتی ہے۔

جنوں کی اثر پذیری کا یہ واقعہ وحی کے ذریعہ سے حضور ﷺ کو بتایا گیا۔ ر4

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس جماعت سے نہ آپ کی ملاقات ہوئی اور نہ کوئی گفتگو ہوئی۔ یہ جنات پہلے ہی سے صاحب ایمان تھے۔ ان کو قرآن میں اپنے عقیدہ توحید کی تائید نظر آئی تو وہ اس پر ایمان لائے اور اپنی قوم کو بھی اس کی دعوت دی۔

نماز تہجد کا حکم

یوں تو شروع ہی سے مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے حضور ﷺ کو صبر واستقامت اور کثرت نماز کی تلقین کی گئی

تھی اور آپ اس پر بھرپور عمل بھی کر رہے تھے لیکن نئے حالات میں، جب قریش ہی نہیں بلکہ بنو ہاشم کی طرف سے بھی آپ پر زیادہ سختی شروع ہوگئی تو آپ پر روزانہ کی پانچ فرض نمازوں کے علاوہ ایک چھٹی نماز، نماز تہجد بھی واجب کر دی گئی اور فجر میں قرآن کی تلاوت میں اضافہ کرنے کی ہدایت کی گئی کیونکہ یہ وقت ایسا ہوتا ہے جب طبیعت ہشاش بشاش ہوتی ہے اور زبان سے ادا ہونے والے کلمات دل کی گہرائیوں میں اتر کر اس کو متاثر کرتے ہیں۔ یہ ہدایت اگرچہ آپ کے لیے تھی لیکن تمام اہل ایمان نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا کیونکہ نبی ﷺ اور آپ کے تمام ساتھی ایک جیسے حالات میں زندگی گزار رہے تھے اور سب کے مسائل ایک جیسے تھے۔

حوالہ جات سبق نمبر | 7 |

(1) صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب اول الایمان قول لا الہ الا اللہ۔ ج ۱ ص ۳۱
(2) السیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام۔ ص ۳۱۹
(3) ایضاً ص ۳۸۱
(4) جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ زیادہ تفصیل سے سورہ الجن میں بیان ہوا ہے۔ اس کا مختصر ذکر سورہ الاحقاف میں بھی ہے۔

مشق سبق نمبر | 7 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. عام الحزن سے کیا مراد ہے؟

....

....

2. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی بیٹیاں تھیں اور ان کے نام کیا ہیں؟

....

....

3. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا سفر کیوں کیا؟

....

....

4. عداس کون تھا؟

....

....

5. کیا جنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے؟

....

....

6. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز تہجد کب فرض ہوئی؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. ان کو قرآن میں اپنے عقیدہ توحید نظر آئی

☐ کی مثال ☐ کی شبیہ ☐ کی تائید ☐ کی شکل

2. حضور ﷺ شب کی نماز میں بلند آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے تو ایک جماعت کا وہاں گزر ہوا۔

☐ صحابہ کی ☐ یہود کی ☐ کفار کی ☐ جنوں کی

3. فرشتہ نے حاضر ہو کر اجازت چاہی کہ میں اس بستی کو دو کے بیچ میں کچل دوں

☐ پہاڑوں ☐ دروں ☐ چٹانوں ☐ درختوں

4. اس معاملہ میں بھائیوں کی رائے ایک ہی تھی۔

☐ دونوں ☐ تینوں ☐ چاروں ☐ سب

5. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ۱۰ ھ نبوی میں بماہ مکہ میں وفات پائی۔

☐ شعبان المعظم ☐ شوال المکرم ☐ محرم الحرام ☐ رمضان المبارک

6. مگر انہوں نے کہنے سے انکار کر دیا

☐ لا الہ الا اللہ ☐ الحمدللہ ☐ سبحان اللہ ☐ اللہ اکبر

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
رفاقت کا حق ادا کر دیا	ابو طالب کے انتقال کے بعد خاندان کی
وحی کے ذریعہ سے حضور ﷺ کو بتایا گیا	نبی ﷺ کے ساتھ انہوں نے
سربراہی ابولہب کے پاس آئی	آپ ؓ حجون میں دفن کر دی گئیں
مکہ میں بھی رہائش رکھتے تھے	ان کا نصرانی غلام عداس
یہ تحفہ آپ کے لیے لایا	جنوں کی اثر پذیری کا یہ واقعہ
جسے اب جنت المعلیٰ کہتے ہیں	اسی طرح وہاں کے ثقیف قبائل

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجیے۔

1. لیکن اب ایسا کریں تو ہمارے اوپر.......... برسائے جاتے ہیں
2. طائف سے مایوس لوٹنے پر آپ کو.......... کی قرآن سے اثر پذیری کا واقعہ سنایا گیا۔
3. آپ نے بسم اللہ پڑھ کر.......... کھانے شروع کیے
4. اس وقت ان کی عمر.......... سال کی تھی
5. ان کے انتقال کے وقت صرف.......... بیٹیاں شادی شدہ تھیں
6. ابوجہل اور عبداللہ دونوں نے.......... کو عار دلائی

سفر معراج

معراج کی رات کس قدر پر کیف رات ہے مطلع بالکل صاف ہے فضاؤں میں عجیب سی کیفیت طاری ہے۔ رات آہستہ آہستہ کیف و نشاط کی مستی میں مست ہوتی جارہی ہے۔ ستارے پوری آب وتاب کے ساتھ جھلملا رہے ہیں۔ پوری دنیا پر سکوت و خاموشی کا عالم طاری ہے۔ نصف شب گزرنے کو ہے کہ یکا یک آسمانی دنیا کا دروازہ کھلتا ہے۔ انوار وتجلیات کے جلوے سمیٹے حضرت جبرائیل علیہ السلام نورانی مخلوق کے جھرمٹ میں جنتی براق لئے آسمان کی بلندیوں سے اتر کر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے ہیں۔ جہاں ماہ نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محوخواب ہیں۔ آنکھیں بند کئے، دل بیدار لئے آرام فرمارہے ہیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر جگایا گیا تو بے ادبی ہوجائے گی۔ فکر مند ہیں کہ معراج کے دولہا کو کیسے بیدار کیا جائے؟ اسی وقت حکم ربی ہوتا ہے یاجبریل قبل قدمیہ اے جبریل! میرے محبوب کے قدموں کو چوم لے تاکہ تیرے لبوں کی ٹھنڈک سے میرے محبوب کی آنکھ کھل جائے۔ اسی دن کے واسطے میں نے تجھے کافور سے پیدا کیا تھا۔ حکم سنتے ہی جبرائیل امین علیہ السلام آگے بڑھے اور اپنے کافوری ہونٹ محبوب دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ناز سے مس کردیئے۔

یہ منظر بھی کس قدر حسین ہوگا جب جبریل امین علیہ السلام نے فخر کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ہونٹوں کی ٹھنڈک پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں اے جبرائیل! کیسے آنا ہوا؟ عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) خدائے بزرگ وبرتر کی طرف سے بلاوے کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔

ان اللہ اشتاق الی لقائك يارسول اللہ.

''یارسول اللہ (ﷺ)! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے''۔

حضور ﷺ تشریف لے چلئے زمین سے لے کر آسمانوں تک ساری گزرگاہوں پر مشتاق دید کا ہجوم ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ ر1

چنانچہ آپ نے سفر کی تیاری شروع کی۔ اس موقع پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور دل کو دھویا۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کیا۔ سینہ چاک کرنے کے بعد میرا دل نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا۔ اس کے بعد میرے دل کو دھویا گیا پھر وہ ایمان وحکمت سے لبریز ہوگیا۔ اس قلب کو سینہ اقدس میں اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ ر2

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سینہ چاک کرنے کے بعد قلب مبارک کو زم زم کے پانی سے دھویا اور سینہ مبارک میں رکھ کر سینہ بند کر دیا۔ ر3

حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قلب ہر قسم کی کجی سے پاک اور بے عیب ہے اور اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ ر4

سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں کئی حکمتیں ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ شامل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی کرنے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔ پھر آپ ﷺ کے سرانور پر عمامہ باندھا گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کو نور کی ایک چادر پہنائی۔ زمرد کی نعلین مبارک پاؤں میں زیب تن فرمائی، یاقوت کا کمر بند باندھا۔ ر5

حضور ﷺ نے براق کا حلیہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: سینہ سرخ یاقوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پشت پر بجلی کوندتی تھی، ٹانگیں سبز زمرد، دُم مرجان، سر اور اس کی گردن یاقوت سے بنائی گئی تھی۔ بہشتی زین اس پر کسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سرخ یاقوت کے دو رکاب آویزاں تھے۔ اس کی پیشانی پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ وقت بھی آگیا کہ سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ براق پر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت

جبرائیل علیہ السلام نے رکاب تھام لی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام پکڑی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے زین کو سنبھالا۔ حضرت امام کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات اسی ہزار فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف اور اسی ہزار بائیں طرف تھے۔ ر6

فضا فرشتوں کی درود و سلام کی صداؤں سے گونج اٹھی اور آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود و سلام کی گونج میں سفر معراج کا آغاز فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا﴾ ر7

''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندہ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت شان و شوکت سے ملائکہ کے اعزاز میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ یہ براق سواری فلک بوس پہاڑیوں، بے آب و گیاہ ریگستانوں، گھنے جنگلوں، چٹیل میدانوں، سرسبز و شاداب وادیوں، پرخطر ویرانوں پر سے سفر کرتی ہوئی وادی بطحا میں پہنچی جہاں کھجور کے بیشمار درخت ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ حضور یہاں اتر کر دو رکعت نفل ادا کیجئے یہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے۔ نفل کی ادائیگی کے بعد پھر سفر شروع ہوتا ہے۔ راستے میں ایک سرخ ٹیلا آتا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں سرخ ٹیلے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیت المقدس بھی آ گیا جہاں قدسیوں کا جم غفیر سلامی کے لئے موجود ہے۔ حور و غلماں خوش آمدید کہنے کے لئے اور تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین استقبال کے لئے بے چین و بے قرار کھڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر تشریف فرما ہوئے جسے باب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا جاتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ایک پتھر کے پاس آئے جو اس جگہ موجود تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس پتھر میں اپنی انگلی مار کر اس میں سوراخ کر دیا اور براق کو اس میں باندھ دیا۔ ر8

آفتاب نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے ہیں۔ صحن حرم سے فلک تک نور ہی نور چھایا ہوا ہے۔

ستارے ماند پڑ چکے ہیں، قدسی سلامی دے رہے ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام اذان دے رہے ہیں، تمام انبیاء و رسل صف در صف کھڑے ہو رہے ہیں۔ جب صفیں بن چکیں تو امام الانبیاء فخرِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ امامت فرمانے تشریف لاتے ہیں۔ تمام انبیاء و رسل امام الانبیاء کی اقتداء میں دو رکعت نماز ادا کر کے اپنی نیاز مندی کا اعلان کرتے ہیں۔ ملائکہ اور انبیاء کرام سب کے سب سرِ تسلیم خم کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ بیت المقدس نے آج تک ایسا دلنواز منظر اور روح پرور سماں نہیں دیکھا ہوگا۔ وہاں سے فارغ ہی عظمت و رفعت کے پرچم پھر بلند ہونے شروع ہوتے ہیں۔ درود و سلام سے فضا ایک مرتبہ پھر گونج اٹھتی ہے۔ سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ نوری مخلوق کے جھرمٹ میں آسمان کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ثم عُرِجَ بِی پھر مجھے اوپر لے جایا گیا۔ براق کی رفتار کا عالم یہ تھا کہ جہاں نگاہ کی انتہاء ہوتی وہاں براق پہلا قدم رکھتا۔ فوراً ہی پہلا آسمان آ گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل! دربان نے پوچھا، من معک تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! دربان نے کہا: مرحبا دروازے انہی کے لئے کھولے جائیں گے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ آسمان اول پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور سرورِ کونین ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نے، چوتھے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر آپ ﷺ کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ پھر آپ ﷺ اس مقام پر پہنچے جہاں قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد پھر آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ سدرہ وہ مقام ہے جہاں مخلوق کے علوم کی انتہاء ہے۔ فرشتوں نے اذن طلب کیا کہ اے اللہ تیرے محبوب تشریف لا رہے ہیں، ان کے دیدار کی ہمیں اجازت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام فرشتے سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو جائیں اور جب میرے محبوب کی سواری آئے تو سب زیارت کر لیں۔ چنانچہ ملائکہ سدرہ پر جمع ہو گئے اور جمالِ محمد (ﷺ) کو دیکھنے کے لئے سدرہ کو ڈھانک لیا۔ ر9

اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام رک گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ (ﷺ)! ہم سب کے لئے ایک

جگہ مقرر ہے۔ اب اگر میں ایک بال بھی آگے بڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات میرے پروں کو جلا کر رکھ دیں گے۔ یہ میرے مقام کی انتہاء ہے۔ سبحان اللہ! حضور ﷺ کی رفعت وعظمت کا اندازہ لگائیے کہ جہاں شہباز سدرہ کے بازو تھک جائیں اور روح الامین کی حد ختم ہوجائے وہاں حضور ﷺ کی پرواز شروع ہوتی ہے۔ اس موقع پر حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، اے جبرائیل کوئی حاجت ہو تو بتاؤ۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی حضور (ﷺ) یہ مانگتا ہوں کہ قیامت کے دن پل صراط پر آپ کی امت کے لئے بازو پھیلا سکوں تا کہ حضور ﷺ کا ایک ایک غلام آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر جائے۔ 10

حضور تاجدار انبیاء ﷺ جبرائیل امین کو چھوڑ کر تنہا انوار وتجلیات کی منازل طے کرتے گئے۔ مواہب الدنیہ میں ہے کہ جب حضور ﷺ عرش کے قریب پہنچے تو آگے حجابات ہی حجابات تھے تمام پردے اٹھا دیئے گئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید اس طرح بیان فرماتا ہے:

﴿فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ 11

''پھر اُس (جلوۂ حُسن) نے (اپنے) ظہور کا ارادہ فرمایا۔ اور وہ (محمد ﷺ شبِ معراج عالمِ مکاں کے) سب سے اونچے کنارے پر تھے (یعنی عالَمِ خلق کی انتہاء پر تھے)''۔ 12

اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سرور دو عالم حضرت محمد ﷺ شب معراج آسمان بریں کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلی الٰہی متوجہ نمائش ہوئی۔ صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ فاستوی کے معنی یہ ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔ پھر وہ مبارک گھڑی بھی آگئی کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ حریم الٰہی میں پہنچے اور اپنے سر کی آنکھوں سے عین عالم بیداری میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ قرآن مجید محبوب ومحب کی اس ملاقات کا منظر ان دلکش الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ 13

''پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوگیا۔ پھر (جلوۂ حق اور حبیبِ مکرّم ﷺ میں صِرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہوگیا)''۔ 14

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا۔ 15

جب حضور سرورِ کونین ﷺ بارگاہِ الٰہی میں پہنچے تو ارشاد فرمایا:

﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى.﴾ 16

''پس (اُس خاص مقامِ قُرب و وصال پر) اُس (اللہ) نے اپنے عبدِ (محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی''۔ 17

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى.﴾ 18

''(اُن کے) دل نے اُس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا''۔

اس آیت مبارکہ میں حضور سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کے قلب انور کی عظمت کا بیان ہے کہ شب معراج آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں نے انوار و تجلیات اور برکات الٰہی دیکھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی یعنی آنکھ سے دیکھا اور دل نے گواہی دی اور اس دیکھنے میں شک و تردد اور وہم نے راہ نہ پائی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب کی آنکھوں کا ذکر فرماتا ہے:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى﴾ 19

''اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)''۔

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی مقدس آنکھوں کا ذکر ہے کہ جب آپ ﷺ شب معراج کی رات اس مقام پر پہنچے جہاں سب کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں وہاں آپ ﷺ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے دائیں بائیں کہیں بھی نہیں دیکھا۔ نہ آپ کی آنکھیں بہکیں بلکہ خالق کائنات کے جلوؤں میں گم تھی۔
واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مزید ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ 20

''بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔

اس آیت مقدسہ میں بتایا گیا ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ کی مقدس آنکھوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں ملک و ملکوت کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلوماتِ غیبیہ کا آپ کو علم حاصل ہو گیا۔ 21

حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شب معراج

حضور ﷺ نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل، موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضرت سید المرسلین ﷺ کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشا۔

فخر دو عالم حضرت محمد ﷺ کو شب معراج اللہ تعالیٰ نے تین تحفے عطا فرمائے:

پہلا سورہ بقرہ کی آخری تین آیتیں، جن میں اسلامی عقائد ایمان کی تکمیل اور مصیبتوں کے ختم ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔

دوسرا تحفہ یہ دیا گیا کہ امت محمدیہ میں جو شرک نہ کرے گا وہ ضرور بخشا جائے گا۔

تیسرا تحفہ یہ کہ امت پر پچاس نمازیں فرض ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تینوں انعامات وتحائف کو لے کر اور جلوہ الٰہی سے سرفراز ہو کر عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ، عجائب وغرائب، اسرار ورموز کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمانے کے بعد جب پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ واپسی کے لئے روانہ ہوئے تو چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا، کیا عطا ہوا؟ حضور ﷺ نے امت پر پچاس نمازوں کی فرضیت کا ذکر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) پر خوب تجربہ کیا ہے۔ آپ کی امت یہ بار نہ اٹھا سکے گی۔ آپ واپس جائیے اور نماز میں کمی کرائیے۔ رسول اللہ ﷺ پھر تشریف لے گئے اور دس نمازیں کم کرالیں۔ پھر ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام نے پھر کم کرانے کے لئے کہا۔ حضور ﷺ پھر بارگاہ الٰہی میں پہنچے دس نمازیں کم کرالیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشوروں سے بار بار مہمان عرش نے بارگاہ رب العرش میں نماز میں کمی کی التجا کی کم ہوتے ہوتے پانچ وقت کی نماز رہ گئی اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اے محبوب! ہم اپنی بات بدلتے نہیں اگرچہ نمازیں تعداد میں پانچ وقت کی ہیں مگر ان کا ثواب دس گنا دیا جائے گا۔ میں آپ کی امت کو پانچ وقت کی نماز پر پچاس وقت کی نمازوں کا ثواب دوں گا''۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضور ﷺ براق پر سوار ہوئے اور رات کی تاریکی میں مکہ معظمہ واپس تشریف لائے۔ 23

حضور سرور کونین ﷺ نے صبح ہوتے ہی اس واقعہ کا ذکر اپنی چچا زاد بہن ام ہانی سے فرمایا۔ انہوں نے عرض کی قریش سے اس کا تذکرہ نہ کیا جائے لوگ انکار کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حق بات ضرور کروں گا میرا رب سچا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا وہی سچ ہے۔ صبح ہوئی تو آپ ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ خانہ کعبہ کے آس پاس قریش کے بڑے بڑے رؤساء جمع تھے۔ آپ ﷺ مقام حجر میں بیٹھ گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے

واقعہ معراج بیان فرمایا۔ مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کے تذکرہ کو سن کر کفار و مشرکین ہنسنے لگے اور مذاق اڑانے لگے۔ ابوجہل بولا، کیا یہ بات آپ پوری قوم کے سامنے کہنے کے لئے تیار ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ ابوجہل نے کفار مکہ کو بلایا اور جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ کفار واقعہ سن کر تالیاں بجانے لگے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مذاق اڑانے لگے۔ ان قبائل میں شام کے تاجر بھی تھے انہوں نے بیت المقدس کو کئی بار دیکھا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا، ہمیں معلوم ہے کہ آپ آج تک بیت المقدس نہیں گئے۔ بتائیے! اس کے ستون اور دروازے کتنے ہیں؟ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ یکا یک بیت المقدس کی پوری عمارت میرے سامنے آگئی وہ جو سوال کرتے میں جواب دیتا جاتا تھا مگر پھر بھی انہوں نے اس واقعہ کو سچا نہ مانا۔

جب حضور ﷺ مسجد اقصیٰ کے بارے میں جواب دے چکے تو کفار مکہ حیران ہو کر کہنے لگے مسجد اقصیٰ کا نقشہ تو آپ نے ٹھیک ٹھیک بتا دیا لیکن ذرا یہ بتائیے کہ مسجد اقصیٰ جاتے یا آتے ہوئے ہمارا قافلہ آپ کو راستے میں ملا ہے یا نہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک قافلہ مقام روحاء پر گزرا، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ اسے تلاش کر رہے تھے اور ان کے پالان میں پانی کا بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ مجھے پیاس لگی تو میں نے پیالہ اٹھا کر اس کا پانی پی لیا۔ پھر اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا جیسے وہ رکھا ہوا تھا۔ جب وہ لوگ آئیں تو ان سے دریافت کرنا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے پالان کی طرف واپس آئے تو کیا انہوں نے اس پیالہ میں پانی پایا تھا یا نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہ بہت بڑی نشانی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں فلاں قافلے پر بھی گزرا۔ دو آدمی مقام ذی طویٰ میں ایک اونٹ پر سوار تھے ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا اور وہ دونوں سوار گر پڑے۔ ان میں فلاں شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ جب وہ آئیں تو ان دونوں سے یہ بات پوچھ لینا۔ انہوں نے کہا اچھا یہ دوسری نشانی ہوئی۔ ر24

حوالہ جات سبق نمبر | 8 |

(1) معراج النبوۃ
(2) بخاری شریف جلد اول صفحہ:568
(3) مسلم شریف جلد اول صفحہ:92
(4) فتح الباری جلد:13، صفحہ:610
(5) معارج النبوۃ، صفحہ:601)
(6) معارج النبوۃ، ص606
(7) بنی اسرائیل، 1:17
(8) تفسیر ابن کثیر جلد3، ص7

(9) درمنثور، جلد6،ص126
(10) روح البیان، جلد خامس، صفحہ:221
(11) النجم:6،7
(12) (عرفان القرآن)
(13) (النجم:8،9)
(14) عرفان القرآن
(15) (روح البیان
(16) النجم:10
(17) عرفان القرآن
(18) (النجم:11)
(19) (النجم:17
(20) (النجم:18
(21) عرفان القرآن
(22) تفسیر ابن کثیر، جلد سوئم صفحہ:32)
(24) (تفسیر مظہری)

مشق سبق نمبر | 8 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا؟

....

....

2. سفرِ معراج سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمل پیش آیا؟

....

....

3. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آسمان پر کن کن نبیوں سے ملاقات ہوئی؟

....

....

4. معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا یا بیداری میں؟

....

....

5. اللہ نے شبِ معراج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کونسا تحفہ عطا کیا؟

....

....

6. کفار نے واقعہ معراج سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کیا جواب دیا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. ان کا ایک گم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ اسے تلاش کر رہے تھے

☐ گدھا ☐ گھوڑا ☐ اونٹ ☐ خچر

2. صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائے۔

☐ خانہ کعبہ ☐ گھر ☐ مسجد ☐ باہر

3. چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا

☐ عیسیٰ علیہ السلام ☐ موسیٰ علیہ السلام ☐ یوسف علیہ السلام ☐ ہارون علیہ السلام

4. قیامت کے دن پر آپ کی امت کے لئے بازو پھیلا سکوں

☐ حوض کوثر ☐ پل صراط ☐ ترازو ☐ جنت

5. حضرت جبرائیل علیہ السلام دے رہے ہیں

☐ اذان ☐ اقامت ☐ دعا

6. اسی دن کے واسطے میں نے تجھے سے پیدا کیا تھا

☐ مشک ☐ کافور ☐ عنبر ☐ زیتون

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

دوسرا کالم	پہلا کالم
اس واقعہ کا ذکر اپنی چچازاد بہن ام ہانی سے فرمایا	ایک قافلہ مقام روحاء پر گزرا،
ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا	حضور سرورِ کونین ﷺ نے صبح ہوتے ہی
اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔	رسول اللہ ﷺ پھر تشریف لے گئے
اور دس نمازیں کم کرالیں	بے شک انہوں نے (معراج کی شب)
یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔	حضور سید عالم ﷺ نے افق اعلیٰ
کہ حضور یہاں اتر کر دو رکعت نفل ادا کیجئے	حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے ہیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. دو آدمی مقام .... میں ایک اونٹ پر سوار تھے۔
2. ان قبائل میں شام کے تاجر بھی تھے انہوں نے .... کو کئی بار دیکھا تھا۔
3. رسول اللہ ﷺ پھر تشریف لے گئے اور .... نمازیں کم کرالیں۔
4. حضرت سید المرسلین ﷺ کو اپنے .... کا اعزاز بخشا۔
5. جہاں شہباز .... کے بازو تھک جائیں
6. من معک تمہارے ساتھ .... ہے؟

قبائل العرب

مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب ہے۔ جب حضور ﷺ نے اس شہر میں سکونت فرمائی تو اس کا نام "مدینۃ النبی" (نبی کا شہر) پڑ گیا۔ پھر یہ نام مختصر ہو کر "مدینہ" مشہور ہو گیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ بہت پرانا شہر ہے۔ حضور ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا تو اس شہر میں عرب کے دو قبیلے "اوس" اور "خزرج" اور کچھ "یہودی" آباد تھے۔ اوس وخزرج کفارِ مکہ کی طرح "بت پرست" اور یہودی "اہل کتاب" تھے۔ اوس وخزرج پہلے تو بڑے اتفاق واتحاد کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے مگر پھر عربوں کی فطرت کے مطابق ان دونوں قبیلوں میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ آخری لڑائی جو تاریخ عرب میں "جنگ بعاث" کے نام سے مشہور ہے اس قدر ہولناک اور خونریز ہوئی کہ اس لڑائی میں اوس وخزرج کے تقریباً تمام نامور بہادر لڑ بھڑ کر کٹ مر گئے اور یہ دونوں قبیلے بے حد کمزور ہو گئے۔ یہودی اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے مگر چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھے اس لئے اوس وخزرج ہمیشہ یہودیوں کی علمی برتری سے مرعوب اور ان کے زیر اثر رہتے تھے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد رسولِ رحمت ﷺ کی مقدس تعلیم و تربیت کی بدولت اوس وخزوج کے تمام پرانے اختلافات ختم ہو گئے اور یہ دونوں قبیلے شیر وشکر کی طرح مل جل کر رہنے لگے۔ اور چونکہ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کی اپنے تن من دھن سے بے پناہ امداد ونصرت کی اس لئے حضور ﷺ نے ان خوش بختوں کو "انصار" کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور قرآن کریم نے بھی ان جاں نثاران اسلام کی نصرت رسول و امدادِ مسلمین پر ان

خوش نصیبوں کی مدح وثنا کا جا بجا خطبہ پڑھا اور از روئے شریعت انصار کی محبت اور ان کی جناب میں حسن عقیدت تمام اُمت مسلمہ کیلئے لازم الایمان اور واجب العمل قرار پائی۔

مدینہ میں اسلام کیونکر پھیلا

انصار گو بت پرست تھے مگر یہودیوں کے میل جول سے اتنا جانتے تھے کہ نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے اور مدینہ کے یہودی اکثر انصار کے دونوں قبیلوں اوس وخزرج کو دھمکیاں بھی دیا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان کے ظہور کے وقت ہم ان کے لشکر میں شامل ہو کر تم بت پرستوں کو دنیا سے نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ اس لئے نبی آخر الزمان کی تشریف آوری کا یہود اور انصار دونوں کو انتظار تھا۔

مسجد العقبہ

۱۱ نبوی میں حضور ﷺ معمول کے مطابق حج میں آنے والے قبائل کو دعوت اسلام دینے کے لئے منیٰ کے میدان میں تشریف لے گئے اور قرآنِ مجید کی آیتیں سنا سنا کر لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمانے لگے۔ حضور ﷺ منیٰ میں عقبہ (گھاٹی) کے پاس جہاں آج "مسجد العقبہ" ہے تشریف فرما تھے کہ قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے ان کا نام ونسب پوچھا۔ پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جس سے یہ لوگ بے حد متاثر ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر واپسی میں یہ کہنے لگے کہ یہودی جس نبی آخر الزمان کی خوشخبری دیتے

رہے ہیں یقیناً وہ نبی یہی ہیں۔ لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔ یہ کہہ کر سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے اور مدینہ جا کر اپنے اہل خاندان اور رشتہ داروں کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں۔ 1 حضرت عقبہ بن عامر بن نابی۔ 2 حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ 3 حضرت عوف بن حارث 4 حضرت رافع بن مالک 5 حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ 6 حضرت جابر بن عبد اللہ بن ریاب رضی اللہ عنہم۔ [1]

بیعت عقبہ اولیٰ

دوسرے سال سن ۱۲ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے بارہ اشخاص منیٰ کی اسی گھاٹی میں چھپ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور ﷺ سے بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام "بیعت عقبہ اولیٰ" ہے۔

ساتھ ہی ان لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ درخواست بھی کی کہ احکامِ اسلام کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھی ان لوگوں کے ساتھ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔

وہ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اور روزانہ ایک دو نئے آدمی آغوش اسلام میں آنے لگے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ مدینہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بہت ہی بہادر اور بااثر شخص تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی تو انہوں نے پہلے تو اسلام سے نفرت و بیزاری ظاہر کی مگر جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو قرآنِ مجید پڑھ کر سنایا تو ایک دم اُن کا دل پسیج گیا اور اس قدر متاثر ہوئے کہ سعادتِ ایمان سے سرفراز ہو گئے۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ "اوس" بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

اس کے ایک سال بعد سن ۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی اسی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

انہوں نے مدینہ والوں سے کہا کہ دیکھو! محمد ﷺ اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں۔ ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔ اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہشمند ہو تو سن لو! اگر

مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ "ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔" حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ نے بات کاٹتے ہوئے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ہم لوگوں کے یہودیوں سے پرانے تعلقات ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے مسلمان ہو جانے کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں

گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمائے تو آپ ہم لوگوں کو چھوڑ کر اپنے وطن مکہ چلے جائیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ تم لوگ اطمینان رکھو کہ "تمہارا خون میرا خون ہے" اور یقین کرو "میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔" ر2

جب انصار یہ بیعت کر رہے تھے تو حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے یا حضرت عباس بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے بھائیو! تمہیں یہ بھی خبر ہے؟ کہ تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ خوب سمجھ لو کہ یہ عرب وعجم کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ انصار نے طیش میں آکر نہایت ہی پر جوش لہجے میں کہا کہ ہاں! ہاں! ہم لوگ اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بیعت ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے اس جماعت میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا۔ ان میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اشخاص قبیلہ اوس کے تھے جن کے مبارک نام یہ ہیں۔

1 حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ 2 حضرت سعد بن ربیع 3 حضرت عبداللہ بن رواحہ 4 حضرت رافع بن مالک 5 حضرت براء بن معرور 6 حضرت عبداللہ بن عمرو 7 حضرت سعد بن عبادہ 8 حضرت منذر بن عمر 9 حضرت عبادہ بن ثابت۔ یہ نو آدمی قبیلہ خزرج کے ہیں۔ 10 حضرت اُسید بن حضیر 11 حضرت سعد بن خیثمہ 12 حضرت ابوالہیثم بن تیہان۔ یہ تین شخص قبیلہ اوس کے ہیں۔ (رضی اللہ عنہم) ر3

اس کے بعد یہ تمام حضرات اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کے وقت جب قریش کو اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گئے اور ان لوگوں نے ڈانٹ کر مدینہ والوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر محمد (ﷺ) سے بیعت کی ہے؟ انصار کے کچھ ساتھیوں نے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

یہ سن کر قریش واپس چلے گئے مگر جب تفتیش وتحقیقات کے بعد کچھ انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش غیظ وغضب میں آپے سے باہر ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے تعاقب کیا مگر قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کو نہیں پکڑ سکے۔ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا مگر جب جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ کو پتہ چلا تو ان دونوں نے قریش کو سمجھایا کہ خدا کے لئے سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) کو فوراً چھوڑ دو ورنہ تمہاری ملکِ شام کی تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ یہ سن کر قریش نے حضرت سعد بن عبادہ کو قید سے رہا کر دیا اور وہ بخیریت مدینہ پہنچ گئے۔ ر4

ہجرت مدینہ

مدینہ منورہ میں جب اسلام اور مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ مل گئی تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو عام اجازت دے دی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے لوگ بھی مدینہ روانہ ہونے لگے۔ جب کفار قریش کو پتہ چلا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی مگر چھپ چھپ کر لوگوں نے ہجرت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بہت سے صحابہ کرام مدینہ منورہ چلے گئے۔ صرف وہی حضرات مکہ میں رہ گئے جو یا تو کافروں کی قید میں تھے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے مجبور تھے۔

حضورِ اقدس ﷺ کو چونکہ ابھی تک خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا تھا اس لئے آپ ﷺ مکہ ہی میں مقیم رہے اور حضرتِ ابوبکر صدیق اور حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو بھی آپ نے روک لیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں شمع نبوت کے پروانے بھی آپ ہی کے ساتھ مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

کفار کانفرنس

جب مکہ کے کافروں نے یہ دیکھ لیا کہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے اور مدینہ جانے والے مسلمانوں کو انصار نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو کفار مکہ کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد (ﷺ) بھی مدینہ چلے جائیں اور وہاں سے اپنے حامیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خطرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کفار مکہ نے اپنے دارالندوہ (پنچائت گھر) میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی۔ اور یہ کفار مکہ کا ایسا زبردست نمائندہ اجتماع تھا کہ مکہ کا کوئی بھی ایسا دانشور اور بااثر شخص نہ تھا جو اس کانفرنس میں شریک نہ ہوا ہو۔

خصوصیت کے ساتھ ابوسفیان، ابوجہل، عتبہ، جبیر بن مطعم، نضر بن حارث، ابوالبختری، زمعہ بن اسود، حکیم بن حزام، اُمیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ تمام سردارانِ قریش اس مجلس میں موجود تھے۔ شیطانِ لعین بھی کمبل اوڑھے ایک بزرگ شیخ کی صورت میں آ گیا۔ قریش کے سرداروں نے نام و نسب پوچھا تو بولا کہ میں "شیخ نجد" ہوں اس لئے اس کانفرنس میں آ گیا ہوں کہ میں تمہارے معاملہ میں اپنی رائے بھی پیش کر دوں۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے ابلیس کو بھی اپنی کانفرنس میں شریک کر لیا اور کانفرنس کی کارروائی شروع ہو گئی۔ جب حضور ﷺ کا معاملہ پیش ہوا تو ابوالبختری نے یہ رائے دی کہ ان کو کسی کوٹھری میں بند کر کے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور ایک سوراخ سے کھانا

پانی ان کو دے دیا کرو۔ شیخ نجدی (شیطان) نے کہا کہ یہ رائے اچھی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم لوگوں نے ان کو کسی مکان میں قید کر دیا تو یقیناً ان کے جاں نثار اصحاب کو اس کی خبر لگ جائے گی اور وہ اپنی جان پر کھیل کر ان کو قید سے چھڑا لیں گے۔

ابو الاسود ربیعہ بن عمرو عامری نے یہ مشورہ دیا کہ ان کو مکہ سے نکال دو تا کہ یہ کسی دوسرے شہر میں جا کر رہیں۔ اس طرح ہم کو ان کے قرآن پڑھنے اور ان کی تبلیغ اسلام سے نجات مل جائے گی۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے بگڑ کر کہا کہ تمہاری اس رائے پر لعنت، کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام میں کتنی مٹھاس اور تاثیر و دل کشی ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم لوگ ان کو شہر بدر کر کے چھوڑ دو گے تو یہ پورے ملک عرب میں لوگوں کو قرآن سنا سنا کر تمام قبائل عرب کو اپنا تابع فرمان بنا لیں گے اور پھر اپنے ساتھ ایک عظیم لشکر کو لے کر تم پر ایسی یلغار کر دیں گے کہ تم ان کے مقابلہ سے عاجز و لاچار ہو جاؤ گے اور پھر بجز اس کے کہ تم ان کے غلام بن کر رہو کچھ بنائے نہ بنے گی اس لئے ان کو جلاوطن کرنے کی تو بات ہی مت کرو۔

ابو جہل بولا کہ صاحبو! میرے ذہن میں ایک رائے ہے جو اب تک کسی کو نہیں سوجھی یہ سن کر سب کے کان کھڑے ہو گئے اور سب نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ کہیے وہ کیا ہے؟ تو ابو جہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک مشہور بہادر تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہو اور سب یکبارگی حملہ کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالیں۔ اس تدبیر سے خون کرنے کا جرم تمام قبیلوں کے سر پر رہے گا۔ ظاہر ہے کہ خاندان بنو ہاشم اس خون کا بدلہ لینے کے لئے تمام قبیلوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا یقیناً وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ مل جل کر آسانی کے ساتھ خون بہا کی رقم ادا کر دیں گے۔ ابو جہل کی یہ خونی تجویز سن کر شیخ نجدی مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور کہا کہ بے شک یہ تدبیر بالکل درست ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام شرکاء کانفرنس نے اتفاق رائے سے اس تجویز کو پاس کر دیا اور مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی اور ہر شخص یہ خوفناک عزم لے کر اپنے اپنے گھر چلا گیا۔ خداوند قدوس نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾﴾ ر5

(اے محبوب یاد کیجیے) جس وقت کفار آپ کے بارے میں خفیہ تدبیر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں یہ لوگ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ کی پوشیدہ تدبیر سب سے بہتر ہے۔

ہجرتِ رسول ﷺ کا واقعہ

جب کفار حضور ﷺ کے قتل پر اتفاق کر کے کانفرنس ختم کر چکے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رب العالمین کا حکم لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب! آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ عین دوپہر کے وقت حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سب گھر والوں کو ہٹا دو کچھ مشورہ کرنا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان یہاں آپ کی اہلیہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی شادی ہو چکی تھی) حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت فرما دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! مجھے بھی ہمراہی کا شرف عطا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار مہینے سے دو اونٹنیاں ببول کی پتی کھلا کھلا کر تیار کی تھیں کہ ہجرت کے وقت یہ سواری کے کام آئیں گی۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ان میں سے ایک اونٹنی آپ قبول فرمالیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبول ہے مگر میں اس کی قیمت دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بادل ناخواستہ فرمان رسالت سے مجبور ہو کر اس کو قبول کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت بہت کم عمر تھیں لیکن ان کی بڑی بہن حضرت بی بی اسماء رضی اللہ عنہا نے سامان سفر درست کیا اور توشہ دان میں کھانا رکھ کر اپنی کمر کے پٹکے کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیے۔ ایک سے توشہ دان کو باندھا اور دوسرے سے مشک کا منہ باندھا۔ یہ وہ قابل فخر شرف ہے جس کی بنا پر ان کو "ذات النطاقین" (دو پٹکے والی) کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک کافر کو جس کا نام "عبد اللہ بن اُرَیقِط" تھا جو راستوں کا ماہر تھا راہ نمائی کے لئے اُجرت پر نوکر رکھا اور ان دونوں اونٹنیوں کو اس کے سپرد کر کے فرمایا کہ تین راتوں کے بعد وہ ان دونوں اونٹنیوں کو لے کر "غارِ ثور" کے پاس آجائے۔ یہ سارا انتظام کر لینے کے بعد حضور ﷺ اپنے مکان پر تشریف لائے۔ ر6

کاشانۂ نبوت کا محاصرہ

کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق کاشانۂ نبوت کو گھیر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ حضور ﷺ سو جائیں تو ان پر قاتلانہ حملہ کیا جائے۔ اس وقت گھر میں حضور ﷺ کے پاس صرف علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ کفار مکہ اگرچہ رحمت عالم ﷺ کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود حضور ﷺ کی امانت و دیانت پر کفار کو اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و سامان کو حضور ﷺ کے پاس امانت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی بہت سی امانتیں کاشانۂ نبوت میں تھیں۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو سونپ کر مدینہ چلے آنا۔

یہ بڑا ہی خوفناک اور بڑے سخت خطرہ کا موقع تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کفارِ مکہ حضور ﷺ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں مگر حضورِ اقدس ﷺ کے اس فرمان سے کہ تم قریش کی ساری امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین کامل تھا کہ میں زندہ رہوں گا اور مدینہ پہنچوں گا اس لئے رسول اللہ ﷺ کا بستر جو آج کانٹوں کا بچھونا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا اور آپ رضی اللہ عنہ بستر پر صبح تک آرام کے ساتھ میٹھی میٹھی نیند سوتے رہے۔ اپنے اسی کارنامے پر فخر کرتے ہوئے شیر خدا نے اپنے اشعار میں فرمایا کہ

وَقَيْتُ بِنَفْسِيْ خَيْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرٰي
وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ وَ بِالْحَجَرِ

میں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس ذات گرامی کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں اور خانہ کعبہ و حطیم کا طواف کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر اور بلند مرتبہ ہیں۔

رَسُوْلُ اِلٰه خَافَ اَنْ يَّمْكُرُوْا بِه
فَنَجَّاه ذُوالطَّوْلِ الْاِلٰه مِنَ الْمَكْرِ

رسول خدا ﷺ کو یہ اندیشہ تھا کہ کفار مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچا لیا۔ ر7

حضورِ اقدس ﷺ نے بستر نبوت پر جان ولایت کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورہ یٰس کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے نبوت خانہ سے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر

خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے ۔ نہ کسی کونظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی ۔ ایک دوسرا شخص جو اس مجمع میں موجود نہ تھا اس نے ان لوگوں کو خبر دی کہ محمد (ﷺ) تو یہاں سے نکل گئے اور چلتے وقت تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں ۔ چنانچہ ان کور بختوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو واقعی ان کے سروں پر خاک اور دھول پڑی ہوئی تھی ۔

رحمت عالم ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام " حزورہ " کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ " کعبہ " کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے ۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی ۔ وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور ﷺ کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات " غارِ ثور " پہنچے ۔ ر8

غارِ ثور

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا ۔ پھر حضور اکرم ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا ۔ سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا مگر حضرت صدیق جاں نثار رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم ﷺ کے خوابِ راحت میں خلل نہ پڑ جائے مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرورِ کائنات کے رخسار پر نثار ہو گئے ۔ جس سے رحمتِ عالم ﷺ بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے پوچھا ابوبکر ! کیا ہوا ؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ﷺ مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے ۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا ۔ حضورِ اقدس ﷺ تین رات اس غار میں رونق افروز رہے ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جوان فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روزانہ رات کو غار کے منہ پر سوتے اور صبح سویرے ہی مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا تدبیریں کر رہے ہیں ؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر حضور ﷺ سے

عرض کر دیتے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کچھ رات گئے چراگاہ سے بکریاں لے کر غار کے پاس آجاتے اور ان بکریوں کا دودھ دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یار غار پی لیتے تھے۔ ر9

سو اونٹ کا انعام

اُدھر اہل مکہ نے اشتہار دے دیا تھا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام ملے گا۔ اس گراں قدر انعام کے لالچ میں بہت سے لالچی لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کر دی اور کچھ لوگ تو منزلوں دور تک تعاقب میں گئے۔

اُمِ معبد کی بکری

دوسرے روز مقام قدید میں اُمِ معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے مکان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ اُمِ معبد ایک ضعیفہ عورت تھی جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھی رہا کرتی تھی اور مسافروں کو کھانا پانی دیا کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کھانا خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس کے خیمہ کے ایک جانب ایک بہت ہی لاغر بکری ہے۔ دریافت فرمایا کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُمِ معبد نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو میں اس کا دودھ دوہ لوں۔ اُمِ معبد نے اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم اللہ" پڑھ کر جو اس کے تھن کو ہاتھ لگایا تو اس کا تھن دودھ سے بھر گیا اور اتنا دودھ نکلا کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور اُمِ معبد کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد اور ان کے خاوند دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ر10

روایت ہے کہ اُمِ معبد کی یہ بکری ۱۸ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب "عام الرماد" کا سخت قحط پڑا کہ تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا اس وقت بھی یہ بکری صبح و شام برابر دودھ دیتی رہی۔ ر11

سراقہ کا گھوڑا

جب اُمِ معبد کے گھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہوئے تو مکہ کا ایک مشہور شہسوار سراقہ بن مالک بن جعشم تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کرتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا مگر سو اونٹوں کا انعام کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ انعام کے لالچ نے اسے دوبارہ اُبھارا اور وہ حملہ کی نیت سے آگے بڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں اس کے گھوڑے کا پاؤں گھٹنوں تک زمین

میں دھنس گیا۔ سراقہ یہ معجزہ دیکھ کر خوف و دہشت سے کانپنے لگا اور امان! امان! پکارنے لگا۔ رسول اکرم ﷺ کا دل رحم و کرم کا سمندر تھا۔ سراقہ کی لاچاری اور گریہ زاری پر آپ ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ دعا فرما دی تو زمین نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد سراقہ نے عرض کیا کہ مجھ کو امن کا پروانہ لکھ دیجیے۔ حضور ﷺ کے حکم سے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے سراقہ کے لئے امن کی تحریر لکھ دی۔ سراقہ نے اس تحریر کو اپنے ترکش میں رکھ لیا اور واپس لوٹ گیا۔ راستہ میں جو شخص بھی حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کرتا تو سراقہ اس کو یہ کہہ کر لوٹا دیتے کہ میں نے بڑی دور تک بہت زیادہ تلاش کیا مگر آنحضرت ﷺ اس طرف نہیں ہیں۔ واپس لوٹتے ہوئے سراقہ نے کچھ سامان سفر بھی حضور ﷺ کی خدمت میں بطور نذرانہ کے پیش کیا مگر آنحضرت ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔ ر12

بریدہ اسلمی کا جھنڈا

جب حضور ﷺ مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو "بریدہ اسلمی" قبیلۂ بنی سہم کے ستر سواروں کو ساتھ لے کر اس لالچ میں آپ ﷺ کی گرفتاری کے لئے آئے کہ قریش سے ایک سو اونٹ انعام مل جائے گا۔ مگر جب حضور ﷺ کے سامنے آئے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ جمال و جلال نبوت کا ان کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ فوراً ہی کلمہ شہادت پڑھ کر دامن اسلام میں آ گئے اور کمال عقیدت سے یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ! ﷺ میری تمنا ہے کہ مدینہ میں حضور کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے، یہ کہا اور اپنا عمامہ سر سے اتار کر اپنے نیزہ پر باندھ لیا اور حضور اقدس ﷺ کے علمبردار بن کر مدینہ تک آگے آگے چلتے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ مدینہ میں کہاں اتریں گے تاجدار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہے۔ ر13

حضرت زبیر کے بیش قیمت کپڑے

اس سفر میں حسن اتفاق سے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی جو حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔ یہ ملک شام سے تجارت کا سامان لے کر آ رہے تھے۔ انہوں نے حضور انور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چند نفیس کپڑے بطور نذرانہ کے پیش کیے جن کو تاجدار دو عالم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول فرمالیا۔ ر14

شہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی خبر چونکہ مدینہ میں پہلے سے پہنچ چکی تھی اور عورتوں بچوں تک کی زبانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا چرچا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ آپ کے دیدار کے لئے انتہائی مشتاق و بے قرار تھے۔ روزانہ صبح سے نکل نکل کر شہر کے باہر سراپا انتظار بن کر استقبال کے لئے تیار رہتے تھے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ ایک دن اپنے معمول کے مطابق اہل مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ دیکھ کر واپس جا چکے تھے کہ ناگہاں ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری مدینہ کے قریب آن پہنچی ہے۔ اس نے بہ آواز بلند پکارا کہ اے مدینہ والو! لو تم جس کا روزانہ انتظار کرتے تھے وہ کاروانِ رحمت آ گیا۔ یہ سن کر تمام انصار بدن پر ہتھیار سجا کر اور وجد و شادمانی سے بے قرار ہو کر دونوں عالم کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور نعرہ تکبیر کی آوازوں سے تمام شہر گونج اُٹھا۔ [15]

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جہاں آج "مسجد قبا" بنی ہوئی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہوئے اور قبیلۂ عمرو بن عوف کے خاندان میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ اہل خاندان نے اس فخر و شرف پر کہ دونوں عالم کے میزبان ان کے مہمان بنے اللہ اکبر کا پر جوش نعرہ مارا۔ چاروں طرف سے انصار جوشِ مسرت میں آتے اور بارگاہ رسالت میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے وہ لوگ بھی اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حکم نبوی کے مطابق قریش کی امانتیں واپس لوٹا کر تیسرے دن مکہ سے چل پڑے تھے وہ بھی مدینہ آ گئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا اور حضرتِ کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والے ان تمام مقدس مہمانوں کی مہمان نوازی میں دن رات مصروف رہنے لگے۔ [16]

حوالہ جات سبق نمبر | 9 |

(1) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۱ و زرقانی ج ۱ ص ۳۱۰

(2) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۱۷ و سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۴۴۱ تا ۴۴۲

(3) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۱۷

(4) سیرتِ ابن ہشام ج ۴ ص ۴۴۹ تا ۴۵۰

(5) سورۃ انفال:30
(6) بخاری ج ۱ ص ۵۵۳ تا ۵۵۴ باب ہجرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
(7) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۲۲
(8) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۸
(9) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۳۹
(10) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۱
(11) زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۳۴۶
(12) بخاری باب ہجرۃ النبی ج ۱ ص ۵۵۴ و زرقانی ج ۱ ص ۳۴۶ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲
(13) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۲
(14) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳
(15) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳ وغیرہ
(16) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۳ و بخاری ج ۱ ص ۵۶۰

مشق سبق نمبر | 9 |

سوال نمبر 1 ذیل میں دیے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مسجد العقبہ ہے تشریف فرماتھے کہ قبیلۂ خزرج کے کون سے چھ آدمی تھے۔

....

....

2. قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو کس نے دعوت دی تھی۔

....

....

3. حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کی بات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا جواب دیا۔

....

....

4. بیعت ہوجانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے نقیب مقرر فرمائے۔

....

....

5. قریش کو انصار کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو قریش کیا معاملہ کیا۔

....

....

6. انصار کی بیعت کے وقت حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

❶ قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لائے

☐ مکہ ☐ مدینہ ☐ شام ☐ دمشق

❷ یہ تین شخص قبیلہٗ کے ہیں

☐ اوس ☐ خزرج ☐ بنونظیر ☐ بنوعباس

❸ اس جماعت میں سے آدمیوں کو نقیب (سردار) مقرر فرمایا

☐ بارہ ☐ چودہ ☐ دس ☐ پندرہ

❹ ہم لوگ کی گود میں پلے ہیں

☐ نیزوں ☐ تلواروں ☐ تیروں ☐ کمانوں

❺ تاریخ اسلام میں اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ہے۔

☐ ثانیہ ☐ اولیٰ ☐ اخری ☐ عشرۃ

❻ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ میں آکر کہنے لگے

☐ طیش ☐ جوش ☐ خوشی ☐ غصہ

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
قریش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو	اعلان جنگ ہے۔
خوب سمجھ لو کہ یہ عرب و عجم کے ساتھ	"اوس" بھی دامنِ اسلام میں آ گیا۔
ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر	ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے۔
ان کے مسلمان ہوتے ہی ان کا قبیلہ	اپنے ساتھ مکہ لائے اور ان کو قید کر دیا
پھر قرآن کی چند آیتیں سنا کر	تجارت خطرہ میں پڑ جائے گی
ورنہ تمہاری ملکِ شام کی	ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. قبیلۂ .... کے چھ آدمی آپ کے پاس آ گئے۔
2. لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ .... ہم سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کر لیں۔
3. .... کے ایک ایک گھر میں جا جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔
4. ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام کی .... کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔
5. تمہارا .... میرا .... ہے۔
6. صبح کے وقت جب .... کو اس کی اطلاع پہنچی۔

ہجرت کا پہلا سال

1 مسجد قباء

"قبا" میں سب سے پہلا کام ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ اس مقصد کے لیے حضور ﷺ نے حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی ایک زمین کو پسند فرمایا جہاں خاندان عمرو بن عوف کی کھجوریں سکھائی جاتی تھیں اسی جگہ آپ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج بھی "مسجد قباء" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی شان میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾[1]

یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر رکھی ہوئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جن کو پاکی بہت پسند ہے اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اس مبارک مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ خود حضور ﷺ بھی بنفس نفیس اپنے دست مبارک سے اتنے بڑے بڑے پتھر اُٹھاتے تھے کہ ان کے بوجھ سے جسم نازک خم ہو جاتا تھا اور اگر آپ ﷺ کے جاں نثار اصحاب میں سے کوئی عرض کرتا یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں آپ چھوڑ دیجیے ہم

اٹھائیں گے، تو حضور ﷺ اس کی دلجوئی کے لیے چھوڑ دیتے مگر پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے اور خود ہی اس کو لا کر عمارت میں لگاتے اور تعمیری کام میں جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آواز ملا کر حضور ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے کہ

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسْجِدَا
وَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّقَاعِدًا
وَلَا یَبِیْتُ اللَّیْلَ عَنْہُ رَاقِدًا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور سوتے ہوئے رات نہیں گزارتا۔ (2)

مسجد الجمعہ

چودہ یا چوبیس روز کے قیام میں مسجد قباء کی تعمیر فرما کر جمعہ کے دن آپ "قباء" سے شہر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں قبیلۂ بنی سالم کی مسجد میں پہلا جمعہ آپ ﷺ نے پڑھا۔ یہی وہ مسجد ہے جو آج تک "مسجد الجمعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل شہر کو خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جذبات شوق میں مشتاقانہ استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے ننہالی رشتہ دار "بنو النجار" ہتھیار لگائے "قباء" سے شہر تک دورویہ صفیں باندھے مستانہ وار چل رہے تھے۔ آپ راستہ میں تمام قبائل کی محبت کا شکریہ ادا کرتے اور سب کو خیر و برکت کی دعائیں دیتے ہوئے چلے جارہے تھے۔ شہر قریب آگیا تو اہل مدینہ کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور یہ استقبالیہ اشعار پڑھنے لگیں کہ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاعِیْ

ہم پر چاند طلوع ہو گیا وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک اللہ سے دعاء مانگنے والے دعا مانگتے رہیں۔

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ
اَنْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِیْنَۃَ مَرْحَبًا یَاخَیْرَ دَاعٍ

اے وہ ذات گرامی! جو ہمارے اندر مبعوث کئے گئے۔ آپ ﷺ وہ دین لائے جو اطاعت کے قابل ہے آپ نے

مدینہ کو شرف فرمادیا تو آپ کے لیے "خوش آمدید" ہے اے بہترین دعوت دینے والے۔

؎ فَلَبِسْنَا ثَوْبَ يَمَنٍ بَعْدَ تَلْفِيقِ الرِّقَاعِ
فَعَلَيْكَ اللهُ صَلّٰى مَا سَعٰى لِلّٰهِ سَاعِ

توہم لوگوں نے یمنی کپڑے پہنے حالانکہ اس سے پہلے پیوند جوڑ جوڑ کر کپڑے پہنا کرتے تھےتو آپ پر اللہ تعالیٰ اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے۔ جب تک اللہ کے لئے کوشش کرنے والے کوشش کرتے رہیں۔

مدینہ کی ننھی ننھی بچیاں جوشِ مسرت میں جھوم جھوم کر اور دف بجا بجا کر یہ گیت گاتی تھیں کہ

؎ نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارْ
يَاحَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارْ

ہم خاندان "بنوالنجار" کی بچیاں ہیں، واہ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہو گئے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے ان بچیوں کے جوش مسرت اور ان کی والہانہ محبت سے متاثر ہو کر پوچھا کہ اے بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ تو بچیوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ "جی ہاں! جی ہاں۔" یہ سن کر حضور ﷺ نے خوش ہو کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ "میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔" (3)

چھوٹے چھوٹے لڑکے اور غلام جھنڈ کے جھنڈ مارے خوشی کے مدینہ کی گلیوں میں حضور ﷺ کی آمد آمد کا نعرہ لگاتے ہوئے دوڑتے پھرتے تھے۔ صحابی رسول براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور انوار و تجلیات حضور سرورِ عالم ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے دن ظاہر ہوئے نہ اس سے پہلے کبھی ظاہر ہوئے تھے نہ اس کے بعد۔ (4)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان

تمام قبائل انصار جو راستہ میں تھے انتہائی جوش مسرت کے ساتھ اونٹنی کی مہار تھام کر عرض کرتے یا رسول اللہ! ﷺ آپ ہمارے گھروں کو شرف نزول بخشیں مگر آپ ان سب محبین سے یہی فرماتے کہ میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو جس جگہ خدا کو منظور ہو گا اسی جگہ میری اونٹنی بیٹھ جائے گی۔ چنانچہ جس جگہ آج مسجد نبوی شریف ہے اس کے پاس حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اُسی جگہ حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر میں لے گئے اور حضور ﷺ نے انہی کے مکان پر قیام فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اوپر کی منزل پیش کی مگر آپ ﷺ نے ملاقاتیوں کی آسانی کا لحاظ فرماتے ہوئے نیچے کی منزل کو پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ دونوں وقت آپ کے لئے کھانا بھیجتے اور آپ کا بچا ہوا کھانا تبرک سمجھ کر میاں بیوی کھاتے۔ کھانے میں جہاں حضور ﷺ کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا حصولِ برکت کے لئے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی جگہ سے لقمہ اُٹھاتے اور اپنے ہر قول و فعل سے بے پناہ ادب و احترام اور عقیدت و جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اُسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جونہی میری نظر جمالِ نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

اَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اے لوگو! سلام کا چرچا کرو اور کھانا کھلاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا دامن اسلام میں آجانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ 6

حضور کے اہل و عیال مدینہ میں

حضورِ اقدس ﷺ جب کہ ابھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان ہی میں تشریف فرما تھے آپ نے اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ بھیجا تا کہ یہ دونوں صاحبان اپنے ساتھ حضور ﷺ کے اہل و عیال کو مدینہ لائیں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات جا کر حضور ﷺ کی دو

صاحبزادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت بی بی سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو مدینہ لے آئے۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نہ آسکیں کیونکہ ان کے شوہر حضرت ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ میں روک لیا اور حضور ﷺ کی ایک صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ "حبشہ" میں تھیں۔ انہی لوگوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے سب گھر والوں کو ساتھ لے کر مکہ سے مدینہ آ گئے ان میں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں یہ سب لوگ مدینہ آ کر پہلے حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔ ر6

مسجد نبوی

اسی مسجد کا نام "مسجد نبوی" ہے۔ یہ مسجد ہر قسم کے دُنیوی تکلفات سے پاک اور اسلام کی سادگی کی سچی اور صحیح تصویر تھی، اس مسجد کی عمارتِ اوّل طول وعرض میں ساٹھ گز لمبی اور چوّن گز چوڑی تھی اور اس کا قبلہ بیت المقدس کی طرف بنایا گیا تھا مگر جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو مسجد کے شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کیا گیا۔ اس کے بعد مختلف زمانوں میں مسجد نبوی کی تجدید و توسیع ہوتی رہی۔

مسجد کے ایک کنارے پر ایک چبوترہ تھا جس پر کھجور کی پتیوں سے چھت بنا دی گئی تھی۔ اسی چبوترہ کا نام "صفہ" ہے جو صحابہ گھر بار نہیں رکھتے تھے وہ اسی چبوترہ پر سوتے بیٹھتے تھے اور یہی لوگ "اصحاب صفہ" کہلاتے ہیں۔ ر7

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھ سکیں اس لئے مسجد کی تعمیر نہایت ضروری تھی حضور ﷺ کی قیام گاہ کے قریب ہی "بنو النجار" کا ایک باغ تھا۔ آپ ﷺ نے مسجد تعمیر کرنے کے لئے اس باغ کو قیمت دے کر خریدنا چاہا۔ ان لوگوں نے یہ کہہ کر "یارسول اللہ! ﷺ ہم خدا ہی سے اس کی قیمت (اجر و ثواب) لیں گے۔" مفت میں زمین مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دی لیکن چونکہ یہ زمین اصل میں دو یتیموں کی تھی آپ ﷺ نے ان دونوں یتیم بچوں کو بلا بھیجا۔ ان یتیم بچوں نے بھی زمین مسجد کے لئے نذر کرنی چاہی مگر حضور سرورِ عالم ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے آپ نے اس کی قیمت ادا فرما دی۔

اس زمین میں چند درخت، کچھ کھنڈرات اور کچھ مشرکوں کی قبریں تھیں۔ آپ نے درختوں کے کاٹنے اور مشرکین

کی قبروں کو کھود کر پھینک دینے کا حکم دیا۔ پھر زمین کو ہموار کر کے خود آپ نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور کچی اینٹوں کی دیوار اور کھجور کے ستونوں پر کھجور کی پتیوں سے چھت بنائی جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جوش دلانے کے لئے ان کے ساتھ آواز ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم رجز کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ

اَللّٰھُمَّ لَاخَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُھَاجِرَۃ [8]

اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت ہی کی بھلائی ہے۔ لہٰذا اے اللہ! تو انصار و مہاجر کی بخشش فرما۔

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات

مسجد نبوی کے متصل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے حجرے بھی بنوائے۔ اس وقت تک حضرت بی بی سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھیں اس لئے دو ہی مکان بنوائے۔ جب دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آتی گئیں تو دوسرے مکانات بنتے گئے۔ یہ مکانات بھی بہت ہی سادگی کے ساتھ بنائے گئے تھے۔ دس دس ہاتھ لمبے چھ چھ، سات سات ہاتھ چوڑے کچی اینٹوں کی دیواریں، کھجور کی پتیوں کی چھت وہ بھی اتنی نیچی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا، دروازوں میں کواڑ بھی نہ تھے کمبل یا ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے۔ [9]

اللہ اکبر! یہ ہے شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کاشانہ نبوت جس کی آستانہ بوسی اور دربانی جبریل علیہ السلام کے لئے سرمایہ سعادت اور باعث افتخار تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ تھا کہ کفار مکہ ان کے ساتھ خفیہ چال چل جائیں گے مگر خداوند مہربان نے ان کو کافروں کی خفیہ تدبیر سے بچا لیا۔

اللہ اللہ! وہ شہنشاہ کونین جس کو خالق کائنات نے اپنا مہمان بنا کر عرش اعظم پر مسند نشین بنایا اور جس کے سر پر اپنی محبوبیت کا تاج پہنا کر زمین کے خزانوں کی کنجیاں جس کے ہاتھوں میں عطا فرما دیں اور جس کو کائنات عالم میں قسم قسم کے تصرفات کا مختار بنا دیا، جس کی زَبان کا ہر فرمان کن کی کنجی، جس کی نگاہ کرم کے ایک اشارہ نے ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں میں اونٹوں کی مہار رہتی تھی انہیں اقوامِ عالم کی قسمت کی لگام عطا فرما دی۔ اللہ اکبر! وہ تاجدار رسالت جو سلطان دارین اور شہنشاہ کونین ہے اس کی حرم سرا کا یہ عالم! اے سورج! بول، اے چاند! بتا تم دونوں نے اس زمین کے بے شمار چکر لگائے ہیں مگر کیا تمہاری آنکھوں نے ایسی سادگی کا کوئی منظر کبھی بھی اور کہیں بھی دیکھا ہے؟

مہاجرین کے گھر

مہاجرین جو اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے گئے تھے، ان لوگوں کی سکونت کے لئے بھی حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے قرب وجوار ہی میں انتظام فرمایا۔ انصار نے بہت بڑی قربانی دی کہ نہایت فراخ دلی کے ساتھ اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنے مکانات اور زمینیں دیں اور مکانوں کی تعمیرات میں ہر قسم کی امداد بہم پہنچائی جس سے مہاجرین کی آبادکاری میں بڑی سہولت ہوگئی۔

سب سے پہلے جس انصاری نے اپنا مکان حضور ﷺ کو بطور ہبہ کے نذر کیا اس خوش نصیب کا نام نامی حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہے، چنانچہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات حضرت حارثہ بن نعمان ہی کی زمین میں بنائے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رُخصتی

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح تو ہجرت سے قبل ہی مکہ میں ہو چکا تھا مگر ان کی رُخصتی ہجرت کے پہلے ہی سال مدینہ میں ہوئی۔ حضور ﷺ نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت ولیمہ فرمائی۔ [10]

اذان کی ابتداء

مسجد نبوی کی تعمیر تو مکمل ہوگئی مگر لوگوں کو نمازوں کے وقت جمع کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے نماز باجماعت کا انتظام ہوتا، اس سلسلہ میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، بعض نے نمازوں کے وقت آگ جلانے کا مشورہ دیا، بعض نے ناقوس بجانے کی رائے دی مگر حضورِ اقدس ﷺ نے غیر مسلموں کے ان طریقوں کو پسند نہیں فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر نماز کے وقت کسی آدمی کو بھیج دیا جائے جو پوری مسلم آبادی میں نماز کا اعلان کردے۔ حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ نمازوں کے وقت لوگوں کو پکار دیا کریں۔ چنانچہ وہ ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کہہ کر پانچوں نمازوں کے وقت اعلان کرتے تھے، اسی درمیان میں ایک صحابی حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اذان شرعی کے الفاظ کوئی سنا رہا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کو بھی اسی قسم کے خواب نظر آئے۔ حضور ﷺ نے اس کو منجانب اللہ سمجھ کر قبول فرمایا اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم بلال کو اذان کے کلمات سکھا دو کیونکہ وہ تم

سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ چنانچہ اسی دن سے شرعی اذان کا طریقہ جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا شروع ہوگیا۔ ۱۱

انصار و مہاجر بھائی بھائی

حضرات مہاجرین چونکہ انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں بالکل خالی ہاتھ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر مدینہ آئے تھے اس لئے پردیس میں مفلسی کے ساتھ وحشت و بیگانگی اور اپنے اہل وعیال کی جدائی کا صدمہ محسوس کرتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ انصار نے ان مہاجرین کی مہمان نوازی اور دل جوئی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن مہاجرین دیر تک دوسروں کے سہارے زندگی بسر کرنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ ہمیشہ سے اپنے دست و بازو کی کمائی کھانے کے خوگر تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ مہاجرین کی پریشانی کو دور کرنے اور ان کے لئے مستقل ذریعۂ معاش مہیا کرنے کے لئے کوئی انتظام کیا جائے۔ اس لئے حضورِ اکرم ﷺ نے خیال فرمایا کہ انصار و مہاجرین میں رشتہ اخوت (بھائی چارہ) قائم کر کے ان کو بھائی بھائی بنا دیا جائے تا کہ مہاجرین کے دلوں سے اپنی تنہائی اور بے کسی کا احساس دور ہو جائے اور ایک دوسرے کے مددگار بن جانے سے مہاجرین کے ذریعۂ معاش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ایک دن حضور ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا اس وقت تک مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی۔ حضور علیہ السلام نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں پھر مہاجرین و انصار میں سے دو دو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔

حضور ﷺ کے ارشاد فرماتے ہی یہ رشتہ اخوت بالکل حقیقی بھائی جیسا رشتہ بن گیا۔ چنانچہ انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر اپنے گھر کی ایک ایک چیز سامنے لا کر رکھ دی اور کہہ دیا کہ آپ ہمارے بھائی ہیں اس لئے سب سامان میں آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔ حد ہوگئی کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری جو حضرت عبدالرحمن بن عوف مہاجر کے بھائی قرار پائے تھے ان کی دو بیویاں تھیں، حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری ایک بیوی جسے آپ پسند کریں میں اس کو طلاق دے دوں اور آپ اس سے نکاح کر لیں۔

اللہ اکبر! اس میں شک نہیں کہ انصار کا یہ ایثار ایک ایسا بے مثال شاہکار ہے کہ اقوام عالم کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی مگر مہاجرین نے کیا طرز عمل اختیار کیا یہ بھی ایک قابل تقلید تاریخی کارنامہ ہے۔ حضرت

سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کی اس مخلصانہ پیشکش کو سن کر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شکریہ کے ساتھ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ یہ سب مال ومتاع اور اہل وعیال آپ کو مبارک فرمائے مجھے تو آپ صرف بازار کا راستہ بتا دیجیے۔ انہوں نے مدینہ کے مشہور بازار قینقاع کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بازار گئے اور کچھ گھی، کچھ پنیر خرید کر شام تک بیچتے رہے۔ اسی طرح روزانہ وہ بازار جاتے رہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کافی مالدار ہو گئے اور ان کے پاس اتنا سرمایہ جمع ہو گیا کہ انہوں نے شادی کر کے اپنا گھر بسا لیا۔ جب یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو کتنا مہر دیا؟ عرض کیا کہ پانچ درہم برابر سونا۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں عطا فرمائے تم دعوتِ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔ 12

اور رفتہ رفتہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تجارت میں اتنی خیر وبرکت اور ترقی ہوئی کہ خود ان کا قول ہے کہ "میں مٹی کو چھو دیتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے" منقول ہے کہ ان کا سامان تجارت سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا اور جس دن مدینہ میں ان کا تجارتی سامان پہنچتا تھا تو تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔ 13

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرح دوسرے مہاجرین نے بھی دکانیں کھول لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ "قینقاع" کے بازار میں کھجوروں کی تجارت کرنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت میں مشغول ہو گئے تھے۔ دوسرے مہاجرین نے بھی چھوٹی بڑی تجارت شروع کر دی۔ غرض باوجودیکہ مہاجرین کے لئے انصار کا گھر مستقل مہمان خانہ تھا مگر مہاجرین زیادہ دنوں تک انصار پر بوجھ نہیں بنے بلکہ اپنی محنت اور بے پناہ کوششوں سے بہت جلد اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

مشہور مؤرخ اسلام حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ عقد مواخاۃ (بھائی چارہ کا معاہدہ) تو انصار و مہاجرین کے درمیان ہوا، اس کے علاوہ ایک خاص "عقد مواخاۃ" مہاجرین کے درمیان بھی ہوا جس میں حضور ﷺ نے ایک مہاجر کو دوسرے مہاجر کا بھائی بنا دیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت طلحہ وحضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان وحضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان جب بھائی چارہ ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ نے اپنے صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا لیکن مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا آخر میرا بھائی کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ 14

یہودیوں سے معاہدہ

مدینہ میں انصار کے علاوہ بہت سے یہودی بھی آباد تھے۔ ان یہودیوں کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونضیر، قریظہ مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اور نہایت مضبوط محلات اور مستحکم قلعے بنا کر رہتے تھے۔ ہجرت سے پہلے یہودیوں اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اب بھی موجود تھا اور انصار کے دونوں قبیلے اوس وخزرج بہت کمزور ہو چکے تھے۔ کیونکہ مشہور لڑائی "جنگ بعاث" میں ان دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور نامور بہادر آپس میں لڑلڑ کر قتل ہو چکے تھے اور یہودی ہمیشہ اس قسم کی تدبیروں اور شرارتوں میں لگے رہتے تھے کہ انصار کے یہ دونوں قبائل ہمیشہ ٹکراتے رہیں اور کبھی بھی متحد نہ ہونے پائیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حضورِ اقدس ﷺ نے یہودیوں اور مسلمانوں کے آئندہ تعلقات کے بارے میں ایک معاہدہ کی ضرورت محسوس فرمائی تاکہ دونوں فریق امن وسکون کے ساتھ رہیں اور آپس میں کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہونے پائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انصار اور یہود کو بلاکر معاہدہ کی ایک دستاویز لکھوائی جس پر دونوں فریقوں کے دستخط ہو گئے۔

اس معاہدہ کی دفعات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

1. خون بہا (جان کے بدلے جو مال دیا جاتا ہے) اور فدیہ (قیدی کو چھڑانے کے بدلے جو رقم دی جاتی ہے) کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی وہ قائم رہے گا۔
2. یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی ان کے مذہبی رسوم میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔
3. یہودی اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔
4. یہودی یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔
5. اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔
6. کوئی فریق قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دے گا۔
7. کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس مصالحت میں شامل ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ رہے گی۔ 15/

مدینہ کے لئے دُعا

چونکہ مدینہ کی آب وہوا اچھی نہ تھی یہاں طرح طرح کی وبائیں اور بیماریاں پھیلتی رہتی تھیں اس لئے کثرت

سے مہاجرین بیمار ہونے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ شدید لرزہ بخار میں مبتلا ہوکر بیمار ہو گئے اور بخار کی شدت میں یہ حضرات اپنے وطن مکہ کو یاد کر کے کفار مکہ پر لعنت بھیجتے تھے اور مکہ کی پہاڑیوں اور گھاسوں کے فراق میں اشعار پڑھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی ہی محبت ڈال دے جیسی مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور مدینہ کے صاع اور مُد (ناپ تول کے برتنوں) میں خیر و برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو "جحفہ" کی طرف منتقل فرما دے۔ ر16

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے

۱ھ کے واقعات میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ یہ فارس کے رہنے والے تھے۔ ان کے آباء واجداد بلکہ ان کے ملک کی پوری آبادی مجوسی (آتش پرست) تھی۔ یہ اپنے آبائی دین سے بیزار ہوکر دین حق کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے مگر ڈاکوؤں نے ان کو گرفتار کر کے اپنا غلام بنا لیا پھر ان کو بیچ ڈالا۔ چنانچہ یہ کئی بار بکتے رہے اور مختلف لوگوں کی غلامی میں رہے۔ اسی طرح یہ مدینہ پہنچے، کچھ دنوں تک عیسائی بن کر رہے اور یہودیوں سے بھی میل جول رکھتے رہے۔ اس طرح ان کو توریت و انجیل کی کافی معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو پہلے دن تازہ کھجوروں کا ایک طباق خدمت اقدس میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ "صدقہ" ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو ہمارے سامنے سے اٹھا کر فقراء و مساکین کو دے دو کیونکہ میں صدقہ نہیں کھاتا۔ پھر دوسرے دن کھجوروں کا خوان لے کر پہنچے اور یہ کہہ کر کہ یہ "ہدیہ" ہے سامنے رکھ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہاتھ بڑھانے کا اشارہ فرمایا اور خود بھی کھا لیا۔ اس درمیان میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان جو نظر ڈالی تو "مہر نبوت" کو دیکھ لیا چونکہ یہ توراۃ و انجیل میں نبی آخر الزماں کی نشانیاں پڑھ چکے تھے اس لئے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ ر17

تین جاں نثاروں کی وفات

اس سال حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین نہایت ہی شاندار اور جاں نثار حضرات نے وفات پائی جو درحقیقت اسلام کے سچے جاں نثار اور بہت ہی بڑے معین و مددگار تھے۔

اوّل:۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ یہ وہ خوش نصیب مدینہ کے رہنے والے انصاری ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب

ہجرت فرما کر" قبا" میں تشریف لائے تو سب سے پہلے انہی کے مکان کو شرفِ نزول بخشا اور بڑے بڑے مہاجرین صحابہ بھی انہی کے مکان میں ٹھہرے تھے اور انہوں نے دونوں عالم کے میزبان کو اپنے گھر میں مہمان بنا کر ایسی میزبانی اور مہمان نوازی کی کہ قیامت تک تاریخ رسالت کے صفحات پر ان کا نام نامی ستاروں کی طرح چمکتا رہے گا۔

دوم :۔ حضرت براء بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ یہ وہ شخص ہیں کہ "بیعت عقبہ ثانیہ میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ اپنے قبیلہ "خزرج" کے نقیبوں میں تھے۔

سوم :۔ حضرت اسعد بن زرارہ انصاری رضی اللہ عنہ یہ بیعتِ عقبۂ اولیٰ اور بیعتِ عقبۂ ثانیہ کی دونوں بیعتوں میں شامل رہے اور یہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں اسلام کا ڈنکا بجایا اور ہر گھر میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔

جب مذکورہ بالا تینوں معززین صحابہ نے وفات پائی تو منافقین اور یہودیوں نے اس کی خوشی منائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دینا شروع کیا کہ اگر یہ پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو یہ صدمات کیوں پہنچاتا؟ خدا کی شان کہ ٹھیک اسی زمانے میں کفار کے دو بہت ہی بڑے بڑے سردار بھی مر کر مردار ہو گئے۔ ایک "عاص بن وائل سہمی" جو حضرت عمرو بن العاص صحابی رضی اللہ عنہ فاتح مصر کا باپ تھا۔ دوسرا "ولید بن مغیرہ" جو حضرت خالد سیف اللہ صحابی رضی اللہ عنہ کا باپ تھا۔

روایت ہے کہ "ولید بن مغیرہ" جاں کنی کے وقت بہت زیادہ بے چین ہو کر تڑپنے اور بے قرار ہو کر رونے لگا اور فریاد کرنے لگا تو ابوجہل نے پوچھا کہ چچا جان! آخر آپ کی بے قراری اور اس گریہ وزاری کی کیا وجہ ہے؟ تو "ولید بن مغیرہ" بولا کہ میرے بھتیجے! میں اس لئے اتنی بے قراری سے رو رہا ہوں کہ مجھے اب یہ ڈر ہے کہ میرے بعد مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین پھیل جائے گا۔ یہ سن کر ابوسفیان نے تسلی دی اور کہا کہ چچا! آپ ہرگز ہرگز اس کا غم نہ کریں میں ضامن ہوتا ہوں کہ میں دین اسلام کو مکہ میں نہیں پھیلنے دوں گا۔ چنانچہ ابوسفیان اپنے اس عہد پر اس طرح قائم رہے کہ مکہ فتح ہونے تک وہ برابر اسلام کے خلاف جنگ کرتے رہے مگر فتح مکہ کے دن ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا اور پھر ایسے صادق الاسلام بن گئے کہ اسلام کی نصرت و حمایت کے لئے زندگی بھر جہاد کرتے رہے اور انہی جہادوں میں کفار کے تیروں سے ان کی آنکھیں زخمی ہو گئیں اور روشنی جاتی رہی۔ یہی وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جن کے سپوت بیٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ 18

اسی سال ۱ ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے بعد مہاجرین کے یہاں سب سے پہلا بچہ جو پیدا ہوا وہ یہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی اسماء جو حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں پیدا ہوتے ہی ان کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی گود میں بٹھا کر اور کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈال دی۔ اس طرح سب سے پہلی غذا جو ان کے شکم میں پہنچی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اس لئے کہ مدینہ کے یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم لوگوں نے مہاجرین پر ایسا جادو کر دیا ہے کہ ان لوگوں کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ (19)

حوالہ جات سبق نمبر 10

(1) توبہ:108

(2) وفاء الوفاء ج ا ص ۱۸۰

(3) زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۵۹ و ۳۶۰

(4) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۵

(5) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۶ و بخاری وغیرہ

(6) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۷

(7) مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۶۹ و بخاری

(8) بخاری ج ا ص ۶۱

(9) طبقات ابن سعد وغیرہ

(10) مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۷۰

(11) زرقانی، ج ۲، ص ۳۶۷ و بخاری

(12) بخاری، باب الولیمہ ولو بشاۃ، ص ۷۷۷، ج ۲

(13) اسد الغابہ، ج ۳، ص ۳۱۴

(14) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۱

(15) سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۵۰۱ تا ۵۰۲

(16) مدارج جلد ۲ ص ۷۰ و بخاری

(17) مدارج جلد ۲ ص ۷۱ وغیرہ

(18) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۳ وغیرہ

(19) زرقانی ج ا ص ۳۶۰ و اکمال

مشق سبق نمبر 10

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مسجد قباء کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی ترجمہ لکھیں؟

....

....

2. حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا اکرم کیا؟

....

....

3. مسجد نبوی کا نقشہ کیسا تھا؟

....

....

4. ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات کیسے تھے؟

....

....

5. اذان کیسے شروع ہوئی؟

....

....

6. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لئے کیا دعا فرمائی تھی؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگایئے۔

1. مگر فتح مکہ کے دن نے اسلام قبول کرلیا

☐ نجاشی ☐ ابوسفیان ☐ ہندہ ☐ ولید بن مغیرہ

2. اس طرح ان کو کافی معلومات حاصل ہو چکی تھیں

☐ انجیل ☐ زبور ☐ توریت وانجیل ☐ قرآن مجید

3. انصار کے یہ دونوں ہمیشہ ٹکراتے رہیں

☐ بھائی ☐ سردار ☐ فریق ☐ قبائل

4. تم دعوتِ ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی ہو۔

☐ روٹی ☐ بوٹی ☐ بکری ☐ سری

5. چنانچہ وہ کہہ کر پانچوں نمازوں کے وقت اعلان کرتے تھے

☐ الصلوٰة حاضرة ☐ الصلوٰةُ جامعةٌ ☐ الصلوٰة الصلوٰة ☐ الصلوٰةموجودة

6. خود حضور ﷺ بھی اٹھا اٹھا کر لاتے تھے

☐ پتھر ☐ مٹی ☐ اینٹیں ☐ لکڑیاں

7. راستہ میں قبیلہ کی مسجد میں پہلا جمعہ آپ ﷺ نے پڑھا

☐ بنوعباس ☐ بنی سالم ☐ بنی شیبہ ☐ بنوالنجار

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
تم دعوتِ ولیمہ کرو	تبرک سمجھ کر میاں بیوی کھاتے
اور آپ کا بچا ہوا کھانا	مقدس ہاتھوں سے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی
تم بلال کو اذان کے کلمات سکھا دو	اگر چہ ایک بکری ہی ہو
اسی جگہ آپ ﷺ نے اپنے	آپ نے اس کی قیمت ادا فرما دی
اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے	کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا
پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا	کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. جو آج بھی مسجد............ کے نام سے مشہور ہے۔
2. اُسی جگہ حضور ﷺ کی .... بیٹھ گئی۔
3. حضور ﷺ نے ایک پیالہ دودھ سے لوگوں کی دعوت............ فرمائی۔
4. حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو کتنا............ دیا؟ عرض کیا کہ پانچ درہم برابر سونا
5. مدینہ کے بخار کو............ کی طرف منتقل فرما دے۔
6. یہی وہ حضرت............ ہیں جن کے سپوت بیٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

سبق نمبر 11

ہجرت کا دوسرا سال

(حصہ اول)

اھ کی طرح ۲ھ میں بھی بہت سے اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے جن میں سے چند بڑے بڑے واقعات یہ ہیں:

قبلہ کی تبدیلی

جب تک حضور ﷺ مکہ میں رہے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے مگر ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو خداوند تعالیٰ کا یہ حکم ہوا کہ آپ اپنی نمازوں میں "بیت المقدس" کو اپنا قبلہ بنائیں۔ چنانچہ آپ سولہ یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے مگر آپ کے دل کی تمنا یہی تھی کہ کعبہ ہی کو قبلہ بنایا جائے۔ چنانچہ آپ اکثر آسمان کی طرف چہرہ اٹھا اٹھا کر اس کے لئے وحیِ الٰہی کا انتظار فرماتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی قلبی آرزو پوری فرمانے کے لئے قرآن کی یہ آیت نازل فرمادی کہ

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ﴾ 1ر

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپکا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ہم ضرور آپ کو پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں آپ کی خوشی ہے تو ابھی آپ پھیر دیجیے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔

چنانچہ حضورِ اقدس ﷺ قبیلۂ بنی سلمہ کی مسجد میں نمازِ ظہر پڑھا رہے تھے کہ حالت نماز ہی میں یہ وحی نازل ہوئی اور نماز ہی میں آپ نے بیت المقدس سے مڑ کر خانہ کعبہ کی طرف اپنا چہرہ کر لیا اور تمام مقتدیوں نے بھی آپ کی پیروی کی۔ اس مسجد کو جہاں یہ واقعہ پیش آیا "مسجد القبلتین" کہتے ہیں اور آج بھی یہ تاریخی مسجد زیارت گاہ خواص و عوام ہے جو شہر مدینہ سے تقریباً دو کلومیٹر دور جانب شمال مغرب واقع ہے۔

قبلہ بدلنے کو "تحویل قبلہ" کہتے ہیں۔ تحویل قبلہ سے یہودیوں کو بڑی سخت تکلیف پہنچی جب تک حضور ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے تو یہودی بہت خوش تھے اور فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ محمد (ﷺ) بھی ہمارے ہی قبلہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے ہیں مگر جب قبلہ بدل گیا تو یہودی اس قدر برہم اور ناراض ہو گئے کہ وہ یہ طعنہ دینے لگے کہ محمد (ﷺ) چونکہ ہر بات میں ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے انہوں نے محض ہماری مخالفت میں قبلہ بدل دیا ہے۔ اسی طرح منافقین کا گروہ بھی طرح طرح کی نکتہ چینی اور قسم قسم کے اعتراضات کرنے لگا تو ان دونوں گروہوں کی زبان بندی اور دہن دوزی کے لئے خداوند کریم نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾﴾ 2ر

(اب کہیں گے بیوقوف لوگوں میں سے کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے آپ کہہ دیجیے کہ مشرق، مغرب سب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے)

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ﴾ 3ر

اور (اے محبوب) آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بلاشبہ یہ بڑی بھاری بات تھی مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی ہے (ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں)

پہلی آیت میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب دیا گیا کہ خدا کی عبادت میں قبلہ کی کوئی خاص جہت ضروری نہیں ہے۔ اس کی عبادت کے لئے مشرق، مغرب، شمال، جنوب، سب جہتیں برابر ہیں اللہ تعالیٰ جس جہت کو چاہے اپنے بندوں کے لئے قبلہ مقرر فرمادے لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔ دوسری آیت میں منافقین کی زَبان بندی کی گئی ہے جو تحویل قبلہ کے بعد ہر طرف یہ پروپیگنڈا کرنے لگے تھے کہ پیغمبر اسلام تو اپنے دین کے بارے میں خود ہی متردد ہیں کبھی بیت المقدس کو قبلہ مانتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ کعبہ قبلہ ہے۔ آیت میں تحویل قبلہ کی حکمت بتا دی گئی کہ منافقین جو محض نمائشی مسلمان بن کر نمازیں پڑھا کرتے تھے وہ قبلہ کے بدلتے ہی بدل گئے اور اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اس طرح ظاہر ہو گیا کہ کون صادق الایمان ہے اور کون منافق اور کون رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والا ہے اور کون دین سے پھر جانے والا۔

اب تک حضور ﷺ کو خدا کی طرف سے صرف یہ حکم تھا کہ دلائل اور موعظۂ حسنہ کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہیں اور مسلمانوں کو کفار کی ایذاؤں پر صبر کا حکم تھا اسی لئے کافروں نے مسلمانوں پر بڑے بڑے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، مگر مسلمانوں نے انتقام کے لئے کبھی ہتھیار نہیں اٹھایا بلکہ ہمیشہ صبر و تحمل کے ساتھ کفار کی ایذاؤں اور تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن ہجرت کے بعد جب سارا عرب اور یہودی ان مٹھی بھر مسلمانوں کے جانی دشمن ہو گئے اور ان مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ اتار دینے کا عزم کر لیا تو خداوند قدوس نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ جو لوگ تم سے جنگ کی ابتدا کریں ان سے تم بھی لڑ سکتے ہو۔ چنانچہ ۱۲ صفر ۲ ھ تواریخ اسلام میں وہ یادگار دن ہے جس میں خداوند کردگار نے مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی اور یہ آیت نازل فرمائی کہ

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾﴾ [4]

جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ (مسلمان) مظلوم ہیں اور خدا ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔

حضرت امام محمد بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد کی اجازت کے بارے میں یہی وہ آیت ہے جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ مگر تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جہاد کے بارے میں سب سے پہلے جو آیت اتری وہ یہ ہے:

﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ﴾ [5]

خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم لوگوں سے لڑتے ہیں۔

بہر حال ۲ ھ میں مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے کفار سے لڑنے کی اجازت دے دی مگر ابتداء میں یہ اجازت مشروط تھی یعنی صرف انہیں کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت تھی جو مسلمانوں پر حملہ کریں۔ مسلمانوں کو ابھی تک اس کی اجازت نہیں ملی تھی کہ وہ جنگ میں اپنی طرف سے پہل کریں لیکن حق واضح ہو جانے اور باطل ظاہر ہو جانے کے بعد چونکہ تبلیغ حق اور احکام الٰہی کی نشر و اشاعت حضور ﷺ پر فرض تھی اس لئے تمام اُن کفار سے جو عناد کے طور پر حق کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جہاد کا حکم نازل ہو گیا خواہ وہ مسلمانوں سے لڑنے میں پہل کریں یا نہ کریں کیونکہ حق کے ظاہر ہو جانے کے بعد حق کو قبول کرنے کے لئے مجبور کرنا اور باطل کو جبراً ترک کرانا یہ عین حکمت اور بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح کے لئے انتہائی ضروری تھا۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ ہجرت کے بعد جتنی لڑائیاں بھی ہوئیں اگر پورے ماحول کو گہری نگاہ سے بغور دیکھا جائے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب لڑائیاں کفار کی طرف سے مسلمانوں کے سر پر مسلط کی گئیں اور غریب مسلمان بدرجۂ مجبوری تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ مثلاً مندرجِ ذیل چند واقعات پر ذرا تنقیدی نگاہ سے نظر ڈالیے:

1 حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر انتہائی بے کسی کے عالم میں مدینہ چلے آئے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کفار مکہ اب اطمینان سے بیٹھے رہتے کہ ان کے دشمن یعنی رحمت عالم ﷺ اور مسلمان ان کے شہر سے نکل گئے مگر ہوا یہ کہ ان کافروں کے غیظ و غضب کا پارہ اتنا چڑھ گیا کہ اب یہ لوگ اہل مدینہ کے بھی دشمن جان بن گئے۔ چنانچہ ہجرت کے چند روز بعد کفار مکہ نے رئیس انصار "عبداللہ بن ابی" کے پاس دھمکیوں سے بھرا ہوا ایک خط بھیجا۔ "عبداللہ بن ابی" وہ شخص ہے کہ واقعۂ ہجرت سے پہلے تمام مدینہ والوں نے اس کو اپنا بادشاہ مان کر اس کی تاج پوشی کی تیاری کر لی تھی مگر حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ اسکیم ختم ہو گئی۔ چنانچہ اسی غم و غصہ میں عبداللہ بن اُبی عمر بھر منافقوں کا سردار بن کر اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہا۔ [6]

بہرکیف کفار مکہ نے اس دشمن اسلام کے نام جو خط لکھا اس کا مضمون یہ ہے کہ تم نے ہمارے آدمی (محمد ﷺ) کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو تم لوگ ان کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہارے تمام لڑنے والے جوانوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے [7]

جب حضور ﷺ کو کفارِ مکہ کے اس تہدید آمیز اور خوفناک خط کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے عبداللہ بن اُبی سے ملاقات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ " کیا تم اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو قتل کرو گے۔" چونکہ اکثر انصار دامن اسلام میں آ چکے تھے اس لئے عبداللہ بن اُبی نے اس نکتہ کو سمجھ لیا اور کفارِ مکہ کے حکم پر عمل نہیں کر سکا۔

2 ٹھیک اسی زمانے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے عمرہ ادا کرنے کے لئے مدینہ سے مکہ گئے اور پرانے تعلقات کی بنا پر " اُمیہ بن خلف " کے مکان پر قیام کیا۔ جب اُمیہ ٹھیک دوپہر کے وقت ان کو ساتھ لے کر طوافِ کعبہ کے لئے گیا تو اتفاق سے ابوجہل سامنے آ گیا اور ڈانٹ کر کہا کہ اے اُمیہ! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اُمیہ نے کہا کہ یہ مدینہ کے رہنے والے " سعد بن معاذ " ہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ تم لوگوں نے بے دھرموں (محمد ﷺ اور صحابہ) کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تم اُمیہ کے ساتھ میں نہ ہوتے تو بچ کر واپس نہیں جا سکتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی انتہائی جرأت اور دلیری کے ساتھ یہ جواب دیا کہ اگر تم لوگوں نے ہم کو کعبہ کی زیارت سے روکا تو ہم تمہاری شام کی تجارت کا راستہ روک دیں گے۔ (بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۶۳)

3 کفارِ مکہ نے صرف انہی دھمکیوں پر بس نہیں کیا بلکہ وہ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے اور حضور ﷺ اور مسلمانوں کے قتل عام کا منصوبہ بنانے لگے۔ چنانچہ حضور ﷺ راتوں کو جاگ جاگ کر بسر کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا پہرہ دیا کرتے تھے۔ کفارِ مکہ نے سارے عرب پر اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے تمام قبائل میں یہ آگ بھڑکا دی تھی کہ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تینوں وجوہات کی موجودگی میں ہر عاقل کو یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ان حالات میں حضور ﷺ کو حفاظت خود اختیاری کے لئے کچھ نہ کچھ تدبیر کرنی ضروری ہی تھی تاکہ انصار و مہاجرین اور خود اپنی زندگی کی بقاء اور سلامتی کا سامان ہو جائے چنانچہ کفارِ مکہ کے خطرناک ارادوں کا علم ہو جانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنی اور صحابہ کی حفاظت خود اختیاری کے لئے دو تدبیروں پر عمل درآمد کا فیصلہ فرمایا۔

اوّل: یہ کہ کفارِ مکہ کی شامی تجارت جس پر ان کی زندگی کا دار و مدار ہے اس میں رکاوٹ ڈال دی جائے تاکہ وہ مدینہ پر حملہ کا خیال چھوڑ دیں اور صلح پر مجبور ہو جائیں۔

دوم: یہ کہ مدینہ کے اطراف میں جو قبائل آباد ہیں ان سے امن و امان کا معاہدہ ہو جائے تاکہ کفارِ مکہ مدینہ پر

حملہ کی نیت نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے انہی دو تدبیروں کے پیش نظر صحابہ کرام کے چھوٹے چھوٹے لشکروں کو مدینہ کے اطراف میں بھیجنا شروع کر دیا اور بعض بعض لشکروں کے ساتھ خود بھی تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ چھوٹے چھوٹے لشکر کبھی کفار مکہ کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے جاتے تھے اور کہیں بعض قبائل سے معاہدۂ امن و امان کرنے کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ کہیں اس مقصد سے بھی جاتے تھے کہ کفار مکہ کی شامی تجارت کا راستہ بند ہو جائے۔ اسی سلسلہ میں کفارِ مکہ اور ان کے حلیفوں سے مسلمانوں کا ٹکراؤ شروع ہوا اور چھوٹی بڑی لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا انہی لڑائیوں کو تاریخ اسلام میں "غزوات و سرایا" کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔

غزوہ و سریہ کا فرق

یہاں مصنفین سیرت کی یہ اصطلاح یاد رکھنی ضروری ہے کہ وہ جنگی لشکر جس کے ساتھ حضور ﷺ بھی تشریف لے گئے اس کو "غزوہ" کہتے ہیں اور وہ لشکروں کی ٹولیاں جن میں حضور ﷺ شامل نہیں ہوئے ان کو "سریہ" کہتے ہیں۔ ر8

"غزوات" یعنی جن جن لشکروں میں حضور ﷺ شریک ہوئے ان کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے۔ "مواہب لدنیہ" میں ہے کہ "غزوات" کی تعداد "ستائیس" ہے اور روضۃ الاحباب میں یہ لکھا ہے کہ "غزوات کی تعداد" ایک قول کی بنا پر "اکیس" اور بعض کے نزدیک "چوبیس" ہے اور بعض نے کہا کہ "پچیس" اور بعض نے لکھا "چھبیس" ہے۔ ر9

مگر حضرت امام بخاری نے حضرت زید بن ارقم صحابی رضی اللہ عنہ سے جو روایت تحریر کی ہے اس میں غزوات کی کل تعداد "انیس" بتائی گئی ہے اور ان میں سے جن نو غزوات میں جنگ بھی ہوئی وہ یہ ہیں :۔

1 جنگ بدر 2 جنگ اُحد 3 جنگ احزاب 4 جنگ بنو قریظہ 5 جنگ بنو المصطلق 6 جنگ خیبر 7 فتح مکہ 8 جنگ حنین 9 جنگ طائف

"سرایا" یعنی جن لشکروں کیساتھ حضور ﷺ تشریف نہیں لے گئے ان کی تعداد بعض مورخین کے نزدیک "سینتالیس" اور بعض کے نزدیک "چھپن" ہے۔

امام بخاری نے محمد بن اسحٰق سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلا غزوہ "ابواء" اور سب سے آخری غزوہ "تبوک" ہے اور سب سے پہلا "سریہ" جو مدینہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوا وہ "سریۂ حمزہ" ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سریۂ حمزہ

حضورِ اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد جب جہاد کی آیت نازل ہوگئی تو سب سے پہلے جو ایک چھوٹا سا لشکر کفار

کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا اس کا نام "سریۂ حمزہ" ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ؓ کو ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور اس جھنڈے کے نیچے صرف ۳۰ مہاجرین کو ایک لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے بھیجا جو تین سو کی تعداد میں تھے اور ابوجہل ان کا سپہ سالار تھا۔ حضرت حمزہ ؓ "سیف البحر" تک پہنچے اور دونوں طرف سے جنگ کے لیے صف بندی بھی ہوگئی لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو جہنی نے جو دونوں فریق کا حلیف تھا بیچ میں پڑ کر لڑائی موقوف کرادی۔ [10]

سریۂ عبیدہ بن الحارث

اسی سال ساٹھ یا اسّی مہاجرین کے ساتھ حضور ﷺ نے حضرت عبیدہ بن الحارث ؓ کو سفید جھنڈے کے ساتھ امیر بنا کر "رابغ" کی طرف روانہ فرمایا۔ اس سریہ کے علمبردار حضرت مسطح بن اثاثہ ؓ تھے۔ جب یہ لشکر "ثنیۂ مرہ" کے مقام پر پہنچا تو ابوسفیان اور ابوجہل کے لڑکے عکرمہ کی کمان میں دو سو کفار قریش جمع تھے دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کفار پر تیر پھینکا یہ سب سے پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار مکہ پر چلایا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کل آٹھ تیر پھینکے اور ہر تیر نشانہ پر ٹھیک بیٹھا۔ کفار ان تیروں کی مار سے گھبرا کر فرار ہوگئے اس لیے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ [11]

سریۂ سعد بن ابی وقاص ؓ

اسی سال ماہ ذوالقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو بیس سواروں کے ساتھ حضور ﷺ نے اس مقصد سے بھیجا تاکہ یہ لوگ کفار قریش کے ایک لشکر کا راستہ روکیں، اس سریہ کا جھنڈا بھی سفید رنگ کا تھا اور حضرت مقداد بن اسود ؓ اس لشکر کے علمبردار تھے۔ یہ لشکر راتوں رات سفر کرتے ہوئے جب پانچویں دن مقام "خرار" پر پہنچا تو پتہ چلا کہ مکہ کے کفار ایک دن پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں اس لیے کسی تصادم کی نوبت ہی نہیں آئی۔ [12]

غزوۂ ابواء

اس غزوہ کو "غزوہ ودان" بھی کہتے ہیں۔ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے یعنی پہلی مرتبہ حضور ﷺ جہاد کے ارادہ سے ماہ صفر ۲ھ میں ساٹھ مہاجرین کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت حمزہ ؓ کو جھنڈا دیا اور مقام "ابواء" تک کفار کا پیچھا کرتے ہوئے تشریف لے گئے مگر کفار مکہ فرار کر

چکے تھے اس لیے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔"ابواء" مدینہ سے اسی میل دور ایک گاؤں ہے جہاں حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا مزار ہے۔ یہاں چند دن ٹھہر کر قبیلہ بنوضمرہ کے سردار "مخشی بن عمرو ضمری" سے امداد باہمی کا ایک تحریری معاہدہ کیا اور مدینہ واپس تشریف لائے اس غزوہ میں پندرہ دن آپ ﷺ مدینہ سے باہر رہے۔ 13

غزوۂ بواط

ہجرت کے تیرھویں مہینے ۲ ھ میں مدینہ پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر دو سو مہاجرین کو ساتھ لے کر حضور ﷺ جہاد کی نیت سے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ کا جھنڈا بھی سفید تھا اور علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ اس غزوہ کا مقصد کفار مکہ کے ایک تجارتی قافلہ کا راستہ روکنا تھا۔ اس قافلہ کا سالار "امیہ بن خلف جمحی" تھا اور اس قافلہ میں ایک سو قریشی کفار اور ڈھائی ہزار اونٹ تھے۔ حضور ﷺ اس قافلہ کی تلاش میں مقام "بواط" تک تشریف لے گئے مگر کفار قریش کا کہیں سامنا نہیں ہوا اس لیے حضور ﷺ بغیر کسی جنگ کے مدینہ واپس تشریف لائے۔ 14

غزوۂ سفوان

اسی سال "کرز بن جابر فہری" نے مدینہ کی چراگاہ میں ڈاکہ ڈالا اور کچھ اونٹوں کو ہانک کر لے گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علمبردار بنا کر صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ وادی سفوان تک اس ڈاکو کا تعاقب کیا مگر وہ اس قدر تیزی کے ساتھ بھاگا کہ ہاتھ نہیں آیا اور حضور ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے۔ وادی سفوان "بدر" کے قریب ہے اسی لیے بعض مؤرخین نے اس غزوہ کا نام "غزوۂ بدر اولیٰ" رکھا ہے۔ اس لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غزوۂ سفوان اور غزوۂ بدر اولیٰ دونوں ایک ہی غزوہ کے دو نام ہیں۔ 15

غزوۂ ذی العشیرہ

اسی ۲ ھ میں کفار قریش کا ایک قافلہ مال تجارت لے کر مکہ سے شام جا رہا تھا۔ حضور ﷺ ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین صحابہ کو ساتھ لے کر اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لیے مقام "ذی العشیرہ" تک تشریف لے گئے جو "ینبوع" کی بندرگاہ کے قریب ہے مگر یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ اس لیے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا مگر یہی قافلہ جب شام سے واپس لوٹا اور حضور ﷺ اس کی مزاحمت کے لیے نکلے تو جنگ بدر کا معرکہ پیش آ گیا جس کا مفصل ذکر آگے آتا ہے۔ 16

سریۂ عبد اللہ بن جحش

اسی سال ماہ رجب ۲ ھ میں حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر ان کی ماتحتی میں آٹھ یا بارہ مہاجرین کا ایک جتھ روانہ فرمایا، دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو لفافہ میں ایک مہر بند خط دیا اور فرمایا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اس لفافہ کو کھول کر پڑھنا اور اس میں جو ہدایات لکھی ہوئی ہیں ان پر عمل کرنا۔ جب خط کھول کر پڑھا تو اس میں یہ درج تھا کہ تم طائف اور مکہ کے درمیان مقام "نخلہ " میں ٹھہر کر قریش کے قافلوں پر نظر رکھو اور صورت حال کی ہمیں برابر خبر دیتے رہو۔ یہ بڑا ہی خطرناک کام تھا کیونکہ دشمنوں کے عین مرکز میں قیام کر کے جاسوسی کرنا گویا موت کے منہ میں جانا تھا مگر یہ سب جاں نثار بے دھڑک مقام "نخلہ " پہنچ گئے۔ عجیب اتفاق کہ رجب کی آخری تاریخ کو یہ لوگ نخلہ میں پہنچے اور اسی دن کفار قریش کا ایک تجارتی قافلہ آیا جس میں عمرو بن الحضرمی اور عبد اللہ بن مغیرہ کے دو لڑکے عثمان و نوفل اور حکم بن کیسان وغیرہ تھے اور اونٹوں پر کھجور اور دوسرا مال تجارت لدا ہوا تھا۔

امیر سریہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اگر ہم ان قافلہ والوں کو چھوڑ دیں تو یہ لوگ مکہ پہنچ کر ہم لوگوں کی یہاں موجودگی سے مکہ والوں کو باخبر کر دیں گے اور ہم لوگوں کو قتل یا گرفتار کرا دیں گے اور اگر ہم ان لوگوں سے جنگ کریں تو آج رجب کی آخری تاریخ ہے لہٰذا شہر حرام میں جنگ کرنے کا گناہ ہم پر لازم ہوگا۔ آخر یہی رائے قرار پائی کہ ان لوگوں سے جنگ کر کے اپنی جان کے خطرہ کو دفع کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا تاک کر تیر مارا کہ وہ عمرو بن الحضرمی کو لگا اور وہ اسی تیر سے قتل ہو گیا اور عثمان و حکم کو ان لوگوں نے گرفتار کر لیا، نوفل بھاگ نکلا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے مال و اسباب کو مال غنیمت بنا کر مدینہ لوٹ آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ پیش کیا۔ [17]

جو لوگ قتل یا گرفتار ہوئے وہ بہت ہی معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمرو بن الحضرمی جو قتل ہوا عبد اللہ حضرمی کا بیٹا تھا۔ عمرو بن الحضرمی پہلا کافر تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے یعنی عثمان اور حکم، ان میں سے عثمان تو مغیرہ کا پوتا تھا جو قریش کا ایک بہت بڑا رئیس شمار کیا جاتا تھا اور حکم بن کیسان ہشام بن المغیرہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس بنا پر اس واقعہ نے تمام کفار قریش کو غیظ و غضب میں آگ بگولہ بنا دیا اور "خون کا بدلہ خون" لینے

کا نعرہ مکہ کے ہر کوچہ و بازار میں گونجنے لگا اور درحقیقت جنگ بدر کا معرکہ اسی واقعہ کا ردِعمل ہے۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر اور تمام لڑائیاں جو کفار قریش سے ہوئیں ان سب کا بنیادی سبب عمرو بن الحضرمی کا قتل ہے جس کو حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر قتل کر دیا تھا۔ [18]

غزوہ بنی قینقاع

رمضان ۲ ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کے معرکہ سے واپس ہوکر مدینہ واپس لوٹے۔ اس کے بعد ہی ۱۵ شوال ۲ ھ میں "غزوہ بنی قینقاع" کا واقعہ درپیش ہوگیا۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے تین بڑے بڑے قبائل آباد تھے۔ بنوقینقاع، بنونضیر، بنوقریظہ۔ ان تینوں سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا مگر جنگِ بدر کے بعد جس قبیلہ نے سب سے پہلے معاہدہ توڑا وہ قبیلہ بنوقینقاع کے یہودی تھے جو سب سے زیادہ بہادر اور دولت مند تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک برقع پوش عرب عورت یہودیوں کے بازار میں آئی، دکانداروں نے شرارت کی اور اس عورت کو ننگا کر دیا اس پر تمام یہودی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، عورت چلائی تو ایک عرب آیا اور دکاندار کو قتل کر دیا اس پر یہودیوں اور عربوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور یہودیوں کی اس غیر شریفانہ حرکت پر ملامت فرمانے لگے۔ اس پر بنوقینقاع کے خبیث یہودی بگڑ گئے اور بولے کہ جنگِ بدر کی فتح سے آپ مغرور نہ ہو جائیں مکہ والے جنگ کے معاملہ میں بے ڈھنگے تھے اس لئے آپ نے ان کو مار لیا اگر ہم سے آپ کا سابقہ پڑا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جنگ کس چیز کا نام ہے؟ اور لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں؟ جب یہودیوں نے معاہدہ توڑ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شوال ۲ ھ سنیچر کے دن ان یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ یہودی جنگ کی تاب نہ لا سکے اور اپنے قلعوں کا پھاٹک بند کر کے قلعہ بند ہو گئے مگر پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد بالآخر یہودی مغلوب ہو گئے اور ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے ان یہودیوں کو شہر بدر کر دیا اور یہ عہد شکن، بدذات یہودی ملک شام کے مقام "اذرعات" میں جا کر آباد ہو گئے۔ [19]

غزوۂ سویق

یہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ جنگِ بدر کے بعد مکہ کے ہر گھر میں سرداران قریش کے قتل ہو جانے کا ماتم برپا تھا اور اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لئے مکہ کا بچہ بچہ مضطرب اور بے قرار تھا۔ چنانچہ غزوۂ سویق اور جنگِ اُحد وغیرہ کی لڑائیاں مکہ والوں کے اسی جوشِ انتقام کا نتیجہ ہیں۔ عتبہ اور ابوجہل کے قتل ہو جانے کے بعد اب قریش کا سردارِ اعظم

ابوسفیان تھا اور اس منصب کا سب سے بڑا کام غزوۂ بدر کا انتقام تھا۔ چنانچہ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک بدر کے مقتولوں کا مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا نہ غسل جنابت کروں گا نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔ چنانچہ جنگ بدر کے دو ماہ بعد ذوالحجہ ۲ھ میں ابوسفیان دوسو شتر سواروں کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ اس کو یہودیوں پر بڑا بھروسہ بلکہ ناز تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ اس کی امداد کریں گے۔ اسی امید پر ابوسفیان پہلے "حیی بن اخطب'' یہودی کے پاس گیا مگر اس نے دروازہ بھی نہیں کھولا۔

وہاں سے مایوس ہو کر سلام بن مشکم سے ملا جو قبیلہ بنونضیر کے یہودیوں کا سردار تھا اور یہود کے تجارتی خزانہ کا مینیجر بھی تھا اس نے ابوسفیان کا پرجوش استقبال کیا اور حضور ﷺ کے تمام جنگی رازوں سے ابوسفیان کو آگاہ کر دیا۔ صبح کو ابوسفیان نے مقام "عریض" پر حملہ کیا یہ بستی مدینہ سے تین میل کی دوری پر تھی، اس حملہ میں ابوسفیان نے ایک انصاری صحابی کو جن کا نام سعد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا شہید کر دیا اور کچھ درختوں کو کاٹ ڈالا اور مسلمانوں کے چند گھروں اور باغات کو آگ لگا کر پھونک دیا، ان حرکتوں سے اس کے گمان میں اس کی قسم پوری ہوگئی۔ جب حضور اقدس ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کا تعاقب کیا لیکن ابوسفیان بدحواس ہو کر اس قدر تیزی سے بھاگا کہ بھاگتے ہوئے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کی بوریاں جو وہ اپنی فوج کے راشن کے لئے لایا تھا پھینکتا چلا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی زبان میں ستو کو سویق کہتے ہیں اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑ گیا۔ 20ر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

اسی سال ۲ھ میں حضور ﷺ کی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی خانہ آبادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوئی۔ یہ شادی انتہائی وقار اور سادگی کے ساتھ ہوئی۔ حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرات ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و عبدالرحمن بن عوف اور دوسرے چند مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو مدعو کریں۔ چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھا دیا۔ شہنشاہ کونین ﷺ نے شہزادی اسلام حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں جو سامان دیا اس کی فہرست یہ ہے: ایک کملی، بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے۔

حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان حضور ﷺ کو اس لئے نذر کر دیا کہ اس میں حضرت علی اور

حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سکونت فرمائیں۔ جب حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر نئے گھر میں گئیں تو عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی طلب فرمایا اور اس میں کلی فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے سر اور سینہ پر بھی پانی چھڑکا اور پھر یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ میں علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ سب شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ (21)

۲ ھ کے متفرق واقعات:

1 اسی سال روزہ اور زکوۃ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے اور نماز کی طرح روزہ اور زکوۃ بھی مسلمانوں پر فرض ہو گئے۔

2 اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز جماعت کے ساتھ عید گاہ میں ادا فرمائی، اس سے قبل عید الفطر کی نماز نہیں ہوئی تھی۔

3 صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم اسی سال جاری ہوا۔

4 اسی سال ۱۰ ذوالحجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

4 اسی سال ۱۰ ذوالحجہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرعید کی نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

5 اسی سال "غزوۂ قرقرالکدر" و "غزوۂ بحران" وغیرہ چند چھوٹے چھوٹے غزوات بھی پیش آئے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی مگر ان غزوات میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

حوالہ جات سبق نمبر 11

(1) البقرہ:144
(2) البقرہ:142
(3) البقرہ:143
(4) الحج:29
(5) البقرہ:190
(6) بخاری باب التسلیم فی مجلس فی اخلاط ج ۲ ص ۹۲۴
(7) ابوداؤد ج ۲ ص ۶۷ باب فی خبر النفیر
(8) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۶ وغیرہ
(9) زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۸۸
(10) مدارج جلد ۲ ص ۷۸ و زرقانی ج ا ص ۳۹۰
(11) مدارج جلد ۲ ص ۷۸ و زرقانی ج ا ص ۳۹۲
(12) زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۹۲
(13) زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۹۲
(14) زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۹۳
(15) مدارج جلد ۲ ص ۷۹
(16) زرقانی ج ا ص ۳۹۵
(17) زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۹۸
(18) تاریخ طبری ص ۱۲۸۴
(19) زرقانی ج ا ص ۴۵۸
(20) مدارج جلد ۲ ص ۱۰۴
(21) زرقانی ج ۲ ص ۴

مشق سبق نمبر 11

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. تحویل قبلہ کیسے ہوا؟

....

....

2. تحویل قبلہ میں حکمت کیا ہے؟

....

....

3. غزوہ اور سریہ میں کیا فرق ہے؟

....

....

4. سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کیا تھا؟

....

....

5. عتبہ اور ابوجہل کے قتل ہو جانے کے کیا معاملہ پیش آیا؟

....

....

6. ۲ھ کے متفرق واقعات کیا ہیں؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی خانہ آبادی سے ہوئی

☐ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ☐ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ☐ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ☐ حضرت علی رضی اللہ عنہ

2. عربی زبان میں ستو کو کہتے ہیں

☐ لبن ☐ سویق ☐ عصیر ☐ ماء

3. وادی سفوان کے قریب ہے

☐ مدینہ ☐ ریاض ☐ بدر ☐ حنین

4. "ابواء" مدینہ سے میل دور ایک گاؤں ہے

☐ اسی ☐ ستر ☐ نوے ☐ سو

5. اور سب سے آخری غزوہ ہے

☐ احد ☐ تبوک ☐ فتح مکہ ☐ بدر

6. اس مسجد کو جہاں یہ واقعہ پیش آیا کہتے ہیں

☐ مسجد جن ☐ مسجد نبوی ☐ مسجد القبلتین ☐ مسجد حرام

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
ان حرکتوں سے اس کے گمان میں	اسی واقعہ کا ردعمل ہے
درحقیقت جنگ بدر کا معرکہ	اس کی قسم پوری ہوگئی
اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ	تو جنگ بدر کا معرکہ پیش آگیا
آپ کی خوشی ہے تو ابھی آپ پھیر دیجیے	حکمت بتادی گئی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مزاحمت کے لیے نکلے	اس لشکر کے علمبردار تھے
آیت میں تحویل قبلہ کی	اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجیے۔

1. چونکہ اکثر .... دامن اسلام میں آچکے تھے۔
2. اور سب سے پہلا "سریہ" جو مدینہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوا وہ .... ہے۔
3. اسی لیے بعض مؤرخین نے اس غزوہ کا نام .... رکھا ہے۔
4. اس پر .... اور .... میں لڑائی شروع ہوگئی۔
5. یہ .... انتہائی وقار اور سادگی کے ساتھ ہوئی۔
6. اور اس میں .... فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔

ہجرت کا دوسرا سال

حصہ دوم

جنگِ بدر

بدر مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں زمانۂ جاہلیت میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ یہاں ایک کنواں بھی تھا جس کے مالک کا نام "بدر" تھا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام بدر رکھ دیا گیا۔ اسی مقام پر جنگِ بدر کا وہ عظیم معرکہ ہوا جس میں کفارِ قریش اور مسلمانوں کے درمیان سخت خونریزی ہوئی اور مسلمانوں کو وہ عظیم الشان فتح مبین نصیب ہوئی جس کے بعد اسلام کی عزت و اقبال کا پرچم اتنا سربلند ہوگیا کہ کفارِ قریش کی عظمت و شوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن کا نام یوم الفرقان رکھا۔ قرآن کی سورۂ انفال میں تفصیل کے ساتھ اور دوسری سورتوں میں اجمالاً بار بار اس معرکہ کا ذکر فرمایا اور اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح مبین کے بارے میں احسان جتاتے ہوئے خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [1]

اور یقیناً خداوند تعالیٰ نے تم لوگوں کی مدد فرمائی بدر میں جبکہ تم لوگ کمزور اور بے سروسامان تھے تو تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم لوگ شکر گزار ہو جاؤ۔

جنگ بدر کا سبب

جنگِ بدر کا اصلی سبب تو جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں "عمرو بن الحضرمی" کے قتل سے کفارِ قریش میں پھیلا ہوا

زبردست اشتعال تھا جس سے ہر کافر کی زبان پر یہی ایک نعرہ تھا کہ "خون کا بدلہ خون لے کر رہیں گے۔" مگر بالکل ناگہاں یہ صورت پیش آ گئی کہ قریش کا وہ قافلہ جس کی تلاش میں حضور ﷺ مقام "ذی العشیرہ" تک تشریف لے گئے تھے مگر وہ قافلہ ہاتھ نہیں آیا تھا بالکل اچانک مدینہ میں خبر ملی کہ اب وہی قافلہ ملک شام سے لوٹ کر مکہ جانے والا ہے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب و مخرمہ بن نوفل و عمرو بن العاص وغیرہ کل تیس یا چالیس آدمی ہیں اور کفار قریش کا مال تجارت جو اس قافلہ میں ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کفار قریش کی ٹولیاں لوٹ مار کی نیت سے مدینہ کے اطراف میں برابر گشت لگاتی رہتی ہیں اور "کرز بن جابر فہری" مدینہ کی چراگاہوں تک آ کر غارت گری اور ڈاکہ زنی کر گیا ہے لہٰذا کیوں نہ ہم بھی کفار قریش کے اس قافلہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹ لیں تاکہ کفار قریش کی شامی تجارت بند ہو جائے اور وہ مجبور ہو کر ہم سے صلح کر لیں۔ حضور ﷺ کا یہ ارشادگرامی سن کر انصار و مہاجرین اس کے لیے تیار ہو گئے۔ ر2

مدینہ سے روانگی

چنانچہ ۱۲ رمضان ۲ ھ کو بڑی عجلت کے ساتھ لوگ چل پڑے، جو جس حال میں تھا اسی حال میں روانہ ہو گیا۔ اس لشکر میں حضور ﷺ کے ساتھ نہ زیادہ ہتھیار تھے نہ فوجی راشن کی کوئی بڑی مقدار تھی کیونکہ کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ اس سفر میں کوئی بڑی جنگ ہو گی۔ مگر جب مکہ میں یہ خبر پھیلی کہ مسلمان مسلح ہو کر قریش کا قافلہ لوٹنے کے لئے مدینہ سے چل پڑے ہیں تو مکہ میں ایک جوش پھیل گیا اور ایک دم کفار قریش کی فوج کا دل بادل مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر صورتِ حال سے آگاہ کیا اور صاف صاف فرما دیا کہ ممکن ہے کہ اس سفر میں کفار قریش کے قافلہ سے ملاقات ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ کے لشکر سے جنگ کی نوبت آ جائے۔

ارشادگرامی سن کر حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دوسرے مہاجرین نے بڑے جوش و خروش کا اظہار کیا مگر حضور ﷺ انصار کا منہ دیکھ رہے تھے کیونکہ انصار نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے وقت اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب کفار مدینہ پر چڑھ آئیں گے اور یہاں مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا معاملہ تھا۔ انصار میں سے قبیلۂ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور دیکھ کر بول اٹھے کہ یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ خدا کی قسم! ہم وہ جاں نثار ہیں کہ

اگر آپ کا حکم ہو تو ہم سمندر میں کود پڑیں اسی طرح انصار کے ایک اور معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے جوش میں آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ انصار کے ان دونوں سرداروں کی تقریر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ ر 3

مدینہ سے ایک میل دور چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا، جو لوگ کم عمر تھے ان کو واپس کر دینے کا حکم دیا کیونکہ جنگ کے پر خطر موقع پر بھلا بچوں کا کیا کام؟

ننھا سپاہی

مگر انہی بچوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ان سے واپس ہونے کو کہا گیا تو وہ مچل گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کسی طرح واپس ہونے پر تیار نہ ہوئے۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب نازک متاثر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس ننھے سپاہی کے گلے میں بھی ایک تلوار حمائل کر دی مدینہ سے روانہ ہونے کے وقت نمازوں کے لئے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کا امام مقرر فرما دیا تھا لیکن جب آپ مقام "روحا" میں پہنچے تو منافقین اور یہودیوں کی طرف سے کچھ خطرہ محسوس فرمایا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر ان کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے چڑھائی والے گاؤں پر نگرانی رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

ان انتظامات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "بدر" کی جانب چل پڑے جدھر سے کفار مکہ کے آنے کی خبر تھی۔ اب کل فوج کی تعداد تین سو تیرہ تھی جن میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ منزل بہ منزل سفر فرماتے ہوئے جب آپ مقام صفرا میں پہنچے تو دو آدمیوں کو جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تا کہ وہ قافلہ کا پتہ چلائیں کہ وہ کدھر ہے؟ اور کہاں تک پہنچا ہے؟ ر 4

ادھر کفار قریش کے جاسوس بھی اپنا کام بہت مستعدی سے کر رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے تو ابوسفیان کو اس کی خبر مل گئی۔ اس نے فوراً ہی ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ بھیجا کہ وہ قریش کو اس کی خبر کر دے تا کہ وہ اپنے قافلہ کی حفاظت کا انتظام کریں اور خود راستہ بدل کر قافلہ کو سمندر کی جانب لے کر روانہ ہو گیا۔ ابوسفیان کا

قاصد ضمضم بن عمرو غفاری جب مکہ پہنچا تو اس وقت کے دستور کے مطابق کہ جب کوئی خوفناک خبر سنانی ہوتی تو خبر سنانے والا اپنے کپڑے پھاڑ کر اور اونٹ کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر چلا چلا کر خبر سنایا کرتا تھا۔ ضمضم بن عمرو غفاری نے اپنا کرتا پھاڑ ڈالا اور اونٹ کی پیٹھ پر کھڑا ہو کر زور زور سے چلانے لگا کہ اے اہل مکہ! تمہارا سارا مال تجارت ابو سفیان کے قافلہ میں ہے اور مسلمانوں نے اس قافلہ کا راستہ روک کر قافلہ کو لوٹ لینے کا عزم کر لیا ہے لہٰذا جلدی کرو اور بہت جلد اپنے اس قافلہ کو بچانے کے لئے ہتھیار لے کر دوڑ پڑو۔ 5

کفار قریش کا جوش

جب مکہ میں یہ خوفناک خبر پہنچی تو اس قدر ہل چل مچ گئی کہ مکہ کا سارا امن وسکون غارت ہو گیا، تمام قبائل قریش اپنے گھروں سے نکل پڑے، سرداران مکہ میں سے صرف ابولہب اپنی بیماری کی وجہ سے نہیں نکلا، اس کے سوا تمام روساء قریش پوری طرح مسلح ہو کر نکل پڑے اور چونکہ مقام نخلہ کا واقعہ بالکل ہی تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور اس کے قافلہ کو مسلمانوں نے لوٹ لیا تھا اس لئے کفار قریش جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ ایک ہزار کا لشکر جرار جس کا ہر سپاہی پوری طرح مسلح، دوہرے ہتھیار، فوج کی خوراک کا یہ انتظام تھا کہ قریش کے مالدار لوگ یعنی عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر، نضر بن الحارث، ابوجہل، اُمیہ وغیرہ باری باری سے روزانہ دس دس اونٹ ذبح کرتے تھے اور پورے لشکر کو کھلاتے تھے عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے بڑا رئیس اعظم تھا اس پورے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

ابوسفیان بچ کر نکل گیا

ابوسفیان جب عام راستہ سے مڑ کر ساحل سمندر کے راستہ پر چل پڑا اور خطرہ کے مقامات سے بہت دور پہنچ گیا اور اس کو اپنی حفاظت کا پورا پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے قریش کو ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ خط بھیج دیا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمیوں کو بچانے کے لئے اپنے گھروں سے ہتھیار لے کر نکل پڑے تھے اب تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ کیونکہ ہم لوگ مسلمانوں کی یلغار اور لوٹ مار سے بچ گئے ہیں اور جان و مال کی سلامتی کے ساتھ ہم مکہ پہنچ رہے ہیں۔

کفار میں اختلاف

ابوسفیان کا یہ خط کفار مکہ کو اس وقت ملا جب وہ مقام "جحفہ" میں تھے۔ خط پڑھ کر قبیلۂ بنوزہرہ اور قبیلۂ بنوعدی

کے سرداروں نے کہا کہ اب مسلمانوں سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہٰذا ہم لوگوں کو واپس لوٹ جانا چاہیے۔ یہ سن کر ابوجہل بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ ہم خدا کی قسم! اسی شان کے ساتھ بدر تک جائیں گے، وہاں اونٹ ذبح کریں گے اور خوب کھائیں گے، کھلائیں گے، شراب پئیں گے، ناچ رنگ کی محفلیں جمائیں گے تاکہ تمام قبائل عرب پر ہماری عظمت اور شوکت کا سکہ بیٹھ جائے اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں۔ کفار قریش نے ابوجہل کی رائے پر عمل کیا لیکن بنوزہرہ اور بنوعدی کے دونوں قبائل واپس لوٹ گئے۔ ان دونوں قبیلوں کے سوا باقی کفار قریش کے تمام قبائل جنگ بدر میں شامل ہوئے۔ ر6

کفار قریش بدر میں

کفار قریش چونکہ مسلمانوں سے پہلے بدر میں پہنچ گئے تھے اس لئے مناسب جگہوں پر ان لوگوں نے اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ حضور ﷺ جب بدر کے قریب پہنچے تو شام کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بدر کی طرف بھیجا تاکہ یہ لوگ کفار قریش کے بارے میں خبر لائیں۔ ان حضرات نے قریش کے دو غلاموں کو پکڑ لیا جو لشکر کفار کے لئے پانی بھرنے پر مقرر تھے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں غلاموں سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اس قریشی فوج میں قریش کے سرداروں میں سے کون کون ہے؟ تو دونوں غلاموں نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر، نضر بن الحارث، زمعہ بن الاسود، ابوجہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف، سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود، عباس بن عبدالمطلب وغیرہ سب اس لشکر میں موجود ہیں۔ یہ فہرست سن کر حضور ﷺ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مسلمانو! سن لو! مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے۔ ر7

تاجدار دو عالم ﷺ بدر کے میدان میں

حضور ﷺ نے جب بدر میں نزول فرمایا تو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ جہاں نہ کوئی کنواں تھا نہ کوئی چشمہ اور وہاں کی زمین اتنی ریتلی تھی کہ گھوڑوں کے پاؤں زمین میں دھنستے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ نے پڑاؤ کے لئے جس جگہ کو منتخب فرمایا ہے یہ وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں کوئی وحی نہیں اتری ہے۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میری رائے میں جنگی تدابیر کی رو سے بہتر یہ ہے کہ ہم کچھ آگے بڑھ کر پانی کے چشموں پر قبضہ کرلیں تاکہ کفار جن کنوؤں پر

قابض ہیں وہ بیکار ہو جائیں کیونکہ انہی چشموں سے ان کے کنوؤں میں پانی جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور اسی پر عمل کیا گیا۔ خدا کی شان کہ بارش بھی ہوگئی جس سے میدان کی گرد اور ریت جم گئی جس پر مسلمانوں کے لئے چلنا پھرنا آسان ہوگیا اور کفار کی زمین پر کیچڑ ہوگئی جس سے ان کو چلنے پھرنے میں دشواری ہوگئی اور مسلمانوں نے بارش کا پانی روک کر جا بجا حوض بنالئے تاکہ یہ پانی غسل اور وضو کے کام آئے۔ اسی احسان کو خداوند عالم نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا کہ

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهِ﴾ [8]

اور خدا نے آسمان سے پانی برسادیا تاکہ وہ تم لوگوں کو پاک کرے۔

سرور کائنات ﷺ کی شب بیداری

۱۷ رمضان ۲ھ جمعہ کی رات تھی تمام فوج تو آرام و چین کی نیند سو رہی تھی مگر ایک سرور کائنات ﷺ کی ذات تھی جو ساری رات خداوند عالم سے لو لگائے دعا میں مصروف تھی۔ صبح نمودار ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز کے لئے بیدار فرمایا پھر نماز کے بعد قرآن کی آیات جہاد سنا کر ایسا لرزہ خیز اور ولولہ انگیز وعظ فرمایا کہ مجاہدین اسلام کی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ جوش و خروش کا سمندر بن کر طوفانی موجیں مارنے لگا اور لوگ میدان جنگ کے لئے تیار ہونے لگے۔

کون کب؟ اور کہاں مرے گا؟

رات ہی میں چند جاں نثاروں کے ساتھ آپ ﷺ نے میدان جنگ کا معائنہ فرمایا، اس وقت دست مبارک میں ایک چھڑی تھی۔ آپ اُسی چھڑی سے زمین پر لکیر بناتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور کل یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ نے جس جگہ جس کافر کی قتل گاہ بتائی تھی اس کافر کی لاش ٹھیک اسی جگہ پائی گئی ان میں سے کسی ایک نے لکیر سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔ [9]

اس حدیث سے صاف اور صریح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے کہ کون کب؟ اور کہاں مرے گا؟ ان دونوں غیب کی باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا تھا۔

لڑائی ٹلتے ٹلتے پھر ٹھن گئی

کفار قریش لڑنے کے لئے بے تاب تھے مگر ان لوگوں میں کچھ سلجھے دل و دماغ کے لوگ بھی تھے جو خون ریزی

کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حکیم بن حزام جو بعد میں مسلمان ہو گئے بہت ہی سنجیدہ اور نرم خو تھے۔ انہوں نے اپنے لشکر کے سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ سے کہا کہ آخر اس خون ریزی سے کیا فائدہ؟ میں آپ کو ایک نہایت ہی مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ عمرو بن الحضرمی کا خون ہے اور وہ آپ کا حلیف ہے آپ اس کا خون بہا ادا کر دیجیے، اس طرح یہ لڑائی ٹل جائے گی اور آج کا دن آپ کی تاریخ زندگی میں آپ کی نیک نامی کی یادگار بن جائے گا کہ آپ کے تدبر سے ایک بہت ہی خوفناک اور خون ریز لڑائی ٹل گئی۔ عتبہ بذات خود بہت ہی مدبر اور نیک نفس آدمی تھا۔ اس نے بخوشی اس مخلصانہ مشورہ کو قبول کر لیا مگر اس معاملہ میں ابوجہل کی منظوری بھی ضروری تھی۔ چنانچہ حکیم بن حزام جب عتبہ بن ربیعہ کا یہ پیغام لے کر ابوجہل کے پاس گئے تو ابوجہل کی رگِ جہالت بھڑک اُٹھی اور اُس نے ایک خون کھولا دینے والا طعنہ مارا اور کہا کہ ہاں ہاں! میں خوب سمجھتا ہوں کہ عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا چونکہ اس کا بیٹا حذیفہ مسلمان ہو کر اسلامی لشکر کے ساتھ آیا ہے اس لئے وہ جنگ سے جی چراتا ہے تاکہ اس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔

پھر ابوجہل نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ عمرو بن الحضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر کہا کہ دیکھو تمہارے مقتول بھائی عمرو بن الحضرمی کے خون کا بدلہ لینے کی ساری اسکیم تہس نہس ہوئی جا رہی ہے کیونکہ ہمارے لشکر کا سپہ سالار عتبہ بزدلی ظاہر کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی عامر بن الحضرمی نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اپنے سر پر دھول ڈالتے ہوئے " وا عمراه وا عمراه " کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔ اس کارروائی نے کفار قریش کی تمام فوج میں آگ لگا دی اور سارا لشکر" خون کا بدلہ خون" کے نعروں سے گونجنے لگا اور ہر سپاہی جوش میں آپے سے باہر ہو کر جنگ کے لئے بے تاب و بے قرار ہو گیا۔ عتبہ نے جب ابوجہل کا طعنہ سنا تو وہ بھی غصہ میں بھر گیا اور کہا کہ ابوجہل سے کہہ دو کہ میدان جنگ بتائے گا کہ بزدل کون ہے؟ یہ کہہ کر لوہے کی ٹوپی طلب کی مگر اس کا سرا تنا بڑا تھا کہ کوئی ٹوپی اس کے سر پر ٹھیک نہیں بیٹھی تو مجبوراً اس نے اپنے سر پر کپڑا لپیٹا اور ہتھیار پہن کر جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔

۱۷ رمضان ۲ ھ جمعہ کے دن حضور ﷺ نے مجاہدین اسلام کو صف بندی کا حکم دیا۔ دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اس کے اشارہ سے آپ ﷺ صفیں درست فرما رہے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہنے پائے اور یہ بھی حکم فرما دیا کہ بجز ذکر الٰہی کے کوئی شخص کسی قسم کا کوئی شور و غل نہ مچائے۔ عین ایسے وقت میں کہ جنگ کا نقارہ بجنے والا ہی

ہے دو ایسے واقعات در پیش ہو گئے جو نہایت ہی عبرت خیز اور بہت زیادہ نصیحت آموز ہیں۔

شکم مبارک کا بوسہ

حضور ﷺ اپنی چھڑی کے اشارہ سے صفیں سیدھی فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت سواد انصاری رضی اللہ عنہ کا پیٹ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا۔ آپ نے اپنی چھڑی سے ان کے پیٹ پر ایک کونچا دے کر فرمایا کہ اِسْتَوِ یَا سَوَادُ (اے سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ) حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے میرے شکم پر چھڑی ماری ہے مجھے آپ سے اس کا قصاص (بدلہ) لینا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنا پیراہن شریف اٹھا کر فرمایا کہ اے سواد! لو میرا شکم حاضر ہے تم اس پر چھڑی مار کر مجھ سے اپنا قصاص لے لو۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر آپ کے شکم مبارک کو چوم لیا اور پھر نہایت ہی والہانہ انداز میں انتہائی گرم جوشی کے ساتھ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ میں اس وقت جنگ کی صف میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر کھڑا ہوں شاید موت کا وقت آ گیا ہو، اس وقت میرے دل میں اس تمنا نے جوش مارا کہ کاش! مرتے وقت میرا بدن آپ کے جسم اطہر سے چھو جائے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کے اس جذبۂ محبت کی قدر فرماتے ہوئے ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں معذرت کرتے ہوئے اپنا قصاص معاف کر دیا اور تمام صحابۂ کرام حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی اس عاشقانہ ادا کو حیرت سے دیکھتے ہوئے ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ [10]

عہد کی پابندی

اتفاق سے حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت عسیل رضی اللہ عنہما یہ دونوں صحابی کہیں سے آ رہے تھے راستہ میں کفار نے ان دونوں کو روکا کہ تم دونوں بدر کے میدان میں حضرت محمد (ﷺ) کی مدد کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ ان دونوں نے انکار کیا اور جنگ میں شریک نہ ہونے کا عہد کیا چنانچہ کفار نے ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ جب یہ دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے ان دونوں کو لڑائی کی صفوں سے الگ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم ہر حال میں عہد کی پابندی کریں گے ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔ [11]

ناظرین کرام! غور کیجیے۔ دنیا جانتی ہے کہ جنگ کے موقع پر خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ دشمنوں کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ ہو ایک ایک سپاہی کتنا قیمتی ہوتا ہے مگر تاجدار دو عالم ﷺ نے اپنی کمزور فوج کو دو بہادر اور

جانباز مجاہدوں سے محروم رکھنا پسند فرمایا مگر کوئی مسلمان کسی کافر سے بھی بد عہدی اور وعدہ خلافی کرے اس کو گوارا نہیں فرمایا۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کے بادشاہو! للہ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری تاریخ زندگی کے بڑے بڑے دفتروں میں کوئی ایسا چمکتا ہوا ورق بھی ہے؟ اے چاند و سورج کی دور بین نگاہو! تم خدا کے لئے بتاؤ! کیا تمہاری آنکھوں نے بھی کبھی صفحۂ ہستی پر پابندی عہد کی کوئی ایسی مثال دیکھی ہے؟ خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ تم اس کے جواب میں "نہیں" کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔

مسجد العریش

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کی صف بندی سے فارغ ہو کر مجاہدین کی قرارداد کے مطابق اپنے اس چھپر میں تشریف لے گئے جس کو صحابہ کرام نے آپ کی نشست کے لئے بنا رکھا تھا۔ اب اس چھپر کی حفاظت کا سوال بے حد اہم تھا کیونکہ کفار قریش کے حملوں کا اصل نشانہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات تھی کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس چھپر کا پہرہ دے لیکن اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار حضرت صدیق باوقار رضی اللہ عنہ ہی کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی کہ وہ ننگی تلوار لے کر اس جھونپڑی کے پاس ڈٹے رہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی چند انصاریوں کے ساتھ اس چھپر کے گرد پہرہ دیتے رہے۔

دونوں لشکر آمنے سامنے

اب وہ وقت ہے کہ میدان بدر میں حق و باطل کی دونوں صفیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہیں۔ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ

﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ﴾ [12]

جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کا نشان ہے ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا منکر خدا تھا۔

دعائے نبوی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس نازک گھڑی میں جناب باری سے لو لگائے گریہ وزاری کے ساتھ کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلائے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ "خداوندا! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے آج اسے پورا فرما دے۔" آپ پر اس

قدر رقت اور محویت طاری تھی کہ جوشِ گریہ میں چادر مبارک دوش انور سے گر گر پڑتی تھی مگر آپ کو خبر نہیں ہوتی تھی، کبھی آپ سجدہ میں سر رکھ کر اس طرح دعا مانگتے کہ" الٰہی ! اگر یہ چند نفوس ہلاک ہو گئے تو پھر قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والے نہ رہیں گے۔" 13

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے یارِ غار تھے۔ آپ کو اس طرح بے قرار دیکھ کر ان کے دل کا سکون وقرار جاتا رہا اور ان پر رقت طاری ہو گئی اور انہوں نے چادر مبارک کو اٹھا کر آپ کے مقدس کندھے پر ڈال دی اور آپ کا دست مبارک تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں بڑے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ حضور! اب بس کیجیے خدا ضرور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔

اپنے یارِ غار صدیق جاں نثار کی بات مان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا ختم کر دی اور آپ کی زبان مبارک پر اس آیت کا ورد جاری ہو گیا کہ

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ 14

عنقریب (کفار کی) فوج کو شکست دے دی جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے

آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے جس میں فتح مبین کی بشارت کی طرف اشارہ تھا۔

لڑائی کس طرح شروع ہوئی

جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سب سے پہلے عامر بن الحضرمی جو اپنے مقتول بھائی عمرو بن الحضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بے قرار تھا جنگ کے لئے آگے بڑھا اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مہجع رضی اللہ عنہ میدان میں نکلے اور لڑتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ پھر حضرت حارثہ بن سراقہ انصاری رضی اللہ عنہ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ناگہاں ان کو کفار کا ایک تیر لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ 15

حضرت عمیر کا شوقِ شہادت

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جوش جہاد کا وعظ فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! اس جنت کی طرف بڑھے چلو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے تو حضرت عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟ ارشاد فرمایا کہ "ہاں" یہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: واہ واہ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں اے عمیر! تم نے "واہ وا" کس لئے کہا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم فقط اس امید پر

کہ میں بھی جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے عمیر! تو بے شک جنتی ہے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ بشارت سنی تو مارے خوشی کے کھجوریں پھینک کر کھڑے ہو گئے اور ایک دم کفار کے لشکر پر تلوار لے کر ٹوٹ پڑے اور جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ر16

کفار کا سپہ سالار مارا گیا

کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ اپنے سینہ پر شتر مرغ کا پر لگائے ہوئے اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو ساتھ لے کر غصہ میں بھرا ہوا اپنی صف سے نکل کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا۔ اسلامی صفوں میں سے حضرت عوف و حضرت معاذ و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے ان لوگوں کا نام و نسب پوچھا، جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ انصاری ہیں تو عتبہ نے کہا کہ ہم کو تم لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ پھر عتبہ نے چلا کر کہا اے محمد (ﷺ) یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں اشراف قریش کو ہم سے لڑنے کے لئے میدان میں بھیجئے۔ حضور ﷺ نے حضرت حمزہ و حضرت علی و حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ آپ لوگ ان تینوں کے مقابلہ کے لئے نکلیں۔

چنانچہ یہ تینوں بہادران اسلام میدان میں نکلے۔ چونکہ یہ تینوں حضرات سر پر خود پہنے ہوئے تھے جس سے ان کے چہرے چھپ گئے تھے اس لئے عتبہ نے ان حضرات کو نہیں پہچانا اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ جب ان تینوں نے اپنے نام و نسب بتائے تو عتبہ نے کہا کہ "ہاں اب ہمارا جوڑ ہے" جب ان لوگوں میں جنگ شروع ہوئی تو حضرت حمزہ و حضرت علی و حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم نے اپنی ایمانی شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ بدر کی زمین دہل گئی اور کفار کے دل تھرا گئے اور ان کی جنگ کا انجام یہ ہوا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کا مقابلہ کیا، دونوں انتہائی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے مگر آخر کار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے وار سے مار مار کر عتبہ کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ ولید نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی، دونوں نے ایک دوسرے پر بڑھ بڑھ کر قاتلانہ حملہ کیا اور خوب لڑے لیکن اسد اللہ الغالب کی ذوالفقار نے ولید کو مار گرایا اور وہ ذلت کے ساتھ قتل ہو گیا۔ مگر عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس طرح زخمی کر دیا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ جھپٹے اور آگے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے، ان کی پنڈلی ٹوٹ کر چور چور ہو گئی تھی اور نلی کا گودا بہہ رہا تھا، اس حالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ ارشاد فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ تم

شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آج میرے اور آپ کے چچا ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہوں کہ

؎ وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَائِلِ

یعنی ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ہم ان کے گرد لڑلڑ کر پچھاڑ دیئے جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تاریخی برچھی

اس کے بعد سعید بن العاص کا بیٹا "عبیدہ" سر سے پاؤں تک لوہے کے لباس اور ہتھیاروں سے چھپا ہوا صف سے باہر نکلا اور یہ کہہ کر اسلامی لشکر کو للکارنے لگا کہ "میں ابوکرش ہوں" اس کی یہ مغرورانہ للکار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جوش میں بھرے ہوئے اپنی برچھی لے کر مقابلہ کے لئے نکلے مگر یہ دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہے جو لوہے سے چھپا ہوا نہ ہو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے برچھی ماری کہ وہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ برچھی اس کی آنکھ کو چھیدتی ہوئی کھوپڑی کی ہڈی میں چبھ گئی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر پوری طاقت سے کھینچا تو بڑی مشکل سے برچھی نکلی لیکن اس کا سر مڑ کر خم ہو گیا۔ یہ برچھی ایک تاریخی یادگار بن کر برسوں تبرک بنی رہی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ برچھی طلب فرمالی اور اس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آئی یہاں تک کہ ۷۳ھ میں جب بنوامیہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو شہید کر دیا تو یہ برچھی بنوامیہ کے قبضہ میں چلی گئی پھر اس کے بعد لاپتہ ہو گئی۔ (17)

ابوجہل ذلت کے ساتھ مارا گیا

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں صف میں کھڑا تھا اور میرے دائیں بائیں دو نوعمر لڑکے کھڑے تھے۔ ایک نے چپکے سے پوچھا کہ چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا کہ کیوں بھتیجے! تم کو ابوجہل سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ چچا جان! میں نے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میں ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا تو اس کو قتل کر دوں گا یا خود لڑتا ہوا مارا جاؤں گا کیونکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی بڑا دشمن ہے۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرت سے اس نوجوان کا منہ تاک رہا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی کہا اتنے میں ابوجہل تلوار گھماتا ہوا سامنے آ گیا اور میں نے اشارہ سے بتا دیا کہ ابوجہل یہی ہے، بس پھر کیا تھا یہ دونوں لڑکے تلواریں لے کر اس پر اس طرح جھپٹے جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواروں سے مار مار کر ابوجہل کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ یہ دونوں لڑکے حضرت معوذ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم تھے جو عفراء کے بیٹے تھے۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کے قاتل حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور پیچھے سے ان کے بائیں شانہ پر تلوار ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا لیکن تھوڑا سا چمڑا باقی رہ گیا اور ہاتھ لٹکنے لگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کا پیچھا کیا اور دور تک دوڑایا مگر عکرمہ بھاگ کر بچ نکلا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی لڑتے رہے لیکن کٹے ہوئے ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہو رہی تھی تو انہوں نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو پاؤں سے دبا کر اس زور سے کھینچا کہ تسمہ الگ ہو گیا اور پھر وہ آزاد ہو کر ایک ہاتھ سے لڑتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے پاس سے گزرے، اس وقت ابوجہل میں کچھ کچھ زندگی کی رمق باقی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روند کر فرمایا کہ "تو ہی ابوجہل ہے! بتا آج تجھے اللہ نے کیسا رسوا کیا۔" ابوجہل نے اس حالت میں بھی گھمنڈ کے ساتھ یہ کہا کہ تمہارے لئے یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے میرا قتل ہو جانا اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ ہاں! مجھے اس کا افسوس ہے کہ کاش! مجھے کسانوں کے سوا کوئی دوسرا شخص قتل کرتا۔ حضرت معوذ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم چونکہ یہ دونوں انصاری تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور قبیلۂ قریش کے لوگ کسانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے اس لئے ابوجہل نے کسانوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کو اپنے لئے قابل افسوس بتایا۔

جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر جب ابوجہل کی لاش کے پاس سے گزرے تو لاش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابوجہل اس زمانے کا "فرعون" ہے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹ کر تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈال دیا۔ 18

ابوالبختری کا قتل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی یہ فرما دیا تھا کہ کچھ لوگ کفار کے لشکر میں ایسے بھی ہیں جن کو کفار

مکہ دباؤ ڈال کر لائے ہیں ایسے لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کے نام بھی حضور ﷺ نے بتا دیئے تھے۔ انہی لوگوں میں سے ابوالبختری بھی تھا جو اپنی خوشی سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ کفار قریش اس پر دباؤ ڈال کر زبردستی کر کے لائے تھے۔ عین جنگ کی حالت میں حضرت مجذر بن ذیاد رضی اللہ عنہ کی نظر ابوالبختری پر پڑی جو اپنے ایک گہرے دوست جنادہ بن ملیحہ کے ساتھ گھوڑے پر سوار تھا۔ حضرت مجذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو البختری! چونکہ حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو تیرے قتل سے منع فرمایا ہے اس لئے میں تجھ کو چھوڑ دیتا ہوں۔ ابوالبختری نے کہا کہ میرے ساتھی جنادہ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو حضرت مجذر رضی اللہ عنہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کو ہم زندہ نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سن کر ابوالبختری طیش میں آ گیا اور کہا کہ میں عرب کی عورتوں کا یہ طعنہ سننا پسند نہیں کر سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ساتھی کو تنہا چھوڑ دیا۔ یہ کہہ کر ابوالبختری نے رجز کا یہ شعر پڑھا کہ

لَنْ يُّسْلِمَ ابْنُ حُرَّةٍ زَمِيْلَهٗ
حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَرٰى سَبِيْلَهٗ

ایک شریف زادہ اپنے ساتھی کو کبھی ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ مر نہ جائے یا اپنا راستہ نہ دیکھ لے۔

اُمیہ کی ہلاکت

اُمیہ بن خلف بہت ہی بڑا دشمن رسول تھا۔ جنگ بدر میں جب کفر و اسلام کے دونوں لشکر گتھم گتھا ہو گئے تو اُمیہ اپنے پرانے تعلقات کی بنا پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چمٹ گیا کہ میری جان بچایئے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو رحم آ گیا اور آپ نے چاہا کہ اُمیہ بچ کر نکل بھاگے مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اُمیہ کو دیکھ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب اُمیہ کے غلام تھے تو اُمیہ نے ان کو بہت زیادہ ستایا تھا اس لئے جوشِ انتقام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کو پکارا، انصاری لوگ دفعۃً ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اُمیہ سے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ لیٹ گیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اس کو بچانے کے لئے اس کے اوپر لیٹ کر اس کو چھپانے لگے لیکن حضرت بلال اور انصار رضی اللہ عنہم نے ان کی ٹانگوں کے اندر ہاتھ ڈال کر اور بغل سے تلوار گھونپ گھونپ کر اس کو قتل کر دیا۔ [19]

فرشتوں کی فوج

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتار دیا تھا۔ پہلے ایک ہزار فرشتے آئے پھر تین ہزار ہو گئے اس کے بعد پانچ ہزار ہو گئے۔ [20]

جب خوب گھمسان کا رن پڑا تو فرشتے کسی کو نظر نہیں آتے تھے مگر ان کی حرب وضرب کے اثرات صاف نظر آتے تھے۔ بعض کافروں کی ناک اور منہ پر کوڑوں کی مار کا نشان پایا جاتا تھا، کہیں بغیر تلوار مارے سر کٹ کر گرتا نظر آتا تھا، یہ آسمان سے آنے والے فرشتوں کی فوج کے کارنامے تھے۔

کفار نے ہتھیار ڈال دیئے

عتبہ، شیبہ، ابوجہل وغیرہ کفار قریش کے سرداروں کی ہلاکت سے کفار مکہ کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ہتھیار ڈال کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

اس جنگ میں کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ باقی اپنا سامان چھوڑ کر فرار ہو گئے اس جنگ میں کفار مکہ کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔ کفار قریش کے بڑے بڑے نامور سردار جو بہادری اور فن سپہ گری میں یکتائے روزگار تھے ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان ناموروں میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ، عاص بن ہشام، اُمیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن الحارث وغیرہ قریش کے سرتاج تھے یہ سب مارے گئے۔

اسماء شہداء غزوۂ بدر

جنگِ بدر میں کل چودہ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ شہداء مہاجرین کے نام یہ ہیں: 1 حضرت عبیدہ بن الحارث 2 حضرت عمیر بن ابی وقاص 3 حضرت ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو 4 حضرت عاقل بن ابی بکیر 5 حضرت مھجع 6 حضرت صفوان بن بیضاء اور انصار کے ناموں کی فہرست یہ ہے: 7 حضرت سعد بن خیثمہ 8 حضرت مبشر بن عبدالمنذر 9 حضرت حارثہ بن سراقہ 10 حضرت معوذ بن عفراء 11 حضرت عمیر بن حمام 12 حضرت رافع بن معلّی 13 حضرت عوف بن عفراء 14 حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہم 21

ان شہداء بدر میں سے تیرہ حضرات تو میدان بدر ہی میں مدفون ہوئے مگر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے چونکہ بدر سے واپسی پر منزل "صفراء" میں وفات پائی اس لئے ان کی قبر شریف منزل "صفراء" میں ہے۔ 22

بدر کا گڑھا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ یہ طرزِ عمل رہا کہ جہاں کبھی کوئی لاش نظر آتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دفن کروا دیتے تھے

لیکن جنگِ بدر میں قتل ہونے والے کفار چونکہ تعداد میں بہت زیادہ تھے، سب کو الگ الگ دفن کرنا ایک دشوار کام تھا اس لئے تمام لاشوں کو آپ ﷺ نے بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام لاشوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر گڑھے میں ڈال دیا۔ اُمیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو گھسیٹنا چاہا تو اس کے اعضاء الگ الگ ہونے لگے اس لئے اس کی لاش وہیں مٹی میں دبادی گئی۔ 23

کفار کی لاشوں سے خطاب

جب کفار کی لاشیں بدر کے گڑھے میں ڈال دی گئیں تو حضور سرورِ عالم ﷺ نے اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر مقتولین کا نام لے کر اس طرح پکارا کہ اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اے فلاں! اے فلاں! کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا؟ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو بالکل ٹھیک سچ پایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ کفار کی لاشوں سے خطاب فرمارہے ہیں تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ ان بے روح کے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! قسم خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم (زندہ لوگ) میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن سکتے لیکن اتنی بات ہے کہ یہ مردے جواب نہیں دے سکتے۔

ضروری تنبیہ

بخاری وغیرہ کی اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کفار کے مردے زندوں کی بات سنتے ہیں تو پھر مومنین خصوصاً اولیاء، شہداء، انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد یقیناً ہم زندوں کا سلام و کلام اور ہماری فریادیں سنتے ہیں اور حضور ﷺ نے جب کفار کی مردہ لاشوں کو پکارا تو پھر خدا کے برگزیدہ بندوں یعنی ولیوں، شہیدوں اور نبیوں کو ان کی وفات کے بعد پکارنا بھلا کیوں نہ جائز و درست ہوگا؟ اسی لئے تو حضورِ اکرم ﷺ جب مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو قبروں کی طرف اپنا رخِ انور کر کے یوں فرماتے کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ 24

یعنی "اے قبر والو! تم پر سلام ہو خدا ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم لوگ ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

اور حضور ﷺ نے اپنی امت کو بھی یہی حکم دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی تعلیم دیتے تھے کہ جب تم لوگ

قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ تو

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ 25

ان حدیثوں سے ظاہر ہے کہ مردے زندوں کا سلام و کلام سنتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ جو لوگ سنتے ہی نہیں ان کو سلام کرنے سے کیا حاصل؟

مدینہ کو واپسی

فتح کے بعد تین دن تک حضور ﷺ نے "بدر" میں قیام فرمایا پھر تمام اموال غنیمت اور کفار قیدیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ جب "وادی صفرا" میں پہنچے تو اموالِ غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی صاحبزادی تھیں جنگ بدر کے موقع پر بیمار تھیں اس لئے حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صاحبزادی کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دے دیا تھا اس لئے وہ جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکے مگر حضور ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان کو مجاہدین بدر کے برابر ہی حصہ دیا اور ان کے برابر ہی اجر و ثواب کی بشارت بھی دی اسی لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی اصحاب بدر کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

مجاہدین بدر کا استقبال

حضورِ اقدس ﷺ نے فتح کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فتح مبین کی خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ بھیج دیا تھا۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ خوشخبری لے کر جب مدینہ پہنچے تو تمام اہل مدینہ جوش مسرت کے ساتھ حضور ﷺ کی آمد آمد کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے اور جب تشریف آوری کی خبر پہنچی تو اہل مدینہ نے آگے بڑھ کر مقام روحاء میں آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ 26

قیدیوں کے ساتھ سلوک

کفار مکہ جب اسیران جنگ بن کر مدینہ میں آئے تو ان کو دیکھنے کے لئے بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور لوگ ان کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ بولتے رہے۔ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی سودہ رضی اللہ عنہا ان قیدیوں کو دیکھنے کے لئے

تشریف لائیں اور یہ دیکھا کہ ان قیدیوں میں ان کے ایک قریبی رشتہ دار "سہیل" بھی ہیں تو وہ بے ساختہ بول اٹھیں کہ "اے سہیل! تم نے بھی عورتوں کی طرح بیڑیاں پہن لیں تم سے یہ نہ ہو سکا کہ بہادر مردوں کی طرح لڑتے ہوئے قتل ہو جاتے۔" ر27

ان قیدیوں کو حضور ﷺ نے صحابہ میں تقسیم فرما دیا اور یہ حکم دیا کہ ان قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ چنانچہ دو دو، چار چار قیدی صحابہ کے گھروں میں رہنے لگے اور صحابہ نے ان لوگوں کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا کہ ان لوگوں کو گوشت روٹی وغیرہ حسب مقدور بہترین کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ر28

قیدیوں میں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بدن پر کرتا نہیں تھا لیکن وہ اتنے لمبے قد کے آدمی تھے کہ کسی کا کرتا ان کے بدن پر ٹھیک نہیں اترتا تھا عبداللہ بن اُبی (منافقین کا سردار) چونکہ قد میں ان کے برابر تھا اس لئے اس نے اپنا کرتا ان کو پہنا دیا۔ بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کے کفن کے لئے جو اپنا پیراہن شریف عطا فرمایا تھا وہ اسی احسان کا بدلہ تھا۔ ر29

اسیرانِ جنگ کا انجام

ان قیدیوں کے بارے میں حضور ﷺ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ ان سب دشمنانِ اسلام کو قتل کر دینا چاہیے اور ہم میں سے ہر شخص اپنے اپنے قریبی رشتہ دار کو اپنی تلوار سے قتل کرے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ آخر یہ سب لوگ اپنے عزیز و اقارب ہی ہیں لہٰذا انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ ان لوگوں سے بطور فدیہ کچھ رقم لے کر ان سب کو رہا کر دیا جائے۔ اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت بہت کمزور ہے فدیہ کی رقم سے مسلمانوں کی مالی امداد کا سامان بھی ہو جائے گا اور شاید آئندہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اسلام کی توفیق نصیب فرمائے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنجیدہ رائے کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں سے چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔ جو لوگ مفلسی کی وجہ سے فدیہ نہیں دے سکتے تھے وہ یوں ہی بلا فدیہ چھوڑ دیئے گئے۔ ان قیدیوں میں جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھا دیں۔ ر30

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ

انصار نے حضور ﷺ سے یہ درخواست عرض کی کہ یا رسول اللہ! حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہمارے بھانجے ہیں لہٰذا ہم

ان کا فدیہ معاف کرتے ہیں۔لیکن آپ ﷺ نے یہ درخواست منظور نہیں فرمائی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ قریش کے ان دس دولت مند رئیسوں میں سے تھے جنہوں نے لشکر کفار کے راشن کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی، اس غرض کے لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ فوج کو کھانا کھلانے میں ابھی حضرت عباس کی باری نہیں آئی تھی اس لئے وہ سونا ابھی تک ان کے پاس محفوظ تھا۔ اس سونے کو حضور ﷺ نے مال غنیمت میں شامل فرمالیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مطالبہ فرمایا کہ وہ اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن جحدم چار شخصوں کا فدیہ ادا کریں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال ہی نہیں ہے، میں کہاں سے فدیہ ادا کروں؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان! آپ کا وہ مال کہاں ہے؟ جو آپ نے جنگ بدر کے لئے روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی "ام الفضل" کو دیا تھا اور یہ کہا تھا اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا اتنا مال میرے لڑکوں کو دے دینا۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ یقیناً آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا علم میرے اور میری بیوی ام الفضل کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی پھر اس کے بعد حضرت عباس اور حضرت عقیل اور حضرت نوفل رضی اللہ عنہم تینوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ر31

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار

جنگِ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے داماد ابو العاص بن الربیع بھی تھے۔ یہ ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے اور ہالہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں اس لئے حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ لے کر اپنی لڑکی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابو العاص بن الربیع سے نکاح کر دیا تھا۔ حضور ﷺ نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے تو اسلام قبول کر لیا مگر ان کے شوہر ابو العاص مسلمان نہیں ہوئے اور نہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے سے جدا کیا۔ ابو العاص بن الربیع نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس قاصد بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں ایک قیمتی ہار بھی دیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فدیہ کی رقم کے ساتھ وہ ہار بھی اپنے گلے سے اتار کر مدینہ بھیج دیا۔ جب حضور ﷺ کی نظر اس ہار پر پڑی تو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کی محبت کی یاد نے قلب مبارک پر ایسا رقت انگیز اثر ڈالا کہ آپ رو پڑے اور صحابہ سے فرمایا کہ "اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دو" یہ سن

کر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سر تسلیم خم کر دیا اور یہ ہار حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ بھیج دیا گیا۔ 32

ابو العاص رہا ہو کر مدینہ سے مکہ آئے اور حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔ ابو العاص بہت بڑے تاجر تھے یہ مکہ سے اپنا سامان تجارت لے کر شام گئے اور وہاں سے خوب نفع کما کر مکہ آ رہے تھے کہ مسلمان مجاہدین نے ان کے قافلہ پر حملہ کر کے ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور یہ مالِ غنیمت تمام سپاہیوں پر تقسیم بھی ہو گیا۔ ابو العاص چھپ کر مدینہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دے کر اپنے گھر میں اتارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی خوشی ہو تو ابو العاص کا مال و سامان واپس کر دو۔ فرمانِ رسالت کا اشارہ پاتے ہی تمام مجاہدین نے سارا مال و سامان ابو العاص کے سامنے رکھ دیا۔ ابو العاص اپنا سارا مال و اسباب لے کر مکہ آئے اور اپنے تمام تجارت کے شریکوں کو پائی پائی کا حساب سمجھا کر اور سب کو اس کے حصہ کی رقم ادا کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اہل مکہ سے کہہ دیا کہ میں یہاں آ کر اور سب کا پورا پورا حساب ادا کر کے مدینہ جاتا ہوں تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ابو العاص ہمارا روپیہ لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ مدینہ آ کر حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔ 33

مقتولین بدر کا ماتم

بدر میں کفارِ قریش کی شکست فاش کی خبر جب مکہ میں پہنچی تو ایسا کہرام مچ گیا کہ گھر گھر ماتم کدہ بن گیا مگر اس خیال سے کہ مسلمان ہم پر ہنسیں گے ابو سفیان نے تمام شہر میں اعلان کرا دیا کہ خبر دار کوئی شخص رونے نہ پائے۔ اس لڑائی میں اسود بن المطلب کے دو لڑکے "عقیل" اور "زمعہ" اور ایک پوتا "حارث بن زمعہ" قتل ہوئے تھے۔ اس صدمۂ جان کاہ سے اسود کا دل پھٹ گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ اپنے ان مقتولوں پر خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے تا کہ دل کی بھڑاس نکل جائے لیکن قومی غیرت کے خیال سے رو نہیں سکتا تھا مگر دل ہی دل میں گھٹتا اور کڑھتا رہتا تھا اور آنسو بہاتے بہاتے اندھا ہو گیا تھا، ایک دن شہر میں کسی عورت کے رونے کی آواز آئی تو اس نے اپنے غلام کو بھیجا کہ دیکھو کون رو رہا ہے؟ کیا بدر کے مقتولوں پر رونے کی اجازت ہو گئی ہے؟ میرے سینے میں رنج و غم کی آگ سلگ رہی ہے، میں بھی رونے کے لیے بے قرار ہوں۔ غلام نے بتایا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے وہ اسی غم میں رو رہی ہے۔ اسود شاعر تھا، یہ سن کر بے اختیار اس کی زبان سے یہ دردناک اشعار نکل پڑے جس کے لفظ لفظ سے خون ٹپک رہا ہے۔

اَتَبْكِيْ اَنْ يَّضِلَّ لَهَا بَعِيْرٌ وَ يَمْنَعُهَا مِنَ النَّوْمِ السُّهُوْدُ
فَلاَ تَبْكِيْ عَلٰى بَكْرٍ وَّ لٰكِنْ عَلٰى بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ

کیا وہ عورت ایک اونٹ کے گم ہو جانے پر رو رہی ہے؟ اور بے خوابی نے اس کی نیند کو روک دیا ہے۔ تو وہ ایک اونٹ پر نہ روئے لیکن "بدر" پر روئے جہاں قسمتوں نے کوتاہی کی ہے۔

وَ بَكِّيْ اِنْ بَكَيْتِ عَلٰي عَقِيْلٍ وَ بَكِّيْ حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ
وَبَكِّيْهِمْ وَ لَا تَسِمِيْ جَمِيْعًا وَ مَا لِاَبِيْ حَكِيْمَةَ مِنْ نَدِيْدِ

اگر تجھ کو رونا ہے تو "عقیل" پر رو یا کر اور "حارث" پر رو یا کر جو شیروں کا شیر تھا۔ اور ان سب پر رو یا کر مگر ان سبھوں کا نام مت لے اور "ابوحکیمہ" "زمعہ" کا تو کوئی ہمسر ہی نہیں ہے۔ 34

عمیر اور صفوان کی خوفناک سازش

ایک دن عمیر اور صفوان دونوں حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر پر آنسو بہار ہے تھے۔ ایک دم صفوان بول اُٹھا کہ اے عمیر! میرا باپ اور دوسرے روسائے مکہ جس طرح بدر میں قتل ہوئے ان کو یاد کر کے سینے میں دل پاش پاش ہو رہا ہے اور اب زندگی میں کوئی مزہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ عمیر نے کہا کہ اے صفوان! تم سچ کہتے ہو میرے سینے میں بھی انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے، میرے اعزہ و اقرباء بھی بدر میں بے دردی کے ساتھ قتل کئے گئے ہیں اور میرا بیٹا مسلمانوں کی قید میں ہے۔ خدا کی قسم! اگر میں قرضدار نہ ہوتا اور بال بچوں کی فکر سے دو چار نہ ہوتا تو ابھی ابھی میں تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ جاتا اور دم زدن میں دھوکہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے فرار ہو جاتا۔ یہ سن کر صفوان نے کہا کہ اے عمیر! تم اپنے قرض اور بچوں کی ذرا بھی فکر نہ کرو۔ میں خدا کے گھر میں عہد کرتا ہوں کہ تمہارا سارا قرض ادا کر دوں گا اور میں تمہارے بچوں کی پرورش کا بھی ذمہ دار ہوں۔ اس معاہدہ کے بعد عمیر سیدھا گھر آیا اور زہر میں بجھائی ہوئی تلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ جب مدینہ میں مسجد نبوی کے قریب پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس کا گلہ دبائے اور گردن پکڑے ہوئے دربار رسالت میں لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں عمیر! کس ارادہ سے آئے ہو؟ جواب دیا کہ اپنے بیٹے کو چھڑانے کے لیے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اور صفوان نے حطیم کعبہ میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی ہے؟ عمیر یہ راز کی بات سن کر سناٹے میں آ گیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں کیونکہ خدا کی قسم! میرے

اور صفوان کے سوا اس راز کی کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ ادھر مکہ میں صفوان حضور ﷺ کے قتل کی خبر سننے کے لیے انتہائی بے قرار تھا اور دن گن گن کر عمیر کے آنے کا انتظار کر رہا تھا مگر جب اس نے ناگہاں یہ سنا کہ عمیر مسلمان ہو گیا تو فرطِ حیرت سے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور وہ بوکھلا گیا۔ ر35

مجاہدین بدر کے فضائل

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگِ بدر کے جہاد میں شریک ہوئے وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک خصوصی شرف کے ساتھ ممتاز ہیں اور ان خوش نصیبوں کے فضائل میں ایک بہت ہی عظیم الشان فضیلت یہ ہے کہ ان سعادت مندوں کے بارے میں حضورِ اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ

"بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر سے واقف ہے اور اس نے یہ فرما دیا ہے کہ تم اب جو عمل چاہو کرو بلاشبہ تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔" ر36

ابولہب کی عبرتناک موت

ابولہب جنگِ بدر میں شریک نہیں ہو سکا۔ جب کفارِ قریش شکست کھا کر مکہ واپس آئے تو لوگوں کی زبانی جنگِ بدر کے حالات سن کر ابولہب کو انتہائی رنج و ملال ہوا۔ اس کے بعد ہی وہ بڑی چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس سے اس کا تمام بدن سڑ گیا اور آٹھویں دن مر گیا۔ عرب کے لوگ چیچک سے بہت ڈرتے تھے اور اس بیماری میں مرنے والے کو بہت ہی منحوس سمجھتے تھے اس لیے اس کے بیٹوں نے بھی تین دن تک اس کی لاش کو ہاتھ نہیں لگایا مگر اس خیال سے کہ لوگ طعنہ ماریں گے ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں سے دھکیلتے ہوئے لے گئے اور اس گڑھے میں لاش کو گرا کر اوپر سے مٹی ڈال دی اور بعض مورخین نے تحریر فرمایا کہ دور سے لوگوں نے اس گڑھے میں اس قدر پتھر پھینکے کہ ان پتھروں سے اس کی لاش چھپ گئی۔ ر37

حوالہ جات سبق نمبر 12

(1) آل عمران:123
(2) مدارج جلد ۲ ص ۷۱ وغیرہ
(3) بخاری غزوہ بدر ج ۲ ص ۵۶۴
(4) زُرقانی ج ۱ ص ۴۱۱
(5) زُرقانی ج ۱ ص ۴۱۱
(6) مسلم ج ۲ ص ۱۰۲
(7) سیرتِ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۱۸ تا ۶۱۹
(8) انفال:11

(9) ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶۳
(10) سیرت ابن ہشام غزوہ بدر ج ۲ ص ۶۲۶
(11) مسلم باب الوفا بالعہد ج ۲ ص ۱۰۶
(12) آل عمران:13
(13) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۲۷
(14) القمر:45
(15) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۲۷
(16) مسلم ج ۲ ص ۱۳۹
(17) بخاری غزوہ بدر ج ۲ ص ۵۷۰
(18) بخاری ج ۲ ص ۱۷۳
(19) بخاری ج ۱ ص ۳۰۸
(20) سورہ آل عمران وانفال
(21) زرقانی ج ۱ ص ۴۴۴ وص ۴۴۵
(22) زرقانی ج ۱ ص ۴۴۵
(23) بخاری ج ۲ ص ۵۶۶
(24) مشکوۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۵۴
(25) مشکوۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۵۴
(26) ابن ہشام ج ۲ ص ۶۴۳
(27) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۴۵
(28) ابن ہشام ج ۲ ص ۶۴۶
(29) بخاری ج ۱ ص ۴۲۲
(30) ابن ہشام ج ۲ ص ۶۴۶
(31) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۷
(32) تاریخ طبری ص ۱۳۴۸
(33) تاریخ طبری
(34) ابن ہشام ج ۲ ص ۶۵۷
(35) تاریخ طبری ص ۱۳۵۴
(36) بخاری ج ۲ ص ۵۶۷
(37) زرقانی ج ۱ ص ۴۵۴

مشق سبق نمبر 12

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. بدر کو بدر کیوں کہتے ہیں؟

....

....

2. حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ روانگی سے قبل کیا کہا تھا؟

....

....

3. جنگ بدر سے قبل ابو جہل کی تاثرات کیا تھے؟

....

....

4. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا معائنہ کرنے کے بعد کیا ارشاد فرمایا؟

....

....

5. شکم بوسی کا کیا قصہ تھا؟

....

....

6. ابو جہل کو کس نے قتل کیا تھا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. عرب کے لوگ ــــــ سے بہت ڈرتے تھے

☐ بخار ☐ چیچک ☐ طاعون ☐ موت

2. ایک دن عمیر اور صفوان دونوں کعبہ میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر پر آنسو بہا رہے تھے

☐ صحن ☐ مطاف ☐ حطیم ☐ اطراف

3. حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کی والدہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں ایک قیمتی ــــــ بھی دیا تھا

☐ ہار ☐ پرس ☐ کپڑا ☐ زیور

4. اسی لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی اصحاب ــــــ کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

☐ احد ☐ بدر ☐ عقبہ ☐ خندق

5. ابوجہل اس زمانے کا ــــــ ہے

☐ دیوانہ ☐ مکار ☐ سردار ☐ فرعون

6. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے یار ــــــ تھے۔

☐ سفر ☐ غار ☐ حضر ☐ جنگ و جدال

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
جا بجا حوض بنا لئے	جس میں کفارِ قریش
اور مسلمانوں کے درمیان سخت خونریزی ہوئی	مسلمانوں نے بارش کا پانی روک کر
عہد کی پابندی کریں گے	ہم ہر حال میں
شہادت سے سرفراز ہوئے	جنگِ بدر کے قیدیوں میں حضور ﷺ کے
داماد ابوالعاص بن الربیع بھی تھے۔	جنگِ بدر میں کل چودہ مسلمان
حضرت عباس کے بدن پر کرتا نہیں تھا	قیدیوں میں حضور ﷺ کے چچا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. بے شک اللہ تعالی اہل.......... سے واقف ہے۔
2. .... رہا ہو کر مدینہ سے مکہ آئے۔
3. حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس کوئی.......... ہی نہیں ہے۔
4. تو اموالِ غنیمت کو.......... کے درمیان تقسیم فرمایا۔
5. اس جنگ میں کفار کے.......... آدمی قتل اور.......... آدمی گرفتار ہوئے۔
6. ۱۷ رمضان ۲ ھ جمعہ کے دن حضور ﷺ نے مجاہدین اسلام کو.......... کا حکم دیا۔

ہجرت کا تیسرا سال

حصہ اول

جنگ اُحد

جبلِ احد

اس سال کا سب سے بڑا واقعہ "جنگِ اُحد" ہے۔ "احد" ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دور ہے۔ چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں درپیش ہوا اسی لئے یہ لڑائی "غزوۂ اُحد" کے نام سے مشہور ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا خداوند عالم نے تذکرہ فرمایا ہے۔

یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنگِ بدر میں ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے تھے۔ اور جو قتل ہوئے ان میں سے اکثر کفارِ قریش کے سردار بلکہ تاجدار تھے۔ اس بنا پر مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اور قریش کا بچہ بچہ جوشِ انتقام میں آتش غیظ و غضب کا تنور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بے قرار تھا۔ عرب خصوصاً قریش کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا بڑا فرض سمجھتے تھے جس کو ادا کئے بغیر گویا ان کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ چنانچہ جنگِ بدر کے مقتولوں کے ماتم سے جب قریشیوں کو فرصت ملی تو انہوں نے یہ عزم کر لیا کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے اپنے مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا چاہیے۔ چنانچہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ اور اُمیہ کا لڑکا صفوان اور دوسرے کفارِ قریش جن کے باپ، بھائی، بیٹے جنگِ بدر میں قتل ہو چکے تھے سب کے سب ابو سفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مسلمانوں نے ہماری قوم کے تمام سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اس کا بدلہ لینا ہمارا قومی فریضہ ہے لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ قریش کی مشترکہ تجارت میں امسال جتنا نفع ہوا ہے وہ سب قوم کے جنگی فنڈ میں

جمع ہو جانا چاہیے اور اس رقم سے بہترین ہتھیار خرید کر اپنی لشکری طاقت بہت جلد مضبوط کر لینی چاہیے اور پھر ایک عظیم فوج لے کر مدینہ پر چڑھائی کر کے بانیٔ اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہیے۔

ابوسفیان نے خوشی خوشی قریش کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ لیکن قریش کو جنگِ بدر سے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ، سمندر کی موجوں سے ٹکرانا، پہاڑوں سے ٹکر لینا بہت آسان ہے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں سے جنگ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی جنگی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ کرنا نہایت ضروری خیال کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہتھیاروں کی تیاری اور سامان جنگ کی خریداری میں پانی کی طرح روپیہ بہانے کے ساتھ ساتھ پورے عرب میں جنگ کا جوش اور لڑائی کا بخار پھیلانے کے لئے بڑے بڑے شاعروں کو منتخب کیا جو اپنی آتش بیانی سے تمام قبائل عرب میں جوشِ انتقام کی آگ لگا دیں "عمرو جمحی" اور "مسافع" یہ دونوں اپنی شاعری میں طاق اور آتش بیانی میں شہرۂ آفاق تھے، ان دونوں نے باقاعدہ دورہ کر کے تمام قبائل عرب میں ایسا جوش اور اشتعال پیدا کر دیا کہ بچہ بچہ "خون کا بدلہ خون" کا نعرہ لگاتے ہوئے مرنے اور مارنے پر تیار ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑی فوج تیار ہو گئی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے معزز اور مالدار گھرانوں کی عورتیں بھی جوش انتقام سے لبریز ہو کر فوج میں شامل ہو گئیں۔ جن کے باپ، بھائی، بیٹے، شوہر جنگِ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ان عورتوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کا خون پی کر ہی دم لیں گی۔

حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کے چچا کو جنگِ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس بنا پر "ہند" نے "وحشی" کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو وہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔

مدینہ پر چڑھائی

الغرض بے پناہ جوش و خروش اور انتہائی تیاری کے ساتھ لشکر کفار مکہ سے روانہ ہوا اور ابوسفیان اس لشکر جرار کا سپہ سالار بنا۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں رہتے تھے انہوں نے ایک خط لکھ کر حضور ﷺ کو کفارِ قریش کی لشکر کشی سے مطلع کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو یہ خوفناک خبر ملی تو آپ نے ۵ شوال ۳ھ کو حضرت عدی بن فضالہ رضی اللہ عنہ کے دونوں لڑکوں حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہما کو جاسوس بنا کر کفارِ

قریش کے لشکر کی خبر لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ ان دونوں نے آ کر یہ پریشان کن خبر سنائی کہ ابوسفیان کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آ گیا ہے اوران کے گھوڑے مدینہ کی چراگاہ (عریض) کی تمام گھاس چر گئے۔

مسلمانوں کی تیاری اور جوش

یہ خبر سن کر ۱۴ شوال ۳ھ جمعہ کی رات میں حضرت سعد بن معاذ وحضرت اسید بن حضیر وحضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم ہتھیار لے کر چند انصاریوں کے ساتھ رات بھر کاشانہ نبوت کا پہرہ دیتے رہے اور شہر مدینہ کے اہم ناکوں پر بھی انصار کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کو جمع فرما کر مشورہ طلب فرمایا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے؟ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار میں سے بڑے بوڑھوں نے یہ رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں محفوظ کر دیا جائے اور شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں پناہ گیر ہو کر کفارِ قریش کے حملوں کی مدافعت کی جائے، مگر چند کمسن نوجوان جو جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور جوش جہاد میں آپے سے باہر ہو رہے تھے وہ اس رائے پر اڑ گئے کہ میدان میں نکل کر ان دشمنانِ اسلام سے فیصلہ کن جنگ لڑی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی رائے سن لی۔ پھر مکان میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر ہی رہ کر کفارِ قریش کے حملوں کو روکا جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اب تم لوگ خدا کا نام لے کر میدان میں نکل پڑو۔ اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہوگی۔ [1]

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے قبیلۂ اوس کا جھنڈا حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلۂ خزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ [2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی امداد کو ٹھکرا دیا

شہر سے نکلتے ہی آپ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آ رہی ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے جو آپ کی امداد کے لئے آ رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"ان لوگوں سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے۔" ر3

چنانچہ یہودیوں کا یہ لشکر واپس چلا گیا۔ پھر عبداللہ بن اُبَی (منافقوں کا سردار) بھی جو تین سو آدمیوں کو لے کر حضور ﷺ کے ساتھ آیا تھا یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد (ﷺ) نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے، لہٰذا میں ان کا ساتھ نہیں دوں گا۔ ر4

عبداللہ بن اُبَی کی بات سن کر قبیلہ خزرج میں سے "بنو سلمہ" کے اور قبیلۂ اوس میں سے "بنو حارثہ" کے لوگوں نے بھی واپس لوٹ جانے کا ارادہ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں اچانک محبت اسلام کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ ان لوگوں کے قدم جم گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ر5

جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ ہونا چاہیے۔

اب حضور ﷺ کے لشکر میں کل سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے جن میں کل ایک سو زرہ پوش تھے اور کفار کی فوج میں تین ہزار اشرار کا لشکر تھا جن میں سات سو زرہ پوش جوان، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور جو لوگ کم عمر تھے، ان کو واپس لوٹا دیا کہ جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام؟

بچوں کا جوش جہاد

مگر جب حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت چھوٹے ہو، تم بھی واپس چلے جاؤ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد اونچا نظر آئے۔ چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل کر لئے گئے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے جب ان کو واپس کیا جانے لگا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں۔ اس لئے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے ہیں تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہیے چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو زمین پر دے مارا۔ اس طرح ان دونوں پر جوش نوجوانوں کو جنگِ اُحد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوگئی۔ ر6

تاجدارِ دو عالم ﷺ میدان جنگ میں

مشرکین تو ۱۲ شوال ۳ھ بدھ کے دن ہی مدینہ کے قریب پہنچ کر کوہِ اُحد پر اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے مگر حضورِ اکرم ﷺ ۱۴ شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو بنی نجار میں رہے اور ۱۵ شوال سنیچر کے دن نماز فجر کے وقت اُحد میں پہنچے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور آپ ﷺ نے نماز فجر پڑھا کر میدان جنگ میں مورچہ بندی شروع فرمائی۔

حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کو لشکر کے میمنہ (دائیں بازو) پر اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو میسرہ (بائیں بازو) پر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو مقدمہ (اگلے حصہ) پر اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو ساقہ (پچھلے حصہ) پر افسر مقرر فرمایا (رضی اللہ عنہم) اور صف بندی کے وقت اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو جو وادی قناۃ میں ہے اپنے بائیں طرف رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ میں ایک درہ (تنگ راستہ) تھا جس میں سے گزر کر کفارِ قریش مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے سے حملہ آور ہو سکتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرما دیا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا افسر بنا دیا اور یہ حکم دیا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔ ر7

مشرکین نے بھی نہایت باقاعدگی کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو افسر بنا دیا، سواروں کا دستہ صفوان بن اُمیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کا ایک دستہ الگ تھا جن کا سردار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور پورے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابوطلحہ تھا جو قبیلۂ بنی عبدالدار کا ایک آدمی تھا۔ ر8

حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ پورے لشکر کفار کا علمبردار قبیلۂ بنی عبدالدار کا ایک شخص ہے تو آپ نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو قبیلۂ بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔

جنگ کی ابتداء

سب سے پہلے کفارِ قریش کی عورتیں دف بجا بجا کر ایسے اشعار گاتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں جنگِ بدر کے مقتولین کا ماتم اور انتقامِ خون کا جوش بھرا ہوا تھا۔ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کی بیوی "ہند" آگے آگے اور کفار

قریش کے معزز گھرانوں کی چودہ عورتیں اس کے ساتھ ساتھ تھیں اور یہ سب آواز ملا کر یہ اشعار گا رہی تھیں کہ

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقْ　　　　نَمْشِيْ عَلَى النَّمَارِقْ

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں

اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقْ　　　　اَوْ تُدْبِرُوْا نُفَارِقْ

اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔

مشرکین کی صفوں میں سے سب سے پہلے جو شخص جنگ کے لئے نکلا وہ "ابو عامر اوسی" تھا۔ جس کی عبادت اور پارسائی کی بنا پر مدینہ والے اس کو "راہب" کہا کرتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام ''فاسق'' رکھا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ شخص اپنے قبیلہ اوس کا سردار تھا اور مدینہ کا مقبول عام آدمی تھا۔ مگر جب رسول اکرم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہ شخص جذبہ حسد میں جل بھن کر خدا کے محبوب ﷺ کی مخالفت کرنے لگا اور مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا اور کفار قریش کو آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ اس کو بڑا بھروسہ تھا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس نے میدان میں نکل کر پکارا کہ اے انصار! کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر راہب ہوں۔ انصار نے چلا کر کہا ہاں ہاں! اے فاسق! ہم تجھ کو خوب پہچانتے ہیں۔ خدا تجھے ذلیل فرمائے۔ ابو عامر اپنے لئے فاسق کا لفظ سن کر تلملا گیا۔ کہنے لگا کہ ہائے افسوس! میرے بعد میری قوم بالکل ہی بدل گئی۔ پھر کفار قریش کی ایک ٹولی جو اس کے ساتھ تھی مسلمانوں پر تیر برسانے لگی۔ اس کے جواب میں انصار نے بھی اس زور کی سنگ باری کی کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ر9

لشکر کفار کا علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ صف سے نکل کر میدان میں آیا اور کہنے لگا کہ کیوں مسلمانو! تم میں کوئی ایسا ہے کہ یا وہ مجھ کو دوزخ میں پہنچا دے یا خود میرے ہاتھ سے وہ جنت میں پہنچ جائے۔ اس کا یہ گھمنڈ سے بھرا ہوا کلام سن کر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں "میں ہوں" یہ کہہ کر فاتح خیبر نے ذُوالفقار کے ایک ہی وار سے اُس کا سر پھاڑ دیا اور وہ زمین پر تڑپنے لگا اور شیر خدا منہ پھیر کر وہاں سے ہٹ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس کا سر کیوں نہیں کاٹ لیا؟ شیر خدا نے فرمایا کہ جب وہ زمین پر گرا تو اس کی شرمگاہ کھل گئی اور وہ مجھے قسم دینے لگا کہ مجھے معاف کر دیجیے اس بے حیا کو بے ستر دیکھ کر مجھے شرم دامنگیر ہو گئی اس لئے میں نے منہ پھیر لیا۔ ر10

طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابو طلحہ رجز کا یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا کہ

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا!
اَنْ یَّخْضِبَ اللِّوَاءَ اَوْ تَنْدَقَّا

علمبردار کا فرض ہے کہ نیزہ کو خون میں رنگ دے یا وہ ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے تلوار لے کر نکلے اور اس کے شانے پر ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی کو کاٹتی ہوئی کمر تک پہنچ گئی اور آپ کے منہ سے یہ نعرہ نکلا کہ

اَنَا ابْنُ سَاقِی الْحَجِیْجِ [11]

میں حاجیوں کے سیراب کرنے والے عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی اور میدان جنگ میں کشت و خون کا بازار گرم ہوگیا۔

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر یہ شعر کندہ تھا کہ

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَفِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَۃٌ
وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدْرِ

بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے“ یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے لپکے مگر یہ فخر و شرف حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ سے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ”تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔“

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے اور اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ہند آ گئی۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں مگر پھر اس خیال سے تلوار ہٹالی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ [12]

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انتہائی جوش جہاد میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اسی حالت میں سباع غبشانی سامنے آگیا آپ نے تڑپ کر فرمایا کہ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! ٹھہر، کہاں جاتا ہے؟ تو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار چلا دی، اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

وحشی" جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا جوں ہی آپ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو آپ کی ناف میں لگا۔ اور پشت کے پار ہو گیا۔ اس حال میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے مگر زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ [13]

کفار کے علمبردار خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جا رہے تھے مگر اُن کا جھنڈا گرنے نہیں پاتا تھا ایک کے قتل ہونے کے بعد دوسرا اس جھنڈے کو اٹھا لیتا تھا۔ ان کافروں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک کافر نے جس کا نام" صواب" تھا مشرکین کا جھنڈا اٹھایا تو ایک مسلمان نے اس کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے مگر اس نے اپنے قومی جھنڈے کو زمین پر گرنے نہیں دیا بلکہ جھنڈے کو اپنے سینے سے دبائے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا۔ مگر وہ قتل ہوتے ہوتے یہی کہتا رہا کہ" میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔" اس کے مرتے ہی ایک بہادر عورت جس کا نام" عمرہ" تھا اس نے جھپٹ کر قومی جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیا، یہ منظر دیکھ کر قریش کو غیرت آئی اور ان کی بکھری ہوئی فوج سمٹ آئی اور ان کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے۔ [14]

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابو عامر راہب کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے جہاد کر رہے

تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجیے میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

ناگہاں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا

کفار کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل و غارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیر انداز مسلمان جو درہ کی حفاظت پر مقرر کئے گئے تھے وہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ غنیمت لوٹو، غنیمت لوٹو، تمہاری فتح ہو گئی۔ ان لوگوں کے افسر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ہر چند روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد دلایا اور فرمانِ مصطفوی کی مخالفت سے ڈرایا مگر ان تیر انداز مسلمانوں نے ایک نہیں سنی اور اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کفار کا ایک افسر خالد بن ولید پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ درہ پہرہ داروں سے خالی ہو گیا ہے فوراً ہی اس نے درہ کے راستہ سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے چند جان بازوں کے ساتھ انتہائی دلیرانہ مقابلہ کیا مگر یہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب کیا تھا کافروں کی فوج کے لئے راستہ صاف ہو گیا خالد بن ولید نے زبردست حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتی ہوئی کفارِ قریش کی فوج بھی پلٹ پڑی۔ مسلمان مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے پیچھے پھر کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار آگے پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کا لشکر چکی کے دو پاٹوں میں دانہ کی طرح پسنے لگا اور مسلمانوں میں ایسی بدحواسی اور ابتری پھیل گئی کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہیں رہی۔ خود مسلمان مسلمانوں کی تلواروں سے قتل ہوئے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ خود مسلمانوں کی تلوار سے شہید ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چلاتے ہی رہے کہ "اے مسلمانو! یہ میرے باپ ہیں، یہ میرے باپ ہیں۔" مگر کچھ عجیب بدحواسی پھیلی ہوئی تھی کہ کسی کو کسی کا دھیان ہی نہیں تھا اور مسلمانوں نے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔" جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جنگِ اُحد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے، غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ اسی حالت میں شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے جو فرشتوں نے اس کو غسل دیا۔ اسی واقعہ کی بنا پر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو "غسیل الملائکہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ 15

اس جنگ میں مجاہدین انصار و مہاجرین بڑی دلیری اور جان بازی سے لڑتے رہے یہاں تک کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی و حضرت ابو دجانہ و حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مجاہدانہ حملوں نے مشرکین کی کمر توڑ دی۔ کفار کے تمام علمبردار عثمان، ابوسعد، مسافع، طلحہ بن ابی طلحہ وغیرہ ایک ایک کر کے کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ کفار کو شکست ہوگئی اور وہ بھاگنے لگے اور ان کی عورتیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر لشکر کفار کو جوش دلا رہی تھیں وہ بھی بدحواسی کے عالم میں اپنے ازار اٹھائے ہوئے برہنہ ساق بھاگتی ہوئی پہاڑوں پر دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھیں اور مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شہید

پھر بڑا غضب یہ ہوا کہ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر ابن قمیئہ کافر جھپٹا اور ان کے دائیں ہاتھ پر اس زور سے تلوار چلادی کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس جاں باز مہاجر نے جھپٹ کر اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا مگر ابن قمیئہ نے تلوار مار کر ان کے بائیں ہاتھ کو بھی شہید کر دیا دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے مگر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پرچم اسلام کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے کھڑے رہے اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتے رہے کہ

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ 16

پھر ابن قمیئہ نے ان کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو صورت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مشابہ تھے ان کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ کر کفار نے غل مچا دیا کہ (معاذ اللہ) حضور تاجدارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔

زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور شہادت

ایک مرتبہ کفار کا ہجوم حملہ آور ہوا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کون ہے جو میرے اوپر اپنی جان قربان کرتا

ہے؟" یہ سنتے ہی حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ پانچ انصاریوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے اور ہر ایک نے لڑتے ہوئے اپنی جانیں فدا کر دیں۔ حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ زخموں سے لاچار ہو کر زمین پر گر پڑے تھے مگر کچھ کچھ جان باقی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کی لاش کو میرے پاس اٹھا لاؤ، جب لوگوں نے ان کی لاش کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ نے کھسک کر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر اپنا منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر گئی۔ اللہ اکبر! حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کی اس موت پر لاکھوں زندگیاں قربان! سبحان اللہ

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

اللہ اکبر! اس آواز نے غضب ہی ڈھا دیا مسلمان یہ سن کر بالکل ہی سراسیمہ اور پراگندہ دماغ ہو گئے اور میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں میں تین گروہ ہو گئے۔ کچھ لوگ تو بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے، کچھ لوگ سہم کر مردہ دل ہو گئے جہاں تھے وہیں رہ گئے اپنی جان بچاتے رہے یا جنگ کرتے رہے، کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اس ہلچل اور بھگدڑ میں بہت سے لوگوں نے تو بالکل ہی ہمت ہار دی اور جو جاں بازی کے ساتھ لڑنا چاہتے تھے وہ بھی دشمنوں کے دوطرفہ حملوں کے نرغے میں پھنس کر مجبور و لاچار ہو چکے تھے۔ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ کسی کو اس کی خبر نہیں تھی۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تلوار چلاتے اور دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جاتے تھے مگر وہ ہر طرف مڑ مڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے مگر جمالِ نبوت نظر نہ آنے سے وہ انتہائی اضطراب و بے قراری کے عالم میں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے میدان جنگ سے بھی کچھ آگے نکل پڑے وہاں جا کر دیکھا کہ کچھ مسلمانوں نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہ تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر واقعی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو ہم بھی اسی میدان میں شہید ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کر آپ دشمنوں کے لشکر میں لڑتے ہوئے گھس گئے اور آخری دم تک انتہائی جوشِ جہاد اور جان بازی کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ

شہید ہو گئے۔لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اتنی سے زیادہ تیر وتلوار اور نیزوں کے زخم ان کے بدن پر تھے کافروں نے ان کے بدن کو چھلنی بنا دیا تھا اور ناک، کان وغیرہ کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی، کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا صرف ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کو دیکھ کر ان کو پہچانا۔ 17ر

اسی طرح حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو جانیوالے انصاریوں سے کہا کہ اے جماعت انصار! اگر بالفرض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہو گئے تو تم ہمت کیوں ہار گئے؟ تمہارا اللہ تو زندہ ہے لہٰذا تم لوگ اٹھو اور اللہ کے دین کے لئے جہاد کرو، یہ کہہ کر آپ نے چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لیا اور لشکر کفار پر بھوکے شیروں کی طرح حملہ آور ہو گئے اور آخر خالد بن ولید کے نیزہ سے جام شہادت نوش کر لیا۔ 18ر

جنگ جاری تھی اور جاں نثاران اسلام جو جہاں تھے وہیں لڑائی میں مصروف تھے مگر سب کی نگاہیں انتہائی بے قراری کے ساتھ جمال نبوت کو تلاش کرتی تھیں، عین مایوسی کے عالم میں سب سے پہلے جس نے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دیکھا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش نصیب آنکھیں ہیں، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر مسلمانوں کو پکارا کہ اے مسلمانو! ادھر آؤ، رسول خدا عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں، اس آواز کو سن کر تمام جاں نثاروں میں جان پڑ گئی اور ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر مسلمان آنے لگے، کفار نے بھی ہر طرف سے حملہ روک کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے سارا زور لگا دیا۔لشکر کفار کا دل بادل ہجوم کے ساتھ امنڈ پڑا اور بار بار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم پر یلغار کرنے لگا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔

کھجور کھاتے کھاتے جنت میں

اس گھمسان کی لڑائی اور مار دھاڑ کے ہنگاموں میں ایک بہادر مسلمان کھڑا ہوا، نہایت بے پروائی کے ساتھ کھجوریں کھا رہا تھا۔ایک دم آگے بڑھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس وقت شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو جنت میں جائے گا۔ وہ بہادر اس فرمان بشارت کو سن کر مست و بیخود ہو گیا۔ایک دم کفار کے ہجوم میں کود پڑا اور ایسی شجاعت کے ساتھ لڑنے لگا کہ کافروں کے دل دہل گئے۔اسی طرح جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ 19ر

لنگڑاتے ہوئے بہشت میں

حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے، یہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا مانگ کر چلے تھے کہ یا اللہ! مجھ کو

میدان جنگ سے اہل وعیال میں آنا نصیب مت کر، ان کے چار فرزند بھی جہاد میں مصروف تھے۔ لوگوں نے ان کو لنگڑا ہونے کی بنا پر جنگ کرنے سے روک دیا تو یہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! مجھ کو جنگ میں لڑنے کی اجازت عطا فرمایئے، میری تمنا ہے کہ میں بھی لنگڑاتا ہوا باغِ بہشت میں خراماں خراماں چلا جاؤں۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری سے رحمت عالم ﷺ کا قلب مبارک متأثر ہو گیا اور آپ نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی۔ یہ خوشی سے اچھل پڑے اور اپنے ایک فرزند کو ساتھ لے کر کافروں کے ہجوم میں گھس گئے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ میں یہ کہتے ہوئے چل رہے تھے کہ "خدا کی قسم! میں جنت کا مشتاق ہوں۔" ان کے ساتھ ساتھ ان کو سہارا دیتے ہوئے ان کا لڑکا بھی انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑ رہا تھا یہاں تک کہ یہ دونوں شہادت سے سرفراز ہو کر باغ بہشت میں پہنچ گئے۔ لڑائی ختم ہو جانے کے بعد ان کی بیوی ہند زوجہ عمرو بن جموح میدان جنگ میں پہنچی اور اس نے ایک اونٹ پر ان کی اور اپنے بھائی اور بیٹے کی لاش کو لاد کر دفن کے لئے مدینہ لانا چاہا تو ہزاروں کوششوں کے باوجود کسی طرح بھی وہ اونٹ ایک قدم بھی مدینہ کی طرف نہیں چلا بلکہ وہ میدان جنگ ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا رہا۔ ہند نے جب حضور ﷺ سے یہ ماجرا عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بتا کیا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے گھر سے نکلتے وقت کچھ کہا تھا؟ ہند نے کہا کہ جی ہاں! وہ یہ دعا کر کے گھر سے نکلے تھے کہ ''یا اللہ! مجھ کو میدان جنگ سے اہل وعیال میں آنا نصیب مت کر۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چل رہا ہے۔ [20]

حوالہ جات سبق نمبر 13

(1) مدارج ج ۲ ص ۱۱۴
(2) مدارج ج ۲ ص ۱۱۴
(3) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۴
(4) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۵
(5) آل عمران: ۱۲۲
(6) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۴
(7) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۵ و بخاری باب ما یکرہ من التنازع
(8) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۵
(9) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۶
(10) مدارج ج ۲ ص ۱۱۶
(11) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۶
(12) زُرقانی ج ۲ ص ۲۹ و مدارج جلد ۲ ص ۱۱۶
(13) بخاری باب قتل حمزہ ج ۲ ص ۵۸۳
(14) مدارج جلد ۲ ص ۱۱۶ وغیرہ
(15) مدارج ج ۲ ص ۱۲۳
(16) آل عمران: ۱۴۴
(17) بخاری غزوہ اُحد ج ۲ ص ۵۷۹ و مسلم جلد ۲ ص ۱۰۸
(18) اصابہ، ترجمہ ثابت بن دحداح
(19) بخاری غزوہ اُحد ج ۲ ص ۵۷
(20) مدارج جلد ۲ ص ۱۲۴

مشق سبق نمبر 13

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مسجد ہجرت کے تیسرے سال کون سا واقعہ پیش آیا؟

....

....

2. حضور ﷺ کو مشرکین کی مدینہ حملہ کرنے کا کیسے علم ہوا؟

....

....

3. وہ کون سے قبیلے تھے جنہوں نے واپسی کا ارادہ کیا لیکن اور وہ واپس نہ گئے۔

....

....

4. حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں شریک ہونے کے لئے کیا سکیم لڑائی۔

....

....

5. حضور ﷺ نے لشکر کی تقسیم کس طرح سے کی؟

....

....

6. حضور ﷺ کے پاس جو تلوار تھی وہ آپ ﷺ نے کس کو دی اور اس پر کیا لکھا ہوا تھا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگایئے۔

1. حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ ______ تھے

☐ نابینا ☐ لنگڑے ☐ بیمار ☐ صحتمند

2. حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ ______ انصاریوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے

☐ پانچ ☐ دس ☐ بیس ☐ دو

3. کفار کے خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جا رہے تھے ______

☐ سردار ☐ جوان ☐ بوڑھے ☐ علمبردار

4. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درہ کی حفاظت کے لئے پچاس کا ایک دستہ مقرر فرما دیا ______

☐ شہسواروں ☐ پیادہ ☐ تیراندازوں ☐ جوانوں

5. اگر تم لوگ ______ کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہو گے تو ضرور تمہاری فتح ہوگی۔

☐ ایمان ☐ اخلاص ☐ بہادری ☐ صبر

6. ______ کو جنگِ بدر سے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

☐ یہود ☐ منافقین ☐ قریش ☐ بنو ہاشم

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
حضور ﷺ کے لشکر میں	اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	غسیل الملائکہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔
بزدلی میں شرم ہے	کل سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم رہ گئے
اگر واقعی رسول خدا ﷺ شہید ہو چکے	باغ بہشت میں پہنچ گئے۔
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو	جو صورت میں حضور اقدس ﷺ سے کچھ مشابہ تھے
یہ دونوں شہادت سے سرفراز ہو کر	تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجیے۔

1. پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ..........پہن کر اتار دے۔
2. آپ نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت..........رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔
3. ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ہندا آ گئی۔
4. جب ایک کافر نے جس کا نام..........تھا۔
5. کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً..........تھی وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔
6. خدا کی قسم! میں..........کا مشتاق ہوں۔

ہجرت کا تیسرا سال

حصہ دوم

تاجدارِ دو عالم ﷺ زخمی

اسی پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم ﷺ کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیئہ جو قریش کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا۔ اس نے ناگہاں حضور ﷺ کو دیکھ لیا۔ ایک دم بجلی کی طرح صفوں کو چیرتا ہوا آیا اور تاجدار دو عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے آپ کے چہرۂ انور پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں۔ ایک دوسرے کافر نے آپ کے چہرۂ اقدس پر ایسا پتھر مارا کہ آپ کے دو دندان مبارک شہید، اور نیچے کا مقدس ہونٹ زخمی ہو گیا۔ اسی حالت میں ابی بن خلف ملعون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کو شہید کر دینے کی نیت سے آگے بڑھا۔ حضورِ اقدس ﷺ نے اپنے ایک جاں نثار صحابی حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر بہت معمولی زخم آیا اور وہ بھاگ نکلا مگر اپنے لشکر میں جا کر اپنی گردن کے زخم کے بارے میں لوگوں سے اپنی تکلیف اور پریشانی ظاہر کرنے لگا اور بے پناہ ناقابل برداشت درد کی شکایت کرنے لگا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا کہ "یہ تو معمولی خراش ہے، تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟" اس نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ مجھ سے محمد (ﷺ) نے کہا تھا کہ میں تم کو قتل کروں گا اس لئے۔ یہ تو بہر حال زخم ہے میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر وہ میرے اوپر تھوک دیتے تو بھی میں سمجھ لیتا کہ میری موت یقینی ہے۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ ابی بن خلف نے مکہ میں ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام اس نے "عود" رکھا تھا۔ وہ روزانہ اس کو چراتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ میں اسی گھوڑے پر سوار ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اُبی بن خلف کو قتل کروں گا۔ چنانچہ ابی بن خلف اپنے اسی گھوڑے پر چڑھ کر جنگِ اُحد میں آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا۔ ابی بن خلف نیزہ کے زخم سے بے قرار ہو کر راستہ بھر تڑپتا اور بلبلاتا رہا۔ یہاں تک کہ جنگِ اُحد سے واپس آتے ہوئے مقام "سرف" میں مرگیا۔ ر1

اس طرح ابن قَمِیئہ ملعون جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخِ انور پر تلوار چلادی تھی ایک پہاڑی بکرے کو خداوند قہار و جبار نے اس پر مسلط فرمادیا اور اس نے اس کو سینگ مار مار کر چھلنی کر ڈالا اور پہاڑ کی بلندی سے نیچے گرادیا جس سے اس کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئی۔ ر2

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جوشِ جاں نثاری

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تو چاروں طرف سے کفار نے آپ پر تیر و تلوار کا وار شروع کردیا اور کفار کا بے پناہ ہجوم آپ کے ہر چہار طرف سے حملہ کرنے لگا جس سے آپ کفار کے نرغہ میں محصور ہونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا جوشِ جاں نثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ کو بچانے کے لئے اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور آپ کے گرد ایک حلقہ بنالیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر آپ کے لئے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے جو تلواریں برس رہی تھیں ان کو وہ اپنی پشت پر لیتے رہے اور آپ تک کسی تلوار یا نیزے کے وار کو پہنچنے ہی نہیں دیتے تھے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر شل ہو گیا اور ان کے بدن پر پینتیس یا اُنتالیس زخم لگے۔ غرض جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں اپنی جانوں کی پروا نہیں کی اور ایسی بہادری اور جاں بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نشانہ بازی میں مشہور تھے، انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بٹھالیا تھا تاکہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آپ پر نہ آسکے۔ کبھی کبھی آپ دشمنوں کی فوج کو دیکھنے کے لئے گردن اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ گردن نہ اٹھائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ یارسول

اللہ! آپ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں میرا سینہ آپ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔ ر3

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے۔ ناگہاں کافروں کا ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ بہہ کر ان کے رخسار پر آ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھ کو اٹھا کر آنکھ کے حلقہ میں رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ! قتادہ کی آنکھ بچا لے جس نے تیرے رسول کے چہرہ کو بچایا ہے۔ مشہور ہے کہ ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہوگئی۔ ر4

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تیر اندازی میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست مبارک سے ر5

ظالم کفار انتہائی بے دردی کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسا رہے تھے مگر اس وقت بھی زبان مبارک پر یہ دعا تھی

رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

یعنی اے اللہ! میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ ر6

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دندان مبارک کے صدمہ اور چہرۂ انور کے زخموں سے نڈھال ہو رہے تھے۔ اس حالت میں آپ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے جو ابو عامر فاسق نے جا بجا کھود کر ان کو چھپا دیا تھا تاکہ مسلمان لاعلمی میں ان گڑھوں کے اندر گر پڑیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے خود (لوہے کی ٹوپی) کی کڑی کا ایک حلقہ جو چہرۂ انور میں چبھ گیا تھا اپنے دانتوں سے پکڑ کر اس زور کے ساتھ کھینچ کر نکالا کہ ان کا ایک دانت ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ پھر دوسرا حلقہ جو دانتوں سے پکڑ کر کھینچا تو دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ چہرۂ انور سے جو خون بہا اس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جوش عقیدت سے چوس چوس کر پی لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مالک بن سنان! کیا تو نے میرا خون پی ڈالا۔ عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ! ارشاد فرمایا کہ جس نے میرا خون پی لیا جہنم کی کیا مجال جو اس کو چھو سکے ر7

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے اور چہرۂ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے خون

دھورہی تھیں مگر خون بند نہیں ہوتا تھا بالآخر کھجور کی چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی تو خون فوراً ہی تھم گیا۔ ر8

اس حالت میں رسول اللہ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے جہاں کفار کے لئے پہنچنا دشوار تھا۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کافروں پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابوسفیان اس کی تاب نہ لا سکا اور پہاڑ سے اتر گیا۔

ابوسفیان کا نعرہ اور اس کا جواب

ابوسفیان جنگ کے میدان سے واپس جانے لگا تو ایک پہاڑی پر چڑھ گیا اور زور زور سے پکارا کہ کیا یہاں محمد (ﷺ) ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جواب نہ دو، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی کچھ جواب نہ دے، پھر اس نے پکارا کہ کیا تم میں عمر (رضی اللہ عنہ) ہیں؟ جب اس کا بھی کوئی جواب نہیں ملا تو ابوسفیان گھمنڈ سے کہنے لگا کہ یہ سب مارے گئے کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور میرا جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا کہ اے دشمن خدا! تو جھوٹا ہے۔ ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے اپنی فتح کے گھمنڈ میں یہ نعرہ مارا کہ " أُعْلُ هُبَلْ " " أُعْلُ هُبَلْ " یعنی اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ اے ہبل! تو سر بلند ہو جا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم لوگ بھی اس کے جواب میں نعرہ لگاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہم کیا کہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یہ نعرہ مارو کہ اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلّ یعنی اللہ سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ اور بڑا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ لَنَا الْعُزّٰى وَ لَا عُزّٰى لَكُمْ یعنی ہمارے لئے عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی "عزیٰ" نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کے جواب میں یہ کہو کہ اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَ لَا مَوْلٰى لَكُمْ یعنی اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ ابوسفیان نے یہ آواز بلند بڑے فخر کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ اور جواب ہے لڑائی میں کبھی فتح کبھی شکست ہوتی ہے۔ اے مسلمانو! ہماری فوج نے تمہارے مقتولوں کے کان ناک کاٹ کر ان کی صورتیں بگاڑ دی ہیں مگر میں نے نہ تو اس کا حکم دیا تھا، نہ مجھے اس پر کوئی رنج و افسوس ہوا ہے یہ کہہ کر ابوسفیان میدان سے ہٹ گیا اور چل دیا۔ ر9

ہند جگر خوار

کفارِ قریش کی عورتوں نے جنگِ بدر کا بدلہ لینے کے لئے جوش میں شہداء کرام رضی اللہ عنہم کی لاشوں پر جا کر ان کے

کان، ناک وغیرہ کاٹ کر صورتیں بگاڑ دیں اور ابوسفیان کی بیوی ہند نے تو اس بے دردی کا مظاہرہ کیا کہ ان اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ ہند حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو تلاش کرتی پھر رہی تھی کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہی نے جنگِ بدر کے دن ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جب اس بے درد نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو پالیا تو خنجر سے ان کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی لیکن حلق سے نہ اتر سکا اس لئے اگل دیا تاریخوں میں ہند کا لقب جو "جگر خوار" ہے وہ اسی واقعہ کی بنا پر ہے۔ ہند اور اس کے شوہر ابوسفیان نے رمضان ۸ ھ میں فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ ر10

سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں نکلا تو میں نے ان کو سکرات کے عالم میں پایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام عرض کر دینا اور اپنی قوم کو بعد سلام میرا یہ پیغام سنا دینا کہ جب تک تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کفار پہنچ گئے تو خدا کے دربار میں تمہارا کوئی عذر بھی قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ کہا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ ر11

خواتین اسلام کے کارنامے

جنگِ اُحد میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی بہت ہی مجاہدانہ جذبات کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا۔ حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ دونوں پائینچے چڑھائے ہوئے مشک میں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور مجاہدین خصوصاً زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت بی بی اُمِ سلیط رضی اللہ عنہا بھی برابر پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں۔ ر12

حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی جاں نثاری بیداری

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا جن کا نام "نسیبہ" ہے جنگِ اُحد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور دو فرزند حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آئی تھیں۔ پہلے تو یہ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی یلغار کا ہوش ربا منظر دیکھا تو مشک کو پھینک دیا اور ایک خنجر لے کر کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑی ہوگئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔ چنانچہ ان کے سر اور گردن پر تیرہ زخم لگے۔ ابن قمیئہ ملعون نے جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار چلا دی تو بی بی اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھ کر اپنے بدن پر روکا۔ چنانچہ ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا پھر خود بڑھ کر ابن قمیئہ کے شانے پر زوردار تلوار ماری

لیکن وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک کافر نے زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا کہ بیٹا اُٹھو، کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ام عمارہ! رضی اللہ عنہا دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت بی بی اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ اے اُم عمارہ! رضی اللہ عنہا تو خدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا کی راہ میں جہاد کیا، حضرت بی بی اُم عمارہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہو جائے۔ اس وقت آپ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمْ رُفَقَائِيْ فِي الْجَنَّةِ یا اللہ! عزوجل ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔

حضرت بی بی اُم عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت بھی مجھ پر آ جائے تو مجھے اس کی کوئی پروانہیں ہے۔ (13)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر آئیں تو آپ نے انکے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میری پھوپھی اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے اپنے بھائی کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے لیکن میں اس کو خدا کی راہ میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لاش کے پاس گئیں اور یہ منظر دیکھا کہ پیارے بھائی کے کان، ناک، آنکھ سب کٹے ہیں شکم چاک، جگر چبایا ہوا پڑا ہے، یہ دیکھ کر اس شیر دل خاتون نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے سوا کچھ بھی نہ کہا پھر ان کی مغفرت کی دعا مانگتی ہوئی چلی آئیں۔

ایک انصاری عورت کا صبر

ایک انصاری عورت جس کا شوہر، باپ، بھائی سبھی اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے تینوں کی شہادت کی خبر باری باری سے لوگوں نے اُسے دی مگر وہ ہر بار یہی پوچھتی رہی یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب لوگوں نے اس کو

بتایا کہ الحمد للہ وہ زندہ اور سلامت ہیں تو بے اختیار اس کی زبان سے اس شعر کا مضمون نکل پڑا کہ ؎ [14]

تسلی ہے پناہ بے کساں زندہ سلامت ہے
کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

اللہ اکبر! اس شیر دل عورت کے صبر و ایثار کا کیا کہنا؟ شوہر، باپ، بھائی، تینوں کے قتل سے دل پر صدمات کے تین تین پہاڑ گر پڑے ہیں مگر پھر بھی زبان حال سے اس کا یہی نعرہ ہے کہ ؎

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہ دیں! ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

شہدائے کرام رضی اللہ عنہم

اس جنگ میں ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ تیس کی تعداد میں کفار بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ [15]

مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ ان شہداء کرام رضی اللہ عنہم کے کفن کے لئے کپڑا بھی نہیں تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ بوقت شہادت ان کے بدن پر صرف ایک اتنی بڑی کملی تھی کہ ان کی لاش کو قبر میں لٹانے کے بعد اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں کو چھپایا جاتا تھا تو سر کھل جاتا تھا بالآخر سر چھپا دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔ شہداء کرام خون میں لتھڑے ہوئے دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو آگے رکھتے۔ [16]

قبور شہداء کی زیارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ یا اللہ! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے، پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا تو یہ شہداء کرام رضی اللہ عنہم اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن اُحد کے میدان سے گزر رہی تھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ

اللّٰہ (اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! آپ پر سلام ہو) تو میرے کان میں یہ آواز آئی کہ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ 17

حیاتِ شہداء

چھیالیس برس کے بعد شہداء اُحد کی بعض قبریں کھل گئیں تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے اور تمام اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں نے دیکھا کہ شہداء کرام اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور جب زخم سے ہاتھ اٹھایا تو تازہ خون نکل کر بہنے لگا۔ 18

کعب بن اشرف کا قتل

یہودیوں میں کعب بن اشرف بہت ہی دولت مند تھا۔ یہودی علماء اور یہود کے مذہبی پیشواؤں کو اپنے خزانہ سے تنخواہ دیتا تھا۔ دولت کے ساتھ شاعری میں بھی بہت باکمال تھا جس کی وجہ سے نہ صرف یہودیوں بلکہ تمام قبائل عرب پر اس کا ایک خاص اثر تھا۔ اس کو حضور ﷺ سے سخت عداوت تھی۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور سرداران قریش کے قتل ہو جانے سے اس کو انتہائی رنج و صدمہ ہوا۔ چنانچہ یہ قریش کی تعزیت کے لئے مکہ گیا اور کفارِ قریش کا جو بدر میں مقتول ہوئے تھے ایسا پر درد مرثیہ لکھا کہ جس کو سن کر سامعین کے مجمع میں ماتم برپا ہو جاتا تھا۔ اس مرثیہ کو یہ شخص قریش کو سنا سنا کر خود بھی زار زار روتا تھا اور سامعین کو بھی رلاتا تھا۔ مکہ میں ابوسفیان سے ملا اور اس کو مسلمانوں سے جنگِ بدر کا بدلہ لینے پر ابھارا بلکہ ابوسفیان کو لے کر حرم میں آیا اور کفار مکہ کے ساتھ خود بھی کعبہ کا غلاف پکڑ کر عہد کیا کہ مسلمانوں سے بدر کا ضرور انتقام لیں گے پھر مکہ سے مدینہ لوٹ کر آیا تو حضورِ اکرم ﷺ کی ہجو لکھ کر شان اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں اور بے ادبیاں کرنے لگا، اسی پر بس نہیں کیا بلکہ آپ کو چپکے سے قتل کرا دینے کا قصد کیا۔

کعب بن اشرف یہودی کی یہ حرکتیں سراسر اس معاہدہ کی خلاف ورزی تھی جو یہود اور انصار کے درمیان ہو چکا تھا کہ مسلمانوں اور کفارِ قریش کی لڑائی میں یہودی غیر جانبدار رہیں گے۔ بہت دنوں تک مسلمان برداشت کرتے رہے مگر جب بانئ اسلام ﷺ کی مقدس جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت ابونائلہ و حضرت عباد بن بشر و حضرت حارث بن اوس و حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور رات میں کعب بن اشرف کے مکان پر گئے اور ربیع الاول ۳ھ کو اس کے قلعہ کے پھاٹک پر اس کو قتل کر دیا اور صبح کو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کا سر

تاجدار دو عالم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ اس قتل کے سلسلہ میں حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ تلوار کی نوک سے زخمی ہو گئے تھے۔ محمد بن مسلمہ وغیرہ ان کو کندھوں پر اٹھا کر بارگاہ رسالت میں لائے اور آپ نے اپنا لعاب دہن ان کے زخم پر لگا دیا تو اُسی وقت شفاء کامل حاصل ہو گئی۔ (19)

غزوہ غطفان

ربیع الاول ۳ھ میں حضور ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ نجد کے ایک مشہور بہادر دعثور بن الحارث محاربی نے ایک لشکر تیار کر لیا ہے تاکہ مدینہ پر حملہ کرے۔ اس خبر کے بعد آپ ﷺ چار سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فوج لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب دعثور کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے دیار میں آ گئے تو وہ بھاگ نکلا اور اپنے لشکر کو لے کر پہاڑوں پر چڑھ گیا مگر اس کی فوج کا ایک آدمی جس کا نام "حبان" تھا گرفتار ہو گیا اور فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اتفاق سے اس روز زوردار بارش ہو گئی۔ حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے لیٹ کر اپنے کپڑے سکھانے لگے۔ پہاڑ کی بلندی سے کافروں نے دیکھ لیا کہ آپ بالکل اکیلے اور اپنے اصحاب سے دور بھی ہیں، ایک دم دعثور بجلی کی طرح پہاڑ سے اتر کر ننگی شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضور ﷺ کے سر مبارک پر تلوار بلند کر کے بولا کہ بتائیے اب کون ہے جو آپ کو مجھ سے بچا لے؟ آپ نے جواب دیا کہ "میرا اللہ مجھ کو بچا لے گا۔" چنانچہ جبریل علیہ السلام چشم زدن میں زمین پر اتر پڑے اور دعثور کے سینے میں ایک ایسا گھونسہ مارا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور دعثور عین غین ہو کر رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً تلوار اٹھا لی اور فرمایا کہ بول اب تجھ کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟ دعثور نے کانپتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ "کوئی نہیں۔" رحمۃ للعالمین ﷺ کو اس کی بے کسی پر رحم آ گیا اور آپ نے اس کا قصور معاف فرما دیا۔ دعثور اس اخلاق نبوت سے بے حد متاثر ہوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں آ کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔ اس غزوہ میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور حضور ﷺ گیارہ یا پندرہ دن مدینہ سے باہر رہ کر پھر مدینہ آ گئے۔ (20)

بعض مورخین نے اس تلوار کھینچنے والے واقعہ کو غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر بتایا ہے مگر حق یہ ہے کہ تاریخ نبوی میں اس قسم کے دو واقعات ہوئے ہیں۔ غزوۂ غطفان کے موقع پر سر انور کے اوپر تلوار اٹھانے والا دعثور بن حارث محاربی تھا جو مسلمان ہو کر اپنی قوم کے اسلام کا باعث بنا اور غزوۂ ذات الرقاع میں جس شخص نے حضور اقدس ﷺ پر تلوار اٹھائی تھی اس کا نام غورث تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ مرتے وقت تک اپنے کفر پر اڑا

رہا۔ ہاں البتہ اس نے یہ معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ حضور ﷺ سے کبھی جنگ نہیں کرے گا۔ ر21

۳ھ کے واقعات متفرقہ:

ہجرت کے تیسرے سال میں مندرجہ ذیل واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے:

1... ۱۵ رمضان ۳ھ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

2... اسی سال حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو غزوۂ بدر کے زمانہ میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ ان کے مفصل حالات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ذکر میں آگے تحریر کئے جائیں گے۔

3... اسی سال حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

4... میراث کے احکام و قوانین بھی اسی سال نازل ہوئے۔ اب تک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کے حقوق کا مفصل بیان نازل ہو گیا۔

5... اب تک مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے جائز تھا مگر ۳ھ میں اس کی حرمت نازل ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے حرام کر دیا گیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حوالہ جات سبق نمبر 14

(1) زُرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۳۵
(2) زُرقانی ج ۲ ص ۳۹
(3) بخاری غزوہ احد ص ۵۸۱
(4) زُرقانی ج ۲ ص ۴۲
(5) بخاری غزوہ احد ص ۵۸۰
(6) مسلم غزوہ احد ج ۲ ص ۹۰
(7) زُرقانی ج ۲ ص ۳۹
(8) بخاری غزوہ احد ج ۲ ص ۵۸۳
(9) زرقانی ج ۲ ص ۴۸ و بخاری غزوہ احد ج ۲ ص ۵۷۹
(10) زُرقانی ج ۲ ص ۷۴ وغیرہ
(11) زُرقانی ج ۲ ص ۴۸
(12) بخاری ج ۲ باب ذکر اُم سلیط ص ۵۸۲
(13) مدارج ج ۲ ص ۱۲۶
(14) طبری ص ۱۴۲۵
(15) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۳۳
(16) بخاری باب اذالم یوجد الاثواب واحد ج ۱ ص ۱۷۰ و بخاری ج ۲ ص ۵۸۴ باب الذین استجابوا
(17) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۵
(18) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۵
(19) زرقانی جلد ۲ ص ۱۰ و بخاری ج ۲ ص ۵۷۶ و مسلم ص ۱۱۰
(20) زرقانی ج ۲ ص ۱۵ و بخاری ج ۲ ص ۵۱۳
(21) زُرقانی ج ۲ ص ۱۶

مشق سبق نمبر 14

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. ابی بن خلف ملعون کا انجام کیسا ہوا؟

....

....

2. حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے آنکھ کے زخمی اور ٹھیک ہونے کا واقعہ بیان کریں؟

....

....

3. ابوسفیان کے نعروں کے جواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کونسے نعرے لگائے۔

....

....

4. ایک انصاری عورت جس کا شوہر، باپ، بھائی شہید ہو گئے تو اس کی تاثرات تھے؟

....

....

5. حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو کس طرح کفن دیا گیا تھا؟

....

....

6. سن 3 ہجری کے کوئی سے دو واقعے لکھیں؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. دعشور ہو کر رہ گیا۔

☐ سین شین ☐ عین غین ☐ ک ق ☐ ن م

2. برس کے بعد شہداء اُحد کی بعض قبریں کھل گئیں

☐ پچاس ☐ سو ☐ چھیالیس ☐ دس

3. حضرت حمزہ ہی نے جنگِ بدر کے دن ہند کے باپ کو قتل کیا تھا

☐ شیبہ ☐ عتبہ ☐ ابوجہل ☐ ابولہب

4. اور چہرۂ انور سے بہہ رہا تھا۔

☐ نور ☐ پسینہ ☐ خون ☐ پانی

5. حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میں مشہور تھے

☐ تیراندازی ☐ گھوڑ دوڑ ☐ نیزہ بازی ☐ نشانہ بازی

6. یہاں تک کہ جنگ سے واپس آتے ہوئے مقام "سرف" میں مر گیا

☐ اُحد ☐ بدر ☐ خندق ☐ تبوک

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
دعثور اس اخلاقِ نبوت سے بے حد متاثر ہوا	یعنی اللہ سب سے بڑھ کر بلند مرتبہ اور بڑا ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ	روشن اور خوبصورت ہوگئی
جنگِ اُحد میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی	آپ کے لئے ڈھال بن گئے
حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر	اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا
ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ	میں اُبی بن خلف کو قتل کروں گا۔
اَللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلّ	بہت ہی مجاہدانہ جذبات کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. اس کی فوج کا ایک آدمی جس کا نام .... تھا گرفتار ہوگیا۔
2. .... میں مسلمانوں کی فتح اور سرداران قریش کے قتل ہوجانے سے اس کو انتہائی رنج وصدمہ ہوا۔
3. جن میں چار مہاجر اور .... انصار تھے۔
4. حضور ﷺ کی .... حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر آئیں۔
5. زور زور سے پکارا کہ کیا یہاں .... ہیں؟
6. کہ ان کا ایک .... ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔

ہجرت کا چوتھا سال

ہجرت کا چوتھا سال بھی کفار کے ساتھ چھوٹی بڑی لڑائیوں ہی میں گزرا۔ جنگِ بدر کی فتح مبین سے مسلمانوں کا رعب تمام قبائل عرب پر بیٹھ گیا تھا اس لئے تمام قبیلے کچھ دنوں کے لئے خاموش بیٹھ گئے تھے لیکن جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کا چرچا ہو جانے سے دوبارہ تمام قبائل دفعۃً اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور مجبوراً مسلمانوں کو بھی اپنے دفاع کے لئے لڑائیوں میں حصہ لینا پڑا۔ ۴ھ کی مشہور لڑائیوں میں سے چند یہ ہیں:

سریہ ابو سلمہ

یکم محرم ۴ھ کو ناگہاں ایک شخص نے مدینہ میں یہ خبر پہنچائی کہ طلیحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد دونوں بھائی کفار کا لشکر جمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے نکل پڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس لشکر کے مقابلہ میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مجاہدین کے ساتھ روانہ فرمایا جس میں حضرت ابو سبرہ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم جیسے معزز مہاجرین و انصار بھی تھے، لیکن کفار کو جب پتہ چلا کہ مسلمانوں کا لشکر آ رہا ہے تو وہ لوگ بہت سے اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے جن کو مسلمان مجاہدین نے مال غنیمت بنا لیا اور لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ [1]

سریہ عبداللہ بن انیس

محرم ۴ھ کو اطلاع ملی کہ "خالد بن سفیان ہزلی" مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کے مقابلہ کے لئے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ آپ نے موقع پا کر خالد بن سفیان ہزلی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر مدینہ لائے اور تاجدارِ دو عالم ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی بہادری اور جان بازی سے خوش ہو کر ان کو اپنا عصا (چھڑی) عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اسی عصا کو ہاتھ میں لیکر جنت میں چہل قدمی کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ قیامت کے دن یہ مبارک عصا میرے پاس نشانی کے طور پر رہے گا۔ چنانچہ انتقال کے وقت انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ [2]

حادثۂ رجیع

عسفان و مکہ کے درمیان ایک مقام کا نام "رجیع" ہے۔ یہاں کی زمین سات مقدس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خون سے رنگین ہوئی اس لئے یہ واقعہ سریۂ رجیع کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دردناک سانحہ بھی ۴ھ میں پیش آیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ عضل و قارہ کے چند آدمی بارگاہ رسالت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب آپ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں بھیج دیں تاکہ وہ ہماری قوم کو عقائد و اعمال اسلام سکھادیں۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضور ﷺ نے دس منتخب صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں بھیج دیا۔ جب یہ مقدس قافلہ مقام رجیع پر پہنچا تو غدار کفار نے بدعہدی کی اور قبیلۂ بنولحیان کے کافروں نے دو سو کی تعداد میں جمع ہو کر ان دس مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ گئے۔

کافروں نے تیر چلانا شروع کیا اور مسلمانوں نے ٹیلے کی بلندی سے سنگ باری کی۔ کفار نے سمجھ لیا کہ ہم ہتھیاروں سے ان مسلمانوں کو ختم نہیں کر سکتے تو ان لوگوں نے دھوکہ دیا اور کہا کہ اے مسلمانو! ہم تم لوگوں کو امان دیتے ہیں اور اپنی پناہ میں لیتے ہیں اس لئے تم لوگ ٹیلے سے اتر آؤ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی کافر کی پناہ میں آنا گوارا نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر خدا سے دعا مانگی کہ "یا اللہ! تو اپنے رسول کو ہمارے حال سے مطلع فرما دے۔" پھر وہ جوش جہاد میں بھرے ہوئے ٹیلے سے اترے اور کفار سے دست بدست لڑتے ہوئے اپنے چھ ساتھوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔ چونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کے دن بڑے بڑے کفار قریش کو قتل کیا تھا

اس لئے جب کفار مکہ کو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پتہ چلا تو کفار مکہ نے چند آدمیوں کو مقام رجیع میں بھیجا تا کہ ان کے بدن کا کوئی ایسا حصہ کاٹ کر لائیں جس سے شناخت ہو جائے کہ واقعی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں لیکن جب کفار آپ کی لاش کی تلاش میں اس مقام پر پہنچے تو اس شہید کی یہ کرامت دیکھی کہ لاکھوں کی تعداد میں شہد کی مکھیوں نے ان کی لاش کے پاس اس طرح گھیرا ڈال رکھا ہے جس سے وہاں تک پہنچنا ہی ناممکن ہو گیا ہے اس لئے کفارِ مکہ ناکام واپس چلے گئے۔ ر3

باقی تین اشخاص حضرت خبیب و حضرت زید بن دثنہ و حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کفار کی پناہ پر اعتماد کر کے نیچے اترے تو کفار نے بدعہدی کی اور اپنی کمان کی تانتوں سے ان لوگوں کو باندھنا شروع کر دیا، یہ منظر دیکھ کر حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تم لوگوں کی پہلی بدعہدی ہے اور میرے لئے اپنے ساتھیوں کی طرح شہید ہو جانا بہتر ہے۔ چنانچہ وہ ان کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ر4

لیکن حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو کافروں نے باندھ دیا تھا اس لئے یہ دونوں مجبور ہو گئے تھے۔ ان دونوں کو کفار نے مکہ میں لے جا کر بیچ ڈالا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے جنگِ اُحد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اس لئے اس کے لڑکوں نے ان کو خرید لیا تا کہ ان کو قتل کر کے باپ کے خون کا بدلہ لیا جائے اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو اُمیہ کے بیٹے صفوان نے قتل کرنے کے ارادہ سے خریدا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کافروں نے چند دن قید میں رکھا پھر حدودِ حرم کے باہر لے جا کر سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قاتلوں سے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی، قاتلوں نے اجازت دے دی۔ آپ نے بہت مختصر طور پر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز تھی مگر مجھ کو یہ خیال آ گیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں۔ کفار نے آپ کو سولی پر چڑھا دیا اس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے

وَذَالِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰي اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ

یہ سب کچھ خدا کے لئے ہے اگر وہ چاہے گا تو میرے کٹے پٹے جسم کے ٹکڑوں پر برکت نازل فرمائے گا۔

حارث بن عامر کے لڑکے "ابوسروعہ" نے آپ کو قتل کیا مگر خدا کی شان کہ یہی ابوسروعہ اور ان کے دونوں بھائی"

عقبہ" اور "حجیر" پھر بعد میں مشرف بہ اسلام ہو کر صحابیت کے شرف و اعزاز سے سرفراز ہو گئے۔ (5)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی قبر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مطلع فرمایا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جو شخص خبیب کی لاش کو سولی سے اتار لائے اس کے لئے جنت ہے۔ یہ بشارت سن کر حضرت زبیر بن العوام و حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپتے ہوئے مقام "تنعیم" میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی سولی کے پاس پہنچے۔ چالیس کفار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے ان دونوں حضرات نے سولی سے لاش کو اُتارا اور گھوڑے پر رکھ کر چل دیئے۔ چالیس دن گزر جانے کے باوجود لاش تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ صبح کو قریش کے ستر سوار تیز رفتار گھوڑوں پر تعاقب میں چل پڑے اور ان دونوں حضرات کے پاس پہنچ گئے، ان حضرات نے جب دیکھا کہ قریش کے سوار ہم کو گرفتار کر لیں گے تو انہوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور لاش مبارک کو نگل گئی اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا لقب "بلیع الارض" (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔

اس کے بعد ان حضرات رضی اللہ عنہما نے کفار سے کہا کہ ہم دو شیر ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے ہیں اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھو ورنہ اپنا راستہ لو۔ کفار نے ان حضرات کے پاس لاش نہیں دیکھی اس لئے مکہ واپس چلے گئے۔ جب دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت میں سارا ماجرا عرض کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی حاضر دربار تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے ان دونوں یاروں کے اس کارنامہ پر ہم فرشتوں کی جماعت کو بھی فخر ہے۔ (6)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے کفار قریش کثیر تعداد میں جمع ہو گئے جن میں ابوسفیان بھی تھے۔ جب ان کو سولی پر چڑھا کر قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابوسفیان نے کہا کہ کیوں؟ اے زید! سچ کہنا، اگر اس وقت تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح قتل کئے جاتے تو کیا تم اس کو پسند کرتے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ ابوسفیان کی اس طعنہ زنی کو سن کر تڑپ گئے اور جذبات سے بھری ہوئی آواز میں فرمایا کہ اے ابوسفیان! خدا کی قسم! میں اپنی جان

کو قربان کر دینا عزیز سمجھتا ہوں مگر میرے پیارے رسول ﷺ کے مقدس پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے۔ مجھے کبھی بھی یہ گوارا نہیں ہوسکتا۔

مجھے ہو ناز قسمت پر اگر نام محمد (ﷺ) پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرا کف پا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا
کہ انکے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کہ میں نے بڑے بڑے محبت کرنے والوں کو دیکھا ہے۔ مگر محمد (ﷺ) کے عاشقوں کی مثال نہیں مل سکتی۔ صفوان کے غلام "نسطاس" نے تلوار سے ان کی گردن ماری۔ ر7

واقعہ بیر معونہ

ماہ صفر ۴ ھ میں "بیر معونہ" کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ ابو براء عامر بن مالک جو اپنی بہادری کی وجہ سے "ملاعب الاسنہ" (برچھیوں سے کھیلنے والا) کہلاتا تھا، بارگاہ رسالت میں آیا، حضور ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے نہ تو اسلام قبول کیا نہ اس سے کوئی نفرت ظاہر کی بلکہ یہ درخواست کی کہ آپ اپنے چند منتخب صحابہ کو ہمارے دیار میں بھیج دیجئے مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے مجد کے کفار کی طرف سے خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہوں۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو "قراء" کہلاتے تھے بھیج دیا۔ یہ حضرات جب مقام "بیر معونہ" پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قافلہ کے سالار حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس اکیلے تشریف لے گئے جو قبیلہ کا رئیس اور ابو براء کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط کو پڑھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور آس پاس کے قبائل یعنی رعل و ذکوان اور عصیہ و بنولحیان وغیرہ کو جمع کر کے ایک لشکر تیار کر لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حملہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیر معونہ کے پاس بہت دیر تک حضرت حرام رضی اللہ عنہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر جب بہت زیادہ دیر ہوگئی تو یہ لوگ آگے بڑھے راستہ میں عامر بن طفیل کی فوج کا سامنا ہوا اور جنگ شروع ہوگئی کفار نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا، انہی شہداء کرام میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

جن کے بارے میں عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قتل ہونے کے بعد ان کی لاش بلند ہو کر آسمان تک پہنچی پھر زمین پر آ گئی، اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر بھی نہیں ملی کیونکہ فرشتوں نے انہیں دفن کر دیا۔ ر7

حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اس لئے میں تم کو آزاد کرتا ہوں یہ کہا اور ان کی چوٹی کا بال کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ وہاں سے چل کر جب مقامِ "قرقرہ" میں آئے تو ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے وہیں قبیلۂ بنو کلاب کے دو آدمی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عامر بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کافروں کو قتل کر دیا اور یہ سوچ کر دل میں خوش ہو رہے تھے کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خون کا بدلہ لے لیا ہے مگر ان دونوں شخصوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امان دے چکے تھے جس کا حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو علم نہ تھا۔ جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے سارا حال دربارِ رسالت میں بیان کیا تو اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی خبر سن کر سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا عظیم صدمہ پہنچا کہ تمام عمر شریف میں کبھی بھی اتنا رنج و صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ بھر تک قبائل رعل و ذکوان اور عصیہ و بنولحیان پر نماز فجر میں لعنت بھیجتے رہے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرمایا۔ ر8

غزوۂ بنو نضیر

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ بنو کلاب کے جن دو شخصوں کو قتل کر دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کا خون بہا ادا کرنے کا اعلان فرما دیا تھا اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلۂ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں سے آپ کا معاہدہ تھا مگر یہودی درحقیقت بہت ہی بد باطن ذہنیت والی قوم ہیں معاہدہ کر لینے کے باوجود ان خبیثوں کے دلوں میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عناد کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ہر چند حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان بد باطنوں سے اہل کتاب ہونے کی بنا پر اچھا سلوک فرماتے تھے مگر یہ لوگ ہمیشہ اسلام کی بیخ کنی اور بانیٔ اسلام کی دشمنی میں مصروف رہے۔ مسلمانوں سے بغض و عناد اور کفار و منافقین سے ساز باز اور اتحاد یہی ہمیشہ ان غداروں کا طرزِ عمل رہا۔

چنانچہ اس موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے بظاہر تو بڑے اخلاق کا مظاہرہ کیا مگر اندرونی طور پر بڑی ہی خوفناک سازش اور انتہائی خطرناک اسکیم کا منصوبہ بنا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے یہودیوں نے ان سب حضرات کو ایک دیوار کے نیچے بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ چھت پر سے ایک بہت ہی بڑا اور وزنی پتھر ان حضرات پر گرادیں تاکہ یہ سب لوگ دب کر ہلاک ہوجائیں۔ چنانچہ عمرو بن جحش اس مقصد کے لئے چھت کے اوپر چڑھ گیا، محافظ حقیقی پروردگار عالم عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی اس ناپاک سازش سے بذریعہ وحی مطلع فرما دیا اس لئے فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر چپ چاپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چلے آئے اور مدینہ تشریف لاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ فرمایا اور انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد ان یہودیوں کے پاس قاصد بھیج دیا کہ چونکہ تم لوگوں نے اپنی اس دسیسہ کاری اور قاتلانہ سازش سے معاہدہ توڑ دیا اس لئے اب تم لوگوں کو دس دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ تم اس مدت میں مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد جو شخص بھی تم میں کا یہاں پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔

شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر بنونضیر کے یہودی جلا وطن ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر منافقوں کا سردار عبداللہ ابن ابی ان یہودیوں کا حامی بن گیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ ہرگز ہرگز مدینہ سے نہ نکلو ہم دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں اس کے علاوہ بنوقریظہ اور بنوغطفان یہودیوں کے دو طاقتور قبیلے بھی تمہاری مدد کریں گے۔ بنونضیر کے یہودیوں کو جب اتنا بڑا سہارا مل گیا تو وہ شیر ہو گئے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ چھوڑ کر نہیں جاسکتے آپ کے جو دل میں آئے کر لیجیے۔ ر9

یہودیوں کے اس جواب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی امامت حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما کر خود بنونضیر کا قصد فرمایا اور ان یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ پندرہ دن تک قائم رہا قلعہ میں باہر سے ہر قسم کے سامان کا آنا جانا بند ہو گیا اور یہودی بالکل ہی محصور و مجبور ہو کر رہ گئے مگر اس موقع پر نہ تو منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی یہودیوں کی مدد کے لئے آیا نہ بنوقریظہ اور بنوغطفان نے کوئی مدد کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دغابازوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ ﴾ ر10

ان لوگوں کی مثال شیطان جیسی ہے جب اس نے آدمی سے کہا کہ تو کفر کر پھر جب اس نے کفر کیا تو بولا کہ میں تجھ سے

الگ ہوں میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

یعنی جس طرح شیطان آدمی کو کفر پر ابھارتا ہے لیکن جب آدمی شیطان کے ورغلانے سے کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو شیطان چپکے سے کھسک کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اسی طرح منافقوں نے بنونضیر کے یہودیوں کو شہ دے کر دلیر بنادیا اور اللہ کے حبیب ﷺ سے لڑا دیا لیکن جب بنونضیر کے یہودیوں کو جنگ کا سامنا ہوا تو منافق چھپ کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔

حضور ﷺ نے قلعہ کے محاصرہ کے ساتھ قلعہ کے آس پاس کھجوروں کے کچھ درختوں کو بھی کٹوا دیا کیونکہ ممکن تھا کہ درختوں کے جھنڈ میں یہودی چھپ کر اسلامی لشکر پر چھاپا مارتے اور جنگ میں مسلمانوں کو دشواری ہو جاتی۔ ان درختوں کو کاٹنے کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے، کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ درخت نہ کاٹے جائیں کیونکہ فتح کے بعد یہ سب درخت مالِ غنیمت بن جائیں گے اور مسلمان ان سے نفع اٹھائیں گے اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ درختوں کے جھنڈ کو کاٹ کر صاف کر دینے سے یہودیوں کی کمین گاہوں کو برباد کرنا اور ان کو نقصان پہنچا کر غیظ وغضب میں ڈالنا مقصود ہے، لہٰذا ان درختوں کو کاٹ دینا ہی بہتر ہے اس موقع پر سورۂ حشر کی یہ آیت اتری:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾ 11ر

جو درخت تم نے کاٹے یا جن کو انکی جڑوں پر قائم چھوڑ دیے یہ سب اللہ کے حکم سے تھا تاکہ خدا فاسقوں کو رسوا کرے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو درخت کاٹنے والے ہیں ان کا عمل بھی درست ہے اور جو کاٹنا نہیں چاہتے وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ کچھ درختوں کو کاٹنا اور کچھ کو چھوڑ دینا یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے ہیں۔

بہر حال آخر کار محاصرہ سے تنگ آ کر بنونضیر کے یہودی اس بات پر تیار ہو گئے کہ وہ اپنا اپنا مکان اور قلعہ چھوڑ کر اس شرط پر مدینہ سے باہر چلے جائیں گے کہ جس قدر مال و اسباب وہ اونٹوں پر لے جاسکیں لے جائیں، حضور ﷺ نے یہودیوں کی اس شرط کو منظور فرمالیا اور بنونضیر کے سب یہودی چھ سو اونٹوں پر اپنا مال و سامان لاد کر ایک جلوس کی شکل میں گاتے بجاتے ہوئے مدینہ سے نکلے کچھ تو "خیبر" چلے گئے اور زیادہ تعداد میں ملک شام جا کر "اذرعات" اور "اریحاء" میں آباد ہو گئے۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ان کے گھروں کی مسلمانوں نے جب تلاشی لی تو پچاس لوہے کی ٹوپیاں، پچاس زرہیں، تین سو چالیس تلواریں نکلیں جو حضور ﷺ کے قبضہ میں آئیں۔ 12ر

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝﴾ (13)

اللہ وہی ہے جس نے کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کیلئے (اے مسلمانوں!) تمہیں یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ سمجھتے تھے کہ انکے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آ گیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ویران کرتے ہیں تو عبرت پکڑو اے نگاہ والو!

بدر صغریٰ

جنگِ اُحد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ شعبان یا ذوالقعدہ ۴ھ میں حضور ﷺ مدینہ کے نظم و نسق کا انتظام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما کر لشکر کے ساتھ بدر میں تشریف لے گئے۔ آٹھ روز تک کفار کا انتظار کیا ادھر ابوسفیان بھی فوج کے ساتھ چلا، ایک منزل چلا تھا کہ اس نے اپنے لشکر سے یہ کہا کہ یہ سال جنگ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اتنا زبردست قحط پڑا ہوا ہے کہ نہ آدمیوں کے لئے دانہ پانی ہے نہ جانوروں کے لئے گھاس چارا، یہ کہہ کر ابوسفیان مکہ واپس چلا گیا، مسلمانوں کے پاس کچھ مال تجارت بھی ساتھ تھا جب جنگ نہیں ہوئی تو مسلمانوں نے تجارت کر کے خوب نفع کمایا اور مدینہ واپس چلے آئے۔ (14)

حوالہ جات سبق نمبر 15

(1) زرقانی ج ۲ ص ۶۲ (2) زرقانی ج ۲ ص ۶۳ (3) بخاری ج ۲ ص ۵۶۹ (4) بخاری ج ۲ ص ۵۶۸
(5) بخاری ج ۲ ص ۵۶۹ (6) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۴۱ (7) بخاری ج ۲ ص ۵۸۷ باب غزوۃ الرجیع
(8) بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ و زرقانی ج ۲ ص ۷۴ تا ۷۸ (9) مدارج جلد ۲ ص ۱۴۷ (10) الحشر: ۱۶
(11) الحشر: ۵ (12) زرقانی ج ۲ ص ۷۹ تا ۸۵ (13) الحشر: ۲
(14) مدارج جلد ۲ ص ۱۵۱ وغیرہ

مشق سبق نمبر 15

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. سریہ ابوسلمہ میں کتنے مجاہدین تھے اور جنگ کا کیا نتیجہ نکلا؟

....

....

2. حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو کیا جواب دیا تھا؟

....

....

3. حضرت ابو عاصم رضی اللہ عنہ کی نعش کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

....

....

4. یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا سازش کی تھی؟

....

....

5. بنونظیر کے درختوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹنے کا حکم کیوں دیا؟

....

....

6. بدر صغریٰ کب برپا ہوا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. کیونکہ فتح کے بعد یہ سب مالِ غنیمت بن جائیں گے

☐ باغ ☐ درخت ☐ کھیت ☐ پھل

2. یہودیوں نے ان سب حضرات کو ایک کے نیچے بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا

☐ دیوار ☐ چھت ☐ پتھر ☐ چبوترہ

3. حضرت کا لقب "بلیع الارض" (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔

☐ عاصم ☐ زید ☐ ابوہریرہ ☐ خبیب

4. تم اسی عصا کو ہاتھ میں لیکر میں چہل قدمی کروگے

☐ گھر ☐ بازار ☐ مسجد ☐ جنت

5. چالیس کفار کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے

☐ قیدی ☐ سولی ☐ سامان ☐ مکانات

6. میرے پیارے رسول ﷺ کے مقدس پاؤں کے تلوے میں ایک بھی چبھ جائے

☐ تنکا ☐ پتھر ☐ کانٹا ☐ چھلکا

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
تم اسی عصا کو ہاتھ میں لیکر	دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی
میں آپ کے اصحاب کی جان و مال کی حفاظت	جنت میں چہل قدمی کرو گے
کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا	اور لاش مبارک کو نگل گئی
حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قاتلوں سے	حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے
خدا کی شان کہ ایک دم زمین پھٹ گئی	کا ضامن ہوں۔
انہی شہداء کرام میں	کہ یہ درخت نہ کاٹے جائیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. کہ وہ اپنا اپنا مکان اور قلعہ چھوڑ کر اس شرط پر............ سے باہر چلے جائیں گے۔
2. جب بنونضیر کے یہودیوں کو جنگ کا سامنا ہوا تو............ چھپ کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔
3. چنانچہ............ اس مقصد کے لئے چھت کے اوپر چڑھ گیا۔
4. اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ستر منتخب صالحین کو جو............ کہلاتے تھے بھیج دیا۔
5. ہم دو............ ہیں جو اپنے جنگل میں جا رہے ہیں۔
6. تم اسی............ کو ہاتھ میں لیکر جنت میں چہل قدمی کرو گے۔

ہجرت کا پانچواں سال

حصہ اول

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے جانی نقصان کا چرچا ہو جانے اور کفارِ قریش اور یہودیوں کی مشترکہ سازشوں سے تمام قبائل کفار کا حوصلہ اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو مدینہ پر حملہ کرنے کا جنون ہو گیا۔ چنانچہ ۵ ھ بھی کفر و اسلام کے بہت سے معرکوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ہم یہاں چند مشہور غزوات و سرایا کا ذکر کرتے ہیں۔

سب سے پہلے قبائل "انمار و ثعلبہ" نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا جب حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے چار سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم ۵ ھ کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ "ذات الرقاع" تک تشریف لے گئے لیکن آپ ﷺ کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گرفتار کر لیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سواریوں کی اتنی کمی تھی کہ چھ چھ آدمیوں کی سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا جس پر ہم لوگ باری باری سوار ہو کر سفر کرتے تھے پہاڑی زمین میں پیدل چلنے سے ہمارے قدم زخمی اور پاؤں کے ناخن جھڑ گئے تھے اس لئے ہم لوگوں نے اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کا نام "غزوہ ذات الرقاع" (پیوندوں والا غزوہ) ہو گیا۔ (۱)

بعض مؤرخین نے کہا کہ چونکہ وہاں کی زمین کے پتھر سفید و سیاہ رنگ کے تھے اور زمین ایسی نظر آتی تھی گویا سفید اور کالے پیوند ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اس غزوہ کو "غزوہ ذات الرقاع" کہا جانے لگا اور

بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک درخت کا نام "ذات الرقاع" تھا اس لئے لوگ اس کو غزوہ ذات الرقاع کہنے لگے، ہوسکتا ہے کہ یہ ساری باتیں ہوں۔ [2]

مشہور امام سیرت ابن سعد کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس غزوہ میں حضور ﷺ نے "صلوٰۃ الخوف" پڑھی۔ [3]

غزوہ دُومۃ الجندل

ربیع الاول ۵ ھ میں پتا چلا کہ مقام "دومۃ الجندل" میں جو مدینہ اور شہر دمشق کے درمیان ایک قلعہ کا نام ہے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج جمع ہو رہی ہے حضور ﷺ ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے مدینہ سے نکلے، جب مشرکین کو یہ معلوم ہوا تو وہ لوگ اپنے مویشیوں اور چرواہوں کو چھوڑ کر بھاگ نکلے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان تمام جانوروں کو مال غنیمت بنا لیا اور آپ ﷺ نے تین دن وہاں قیام فرما کر مختلف مقامات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکروں کو روانہ فرمایا۔ اس غزوہ میں بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی اس سفر میں ایک مہینہ سے زائد آپ ﷺ مدینہ سے باہر رہے۔ [4]

غزوۂ مُریسیع

اس کا دوسرا نام "غزوہ بنی المصطلق" بھی ہے "مریسیع" ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے آٹھ منزل دور ہے۔ قبیلۂ خزاعہ کا ایک خاندان "بنو المصطلق" یہاں آباد تھا اور اس قبیلہ کا سردار حارث بن ضرار تھا اس نے بھی مدینہ پر فوج کشی کے لئے لشکر جمع کیا تھا، جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو ۲ شعبان ۵ ھ کو حضور اقدس ﷺ مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس غزوۂ میں حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، جب حارث بن ضرار کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر ہوگئی تو اس پر ایسی دہشت سوار ہوگئی کہ وہ اور اس کی فوج بھاگ کر منتشر ہوگئی مگر خود مریسیع کے باشندوں نے لشکر اسلام کا سامنا کیا اور جم کر مسلمانوں پر تیر برسانے لگے لیکن جب مسلمانوں نے ایک ساتھ مل کر حملہ کر دیا تو دس کفار مارے گئے اور ایک مسلمان بھی شہادت سے سرفراز ہوئے، باقی سب کفار گرفتار ہو گئے جن کی تعداد سات سو سے زائد تھی، دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ آئیں۔ [5]

غزوہ مریسیع جنگ کے اعتبار سے تو کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا مگر اس جنگ میں بعض ایسے اہم واقعات در پیش ہو گئے کہ یہ غزوہ تاریخ نبوی کا ایک بہت ہی اہم اور شاندار عنوان بن گیا ہے، ان مشہور واقعات میں سے چند یہ ہیں:

منافقین کی شرارت

اس جنگ میں مال غنیمت کے لالچ میں بہت سے منافقین بھی شریک ہوگئے تھے ایک دن پانی لینے پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں کچھ تکرار ہوگئی مہاجر نے بلند آواز سے یاللمھاجرین (اے مہاجرو! فریاد ہے) اور انصاری نے یاللانصار (اے انصاریو! فریاد ہے) کا نعرہ مارا، یہ نعرہ سنتے ہی انصار و مہاجرین دوڑ پڑے اور اسقدر بات بڑھ گئی کہ آپس میں جنگ کی نوبت آ گئی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو شرارت کا ایک موقعہ مل گیا اس نے اشتعال دلانے کے لئے انصاریوں سے کہا کہ "لو! یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سَمِّنْ كَلْبَكَ لِيَأْكُلَكَ (تم اپنے کتے کو فربہ کروتا کہ وہ تمہیں کو کھا ڈالے) تم انصاریوں ہی نے ان مہاجرین کا حوصلہ بڑھا دیا ہے لہٰذا اب ان مہاجرین کی مالی امداد و مدد بالکل بند کردو یہ لوگ ذلیل و خوار ہیں اور ہم انصار عزت دار ہیں اگر ہم مدینہ پہنچے تو یقیناً ہم ان ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کردیں گے۔ ر6

حضور اکرم ﷺ نے جب اس ہنگامہ کا شور و غوغا سنا تو انصار و مہاجرین سے فرمایا کہ کیا تم لوگ زمانہ جاہلیت کی نعرہ بازی کر رہے ہو؟ جمالِ نبوت دیکھتے ہی انصار و مہاجرین برف کی طرح ٹھنڈے پڑ گئے اور رحمت عالم ﷺ کے چند فقروں نے محبت کا ایسا دریا بہا دیا کہ پھر انصار و مہاجرین شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے۔

جب عبداللہ بن اُبی کی بیہودہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑی تو وہ اس قدر طیش میں آ گئے کہ ننگی تلوار لے کر آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے نہایت نرمی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ خبردار ایسا نہ کرو، ورنہ کفار میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرنے لگے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالکل ہی خاموش ہوگئے مگر اس خبر کا پورے لشکر میں چرچا ہوگیا، یہ عجیب بات ہے کہ عبداللہ ابن اُبی جتنا بڑا اسلام اور بانی اسلام ﷺ کا دشمن تھا اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر اس کے بیٹے اسلام کے سچے شیدائی اور حضور ﷺ کے جان نثار صحابی تھے ان کا نام بھی عبداللہ تھا جب اپنے باپ کی بکواس کا پتا چلا تو وہ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر آپ میرے باپ کے قتل کو پسند فرماتے ہوں تو میری تمنا ہے کہ کسی دوسرے کے بجائے میں خود اپنی تلوار سے اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں میں تمہارے باپ کے ساتھ کبھی بھی کوئی برا سلوک نہیں کروں گا۔ ر7

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ کے قریب وادی عقیق میں وہ اپنے باپ عبداللہ بن ابی کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تم نے مہاجرین اور رسول اللہ ﷺ کو ذلیل کہا ہے خدا کی قسم! میں اس وقت تک تم کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت عطا نہ فرمائیں اور جب تک تم اپنی زبان سے یہ نہ کہو کہ حضور ﷺ تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور تم سارے جہان والوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہو، تمام لوگ انتہائی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے جب حضور ﷺ وہاں پہنچے اور یہ دیکھا کہ بیٹا باپ کا راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے اور عبداللہ بن ابی زور زور سے کہہ رہا ہے کہ "میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ عزت دار ہیں۔" آپ ﷺ نے یہ دیکھتے ہی حکم دیا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو تا کہ یہ مدینہ میں داخل ہو جائے۔ ر8

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

غزوہ مریسیع کی جنگ میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے ان میں سردار قوم حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جب تمام قیدی لونڈی غلام بنا کر مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیئے گئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں انہوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھے اتنی اتنی رقم دے دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی رقم نہیں تھی وہ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنے قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور میں مسلمان ہو چکی ہوں حضرت ثابت بن قیس نے اتنی اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہے آپ ﷺ میری مدد فرمائیں تا کہ میں یہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم منظور کر لو گی؟ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خود تنہا تمہاری طرف سے ساری رقم ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر کے میں تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے خوشی خوشی اس کو منظور کر لیا، چنانچہ حضور ﷺ نے ساری رقم اپنے پاس سے ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا جب یہ خبر لشکر میں پھیل گئی کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تو مجاہدین اسلام کے لشکر میں اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام تھے مجاہدین نے سب کو فوراً ہی آزاد کر کے رہا کر دیا اور لشکر اسلام کا ہر سپاہی یہ کہنے لگا کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی

اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ ہم نے کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر خیر و برکت والا نہیں دیکھا کہ اس کی وجہ سے تمام خاندان بنی المصطلق کو غلامی سے آزادی نصیب ہوگئی۔ ر9

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصلی نام "برہ" تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر "جویریہ" نام رکھا۔ ر10

واقعہ افک

اسی غزوہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آنے لگے تو ایک منزل پر رات میں پڑاؤ کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بند ہودج میں سوار ہو کر سفر کرتی تھیں اور چند مخصوص آدمی اس ہودج کو اونٹ پر لادنے اور اتارنے کے لئے مقرر تھے، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے لشکر سے باہر رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئیں جب واپس ہوئیں تو دیکھا کہ ان کے گلے کا ہار کہیں ٹوٹ کر گر پڑا ہے وہ دوبارہ اس ہار کی تلاش میں لشکر سے باہر چلی گئیں اس مرتبہ واپسی میں کچھ دیر لگ گئی اور لشکر روانہ ہوگیا آپ کا ہودج لادنے والوں نے یہ خیال کر کے کہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں ہودج کو اونٹ پر لاد دیا اور پورا قافلہ منزل سے روانہ ہوگیا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منزل پر واپس آئیں تو یہاں کوئی آدمی موجود نہیں تھا تنہائی سے سخت گھبرائیں اندھیری رات میں اکیلے چلنا بھی خطرناک تھا اس لئے وہ یہ سوچ کر وہیں لیٹ گئیں کہ جب اگلی منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو ضرور ہی میری تلاش میں یہاں آئیں گے، وہ لیٹی لیٹی سو گئیں ایک صحابی جن کا نام حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھا وہ ہمیشہ لشکر کے پیچھے پیچھے اس خیال سے چلا کرتے تھے تاکہ لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھاتے چلیں وہ جب اس منزل پر پہنچے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور چونکہ پردہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے وہ بار ہا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو دیکھ چکے تھے اس لئے دیکھتے ہی پہچان لیا اور انہیں مردہ سمجھ کر " اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن " پڑھا اس آواز سے وہ جاگ اٹھیں حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور خود اونٹ کی مہار تھام کر پیدل چلتے ہوئے اگلی منزل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی نے اس واقعہ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا ذریعہ بنا لیا اور خوب خوب اس تہمت کا چرچا کیا یہاں تک کہ مدینہ میں اس منافق نے اس شرمناک تہمت کو اس قدر اچھالا اور اتنا شور و غل مچایا کہ مدینہ میں ہر طرف اس افتراء اور تہمت کا چرچا ہونے لگا اور بعض مسلمان مثلاً حضرت حسان بن ثابت

اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی اس تہمت کو پھیلانے میں کچھ حصہ لیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرانگیز تہمت سے بے حد رنج و صدمہ پہنچا اور مخلص مسلمانوں کو بھی انتہائی رنج و غم ہوا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ پہنچتے ہی سخت بیمار ہوگئیں، پردہ نشین تو تھیں ہی صاحب فراش ہوگئیں اور انہیں اس تہمت تراشی کی بالکل خبر ہی نہیں ہوئی گو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا پورا پورا علم و یقین تھا مگر چونکہ اپنی بیوی کا معاملہ تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اپنی بیوی کی براءت اور پاکدامنی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے اس درمیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخلص اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ فرماتے رہے تاکہ ان لوگوں کے خیالات کا پتا چل سکے۔ ر11

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تہمت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے کیونکہ مکھی نجاستوں پر بیٹھتی ہے تو بھلا جو عورت ایسی برائی کی مرتکب ہو خداوند قدوس کب اور کیسے برداشت فرمائے گا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہ سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سایہ کو زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑ سکے تو بھلا اس معبود برحق کی غیرت کب یہ گوارا کرے گی کہ کوئی انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایسی قباحت کا مرتکب ہو سکے؟۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک مرتبہ آپ کی نعلین اقدس میں نجاست لگ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ اپنی نعلین اقدس کو اتار دیں اس لئے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ اگر ایسی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرما دیتا کہ" آپ ان کو اپنی زوجیت سے نکال دیں۔"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب اس تہمت کی خبر سنی تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بیوی! تو سچ بتا! اگر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو کیا تو یہ گمان کر سکتی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوتی تو خدا کی قسم! میں کبھی ایسی خیانت نہیں کر سکتی تھی تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہے اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو بدرجہا تم سے بہتر ہیں بھلا کیونکر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں؟ ر12

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اس معاملہ میں حضرت علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما سے جب مشورہ طلب فرمایا تو حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے برجستہ کہا کہ اَھْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا کہ یارسول اللہ! وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم انہیں اچھی ہی جانتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں ڈالی ہے عورتیں ان کے سوا بہت ہیں اور آپ ﷺ ان کے بارے میں ان کی لونڈی (حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھ لیں وہ آپ سے سچ سچ کہہ دے گی۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ نے سوال فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی عیب نہیں دیکھا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ابھی کمسن لڑکی ہیں وہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا ڈالتی ہے۔

پھر حضور ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا جو حسن و جمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مثل تھیں تو انہوں نے قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ اَحْمِیْ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَیْرًا میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم! میں تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچھی ہی جانتی ہوں۔ [13]

اس کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے فرمایا کہ اس شخص کی طرف سے مجھے کون معذور سمجھے گا، یا میری مدد کرے گا جس نے میری بیوی پر بہتان تراشی کر کے میری دل آزاری کی ہے، وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کو ہر طرح کی اچھی ہی جانتا ہوں۔ وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْہِ اِلَّا خَیْرًا اور ان لوگوں (منافقوں) نے (اس بہتان میں) ایک ایسے مرد (صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کو میں بالکل اچھا ہی جانتا ہوں۔ [14]

حضور ﷺ کی برسر منبر اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ دونوں کی براءت و طہارت اور عفت و پاک دامنی کا پورا پورا علم اور یقین تھا اور وحی نازل ہونے سے پہلے ہی آپ ﷺ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق جھوٹے اور اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں ورنہ آپ برسر منبر قسم کھا کر ان دونوں کی اچھائی کا مجمع عام میں ہرگز اعلان نہ فرماتے مگر پہلے ہی اعلان عام نہ فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ اپنی بیوی کی پاکدامنی کا اپنی زبان سے اعلان کرنا حضور ﷺ مناسب نہیں سمجھتے تھے، جب حد سے زیادہ منافقین

نے شور و غوغا شروع کر دیا تو حضور ﷺ نے منبر پر اپنے خیال اقدس کا اظہار فرما دیا مگر اب بھی اعلان عام کے لئے آپ کو وحی الٰہی کا انتظار ہی رہا۔

یہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سفر سے آتے ہی بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئی تھیں اس لئے وہ اس بہتان کے طوفان سے بالکل ہی بے خبر تھیں جب انہیں مرض سے کچھ صحت حاصل ہوئی اور وہ ایک رات حضرت اُم مسطح صحابیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رفع حاجت کے لئے صحرا میں تشریف لے گئیں تو انکی زبانی انہوں نے اس دلخراش اور روح فرسا خبر کو سنا۔ جس سے انہیں بڑا دھچکا لگا اور وہ شدت رنج و غم سے نڈھال ہو گئیں چنانچہ ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ دن رات بلک بلک کر روتی رہیں آخر جب ان سے یہ صدمہ جاں کاہ برداشت نہ ہو سکا تو وہ حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنی والدہ کے گھر چلی گئیں اور اس منحوس خبر کا تذکرہ اپنی والدہ سے کیا، ماں نے کافی تسلی و تشفی دی مگر یہ برابر لگا تار روتی ہی رہیں۔

اسی حالت میں ناگہاں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ! رضی اللہ عنہا تمہارے بارے میں ایسی ایسی خبر اڑائی گئی ہے اگر تم پاک دامن ہو اور یہ خبر جھوٹی ہے تو عنقریب خداوند تعالیٰ تمہاری براءت کا بذریعہ وحی اعلان فرما دے گا۔ ورنہ تم توبہ و استغفار کر لو کیونکہ جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے اور بخشش مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضور ﷺ کی یہ گفتگو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنسو بالکل تھم گئے اور انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کا جواب دیجیے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟ پھر انہوں نے ماں سے جواب دینے کی درخواست کی تو ان کی ماں نے بھی یہی کہا پھر خود حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو یہ جواب دیا کہ لوگوں نے جو ایک بے بنیاد بات اڑائی ہے اور یہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکی ہے اور کچھ لوگ اس کو سچ سمجھ چکے ہیں اس صورت میں اگر میں یہ کہوں کہ میں پاک دامن ہوں تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس برائی کا اقرار کر لوں تو سب مان لیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری اور پاک دامن ہوں اس وقت میری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) جیسی ہے لہٰذا میں بھی وہی کہتی ہوں جو انہوں نے کہا تھا یعنی فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

یہ کہتی ہوئی انہوں نے کروٹ بدل کر منہ پھیر لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بری اور پاک

دامن ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت کو ظاہر فرما دے گا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سن کر ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی اور آپ پر نزول وحی کے وقت کی بے چینی شروع ہوگئی اور باوجودیکہ شدید سردی کا وقت تھا مگر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے ٹپکنے لگے جب وحی اتر چکی تو ہنستے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! رضی اللہ عنہا تم خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد کرو کہ اس نے تمہاری براءت اور پاکدامنی کا اعلان فرما دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی سورۂ نور میں سے دس آیتوں کی تلاوت فرمائی جو اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے شروع ہوکر وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ پر ختم ہوتی ہیں۔

ان آیات کے نازل ہو جانے کے بعد منافقوں کا منہ کالا ہوگیا اور حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس طرح چمک اٹھا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دلوں کی دنیا میں نور ایمان سے اجالا ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت مسطح بن اثاثہ پر بڑا غصہ آیا یہ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے اور بچپن ہی میں ان کے والد وفات پاگئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی پرورش بھی کی تھی اور ان کی مفلسی کی وجہ سے ہمیشہ آپ ان کی مالی امداد فرماتے رہتے تھے مگر اس کے باوجود حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس تہمت تراشی اور اس کا چرچا کرنے میں کچھ حصہ لیا تھا اس وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غصہ میں بھر کر یہ قسم کھالی کہ اب میں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی کبھی بھی کوئی مالی مدد نہیں کروں گا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

﴿ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ ﴾ 15

اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اس آیت کو سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور پھر حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کا خرچ بدستور سابق عطا فرمانے لگے۔ 16

پھر حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خطبہ پڑھا اور سورۂ نور کی آیتیں تلاوت فرما کر مجمع عام میں سنا دیں اور تہمت لگانے والوں میں سے حضرت حسان بن ثابت و حضرت مسطح بن اثاثہ و حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ان چاروں کو حد قذف کی سزا میں اسی اسی درے مارے گئے۔ 17

شارح بخاری علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور پاک دامنی قطعی و یقینی ہے جو قرآن سے ثابت ہے اگر کوئی اس میں ذرا بھی شک کرے تو وہ کافر ہے۔ دوسرے تمام فقہاء امت کا بھی یہی مسلک ہے۔ 18

آیت تیمم کا نزول

ابن عبدالبر و ابن سعد و ابن حبان وغیرہ محدثین و علماء سیرت کا قول ہے کہ تیمم کی آیت اسی غزوہ مریسیع میں نازل ہوئی مگر روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ آیت تیمم کسی دوسرے غزوہ میں اتری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ 19

بخاری شریف میں آیت تیمم کی شان نزول جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب ہم لوگ مقام "بیداء" یا مقام "ذات الجیش" میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا حضور ﷺ اور کچھ لوگ اس ہار کی تلاش میں وہاں ٹھہر گئے اور وہاں پانی نہیں تھا تو کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر شکایت کی کہ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا؟ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہاں ٹھہرا لیا ہے حالانکہ یہاں پانی موجود نہیں ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور جو کچھ خدا نے چاہا انہوں نے مجھ کو (سخت و سست) کہا اور پھر (غصہ میں) اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے اس وقت رسول اللہ ﷺ میری ران پر اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اس وجہ سے (مار کھانے کے باوجود) میں ہل نہیں سکتی تھی صبح کو جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو وہاں کہیں پانی موجود ہی نہیں تھا ناگہاں حضور ﷺ پر تیمم کی آیت نازل ہو گئی چنانچہ حضور ﷺ اور تمام اصحاب نے تیمم کیا اور نماز فجر ادا کی اس موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے (خوش ہو کر) کہا کہ اے ابوبکر کی آل! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔ پھر ہم لوگوں نے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہم نے ہار کو پا لیا۔ 20

اس حدیث میں کسی غزوہ کا نام نہیں ہے مگر شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے جس کا دوسرا نام غزوہ مریسیع بھی ہے جس میں قصہ افک واقع ہوا۔ 21

اس غزوہ میں حضور ﷺ اٹھائیس دن مدینہ سے باہر رہے۔ [22]

حوالہ جات سبق نمبر 16

(1) بخاری غزوہ ذات الرقاع ج ۲ ص ۵۹۲

(2) زرقانی جلد ۲ ص ۸۸

(3) بخاری ج ۲ ص ۵۹۲

(4) زرقانی ج ۲ ص ۹۴ تا ۹۵

(5) زُرقانی ج ۲ ص ۹۷ تا ۹۸

(6) قرآن سورہ منافقون

(7) ابن سعد وطبری وغیرہ

(8) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۵۷

(9) ابوداود کتاب العتق ج ۲ ص ۵۴۸

(10) مدارج جلد ۲ ص ۱۵۵

(11) بخاری ج ۲ ص ۵۹۴

(12) مدارک التنزیل مصری ج ۲ ص ۱۳۴ تا ۱۳۵

(13) بخاری باب حدیث الافک ج ۲ ص ۵۹۶

(14) بخاری ج ۲ ص ۵۹۵ باب حدیث الافک

(15) النور: ۲۲

(16) بخاری حدیث الافک ج ۲ ص ۵۹۵

(17) مدارج جلد ۲ ص ۱۶۳ وغیرہ

(18) بخاری جلد ۲ ص ۵۹۵

(19) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۵۷

(20) بخاری ج ۱ ص ۴۸ کتاب التیمم

(21) فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۵ کتاب التیمم

(22) زُرقانی ج ۲ ص ۱۰۲

مشق سبق نمبر 16

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مسجد ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

....

....

2. عبداللہ بن ابی منافق کی شرارت پر آپ ﷺ نے کیا ردعمل ظاہر فرمایا؟

....

....

3. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جن لوگوں نے تہمت لگائی ان کے نام کیا تھے؟

....

....

4. حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ نے سوال فرمایا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

....

....

5. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے لئے کون سی آیات نازل ہوئی تھیں؟

....

....

6. تیمم کا آغاز کیسے ہوا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگایئے۔

1. تمام اصحاب نے تیمم کیا اور نماز ادا کی

☐ تہجد ☐ ظہر ☐ فجر ☐ عصر

2. ان چاروں کو کی سزا میں اسی اسی درے مارے گئے۔

☐ حد شراب ☐ حد سرقہ ☐ حد قذف ☐ حد زنا

3. اس وقت میری مثال حضرت کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) جیسی ہے

☐ سلیمان علیہ السلام ☐ موسیٰ علیہ السلام ☐ دانیال علیہ السلام ☐ یوسف علیہ السلام

4. اور انہیں اس کی بالکل خبر ہی نہیں ہوئی

☐ تہمت تراشی ☐ واقعہ ☐ بدتمیزی ☐ بُری خبر

5. حضرت کا اصلی نام برہ تھا۔

☐ خدیجہ رضی اللہ عنہا ☐ جویریہ رضی اللہ عنہا ☐ عائشہ رضی اللہ عنہا ☐ زینب رضی اللہ عنہا

6. بعض کا قول ہے کہ یہاں پر ایک کا نام "ذات الرقاع" تھا

☐ وادی ☐ درخت ☐ پتھر ☐ گھاٹی

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
کچھ لوگ اس ہار کی تلاش میں وہاں ٹھہر گئے	تو سب مان لیں گے
میں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا میں	کبھی بھی کوئی برا سلوک نہیں کروں گا
تمہارے باپ کے ساتھ	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں
اور اگر میں اس برائی کا اقرار کرلوں	اور وہاں پانی نہیں تھا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی	کوئی عیب نہیں دیکھا
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	پاک دامنی کا پورا پورا علم ویقین تھا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے.......... بالکل تھم گئے۔
2. جب حد سے زیادہ.......... نے شوروغوغا شروع کر دیا۔
3. پھر حضرت.......... جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہے۔
4. چند مخصوص آدمی اس.......... کو اونٹ پر لادنے اور اتارنے کے لئے مقرر تھے
5. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر.......... نام رکھا۔
6. .... ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے آٹھ منزل دور ہے۔

ہجرت کا پانچوں سال

حصہ دوم

جنگِ خندق

5ھ کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لئے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لئے یہ لڑائی "جنگ خندق" کہلاتی ہے اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لئے اس لڑائی کا دوسرا نام "جنگ احزاب" (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے، قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

جنگ خندق کا سبب

گزشتہ اوراق میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ "قبیلہ بنونضیر" کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤسا "خیبر" میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن مشکم و ابن ابی الحقیق و حیی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی اس لئے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی، چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں کفار قریش تو اس کے بھوکے ہی تھے فوراً ہی ان لوگوں نے یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے "قبیلہ بنوغطفان" کا رُخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے

خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرلیا پھر بنو غطفان نے اپنے حلیف "بنو اسد" کو بھی جنگ کے لئے تیار کرلیا ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف" قبیلہ بنو اسعد" کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بنا پر" قبیلہ بنو سلیم" کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کرلیا جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابوسفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔ ر1

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضور اقدس ﷺ نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگِ اُحد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھود لی جائے تا کہ کفار کی پوری فوج بیک وقت حملہ آور نہ ہو سکے، مدینہ کے تین طرف چونکہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا مدینہ کا صرف ایک رُخ کھلا ہوا تھا اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے، چنانچہ ۸ ذوقعدہ ۵ ھ کو حضور ﷺ تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے، حضور ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرما دی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہوگئی۔ ر2

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ خندق کے پاس تشریف لائے اور جب یہ دیکھا کہ انصار و مہاجرین کڑکڑاتے ہوئے جاڑے کے موسم میں صبح کے وقت کئی کئی فاقوں کے باوجود جوش و خروش کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول ہیں تو انتہائی متأثر ہو کر آپ نے یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا کہ۔

؎ اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

اے اللہ! عزوجل بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے لہٰذا تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے جہاد پر حضرت محمد ﷺ کی بیعت کر لی ہے جب تک ہم زندہ رہیں ہمیشہ کے لئے۔ ر3

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ خود بھی خندق کھودتے اور مٹی اُٹھا اُٹھا کر پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے شکم مبارک پر غبار کی تہ جم گئی تھی اور مٹی اٹھاتے ہوئے صحابہ کو جوش دلانے کے لئے رجز کے یہ اشعار پڑھتے تھے کہ

وَ اللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا

وَ لَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

خدا کی قسم! اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

لہذا اے اللہ! عزوجل تو ہم پر قلبی اطمنان اتار دے اور جنگ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔

اِنَّ الْاُلٰي قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

یقیناً ان (کافروں) نے ہم پر ظلم کیا ہے اور جب بھی ان لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم لوگوں نے انکار کر دیا۔

لفظ اَبَيْنَا حضور ﷺ بار بار با تکرار بلند آواز سے دہراتے تھے۔

ایک عجیب چٹان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت ناگہاں ایک ایسی چٹان نمودار ہوگئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی جب ہم نے بارگاہ رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ ﷺ اٹھے، تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بھر بھرے ٹیلے کی طرح بکھر گئی۔ ر4

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا ہر ضرب پر اس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں آپ نے شام و ایران اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور ان تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارت دی۔ ر5

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مدائن کسریٰ و مدائن قیصر و مدائن حبشہ کی فتوحات کا اعلان

فرمایا۔ ر6

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاقوں سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا دیکھ کر میرا دل بھر آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ کو صبر کی تاب نہیں رہی کیا گھر میں کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں ایک صاع جو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کہا کہ تم جلدی سے اس جو کو پیس کر گوندھ لو اور اپنے گھر کا پلا ہوا ایک بکری کا بچہ میں نے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بنا دیں اور بیوی سے کہا کہ جلدی سے تم گوشت روٹی تیار کر لو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر لاتا ہوں، چلتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا کھانا کم ہی ہے کہیں مجھے رسوا مت کر دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خندق پر آ کر چپکے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک بکری کے بچے کا گوشت میں نے گھر میں تیار کرایا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرمالیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت طعام دی ہے لہٰذا سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھالیں پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں روٹی مت پکوانا، چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاری جائے پھر روٹی پکنی شروع ہوئی اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دینا شروع کیا ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھالیا مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولھے پر بدستور جوش مارتی رہی۔ ر7

بابرکت کھجوریں

اسی طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ میں کچھ کھجوریں لے کر آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ کچھ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے میرے باپ کے ناشتہ کے لئے بھیجی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو اپنے دست مبارک میں لے کر ایک کپڑے پر بکھیر دیا اور تمام اہل خندق کو بلا کر فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ چنانچہ تمام خندق والوں نے شکم سیر ہو کر ان کھجوروں کو کھایا۔ ر8 یہ دونوں واقعات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہیں۔

اسلامی افواج کی مورچہ بندی

حضورِ اقدس ﷺ نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعہ میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر سَلَع پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت پر تھا اور آپ کے سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور انصار کا علمبردار حضرت سعد بن عباده رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ ر9

کفار کا حملہ

کفار قریش اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ہلا بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور شور کے ساتھ مدینہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا۔ ر10

اس خوفناک چڑھائی اور لشکر کفار کے دل بادل کی معرکہ آرائی کا نقشہ قرآن کی زبان سے سنیے:

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾﴾ ر11

جب کافر تم پر آ گئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ ٹھٹھک کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس (خوف سے) آ گئے اور تم اللہ پر (امید و یاس سے) طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ مسلمان آزمائش اور امتحان میں ڈال دیئے گئے اور وہ بڑے زور کے زلزلے میں جھنجھوڑ کر رکھ دیئے گئے۔

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے وہ کفار کے اس لشکر کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۚ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾﴾ ر12

اور ایک گروہ (منافقین) ان میں سے نبی کی اجازت طلب کرتا تھا منافق کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے ہوئے نہیں تھے ان کا مقصد بھاگنے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

لیکن اسلام کے سچے جاں نثار مہاجرین و انصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ "سلع" اور "احد" کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں ان جاں نثاروں کی ایمانی شجاعت کی تصویر صفحات قرآن پر بصورت تحریر دیکھیے ارشاد ربانی ہے کہ

﴿وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾﴾ (احزاب)

اور جب مسلمانوں نے قبائل کفار کے لشکروں کو دیکھا تو بول اٹھے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کا اللہ اور اسکے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اسکا رسول دونوں سچے ہیں اور اس نے ان کے ایمان و اطاعت کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

بنو قریظہ کی غداری

قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی اب تک غیر جانبدار تھے لیکن بنو نضیر کے یہودیوں نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر کفار میں شامل کر لینے کی کوشش شروع کر دی چنانچہ حیی بن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا پہلے تو اسنے اپنا دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو ہمیشہ اپنے عہد کا پابند پایا ہے اس لئے ہم ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت سمجھتے ہیں مگر بنو نضیر کے یہودیوں نے اس قدر شدید اصرار کیا اور طرح طرح سے ورغلایا کہ بالآخر کعب بن اسد معاہدہ توڑنے کے لئے راضی ہو گیا، بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور کفار سے مل گئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو تحقیق حال کے لئے بنو قریظہ کے پاس بھیجا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ واقعی بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے جب ان دونوں معزز صحابیوں رضی اللہ عنہما نے بنو قریظہ کو ان کا معاہدہ یاد دلایا تو ان بدذات یہودیوں نے انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ اور معاہدہ کس کو کہتے ہیں؟ ہمارا کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا یہ سن کر دونوں حضرات واپس آ گئے اور صورتحال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا تو آپ نے بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا کہ مسلمانو! تم اس سے نہ گھبراؤ نہ اس کا غم کرو اس میں تمہارے لئے بشارت ہے۔ ر14

کفار کا لشکر جب آگے بڑھا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ایک مہینے تک کفار شہر مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑے رہے اور یہ محاصرہ اس سختی کے ساتھ قائم رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر

کئی کئی فاقے گزر گئے۔ کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف اس لئے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قلعوں میں پناہ گزیں تھے مگر حضور ﷺ نے جہاں خندق کے مختلف حصوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرما دیا تھا کہ وہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہیں اسی طرح عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے بھی کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین کر دیا تھا۔

انصار کی ایمانی شجاعت

محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر حضورِ اکرم ﷺ نے یہ خیال کیا کہ کہیں مہاجرین و انصار ہمت نہ ہار جائیں اس لئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصن سے اس شرط پر معاہدہ کر لیں کہ وہ مدینہ کی ایک تہائی پیداوار لے لیا کرے اور کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دے مگر جب آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر چکی ہے جب تو ہمیں اس سے انکار کی مجال ہی نہیں ہو سکتی اور اگر یہ ایک رائے ہے تو یا رسول اللہ! جب ہم کفر کی حالت میں تھے اس وقت تو قبیلہ غطفان کے سرکش کبھی ہماری ایک کھجور نہ لے سکے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسلام اور آپ ﷺ کی غلامی کی عزت سے سرفراز فرما دیا ہے تو بھلا کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنا مال ان کافروں کو دے دیں گے؟ ہم ان کفار کو کھجوروں کا انبار نہیں بلکہ نیزوں اور تلواروں کی مار کا تحفہ دیتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا، یہ سن کر حضور ﷺ خوش ہو گئے اور آپ کو پورا پورا اطمینان ہو گیا۔ [15]

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہو سکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر پار کریں مگر دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے آخر ایک روز عمرو بن عبدود و عکرمہ بن ابو جہل و ہبیرہ بن ابی وہب و ضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتا دو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آ گئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑا کودا کر خندق کو پار کر لیا۔

عمرو بن عبدود مارا گیا

سب سے آگے عمرو بن عبدود تھا یہ اگرچہ نوے برس کا خرانٹ بڈھا تھا مگر ایک ہزار سواروں کے برابر بہادر مانا

جا تا تھا جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا، یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا تین مرتبہ اس نے کہا کہ کون ہے جو میرے مقابلہ کو آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اُٹھ کر جواب دیا کہ "میں" حضور ﷺ نے روکا کہ اے علی! کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عرض کیا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے لیکن میں اس سے لڑوں گا، یہ سن کر تاجدار نبوت ﷺ نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے دست مبارک سے حیدر کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے سر انور پر عمامہ باندھا اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! عزوجل تو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی مدد فرما۔ حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مجاہدانہ شان سے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دونوں میں اس طرح مکالمہ شروع ہوا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اے عمرو بن عبدود! تو مسلمان ہو جا!

عمرو بن عبدود یہ مجھ سے کبھی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا!

حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑائی سے واپس چلا جا!

عمرو بن عبدود یہ مجھے منظور نہیں!

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو پھر مجھ سے جنگ کر!

عمرو بن عبدود ہنس کر کہا کہ میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی مجھ کو جنگ کی دعوت دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ لیکن میں تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں۔

عمرو بن عبدود آخر تمہارا نام کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب

عمرو بن عبدود بھتیجے! تم ابھی بہت ہی کم عمر ہو میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ لیکن میں تمہارا خون بہانے کو بے حد پسند کرتا ہوں۔

عمرو بن عبدود خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سن کر مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پیدل تھے اور یہ سوار تھا اس پر جو غیرت سوار ہوئی تو گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی تلوار سے

گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر آگے بڑھا اور حضرت شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پر تلوار کا بھرپور وار کیا حضرت شیر خدا نے تلوار کے اس وار کو اپنی ڈھال پر روکا، یہ وار اتنا سخت تھا کہ تلوار ڈھال اور عمامہ کو کاٹتی ہوئی پیشانی پر لگی گو بہت گہرا زخم نہیں لگا مگر پھر بھی زندگی بھر یہ طغریٰ آپ کی پیشانی پر یادگار بن کر رہ گیا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر للکارا کہ اے عمرو! سنبھل جا اب میری باری ہے یہ کہہ کر اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ذوالفقار کا ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ تلوار دشمن کے شانے کو کاٹتی ہوئی کمر سے پار ہوگئی اور وہ تلملا کر زمین پر گرا اور دم زدن میں مر کر فی النار ہو گیا اور میدان کارزار زبان حال سے پکار اٹھا کہ

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں قوتِ پروردگار

لَا فَتٰى اِلَّا عَلِي لَا سَيْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا اور منہ پھیر کر چل دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے علی! کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم آپ نے عمرو بن عبدود کی زرہ کیوں نہیں اتار لی؟ سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی زرہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے عمر! ذوالفقار کی مار سے وہ اس طرح بے قرار ہو کر زمین پر گرا کہ اس کی شرمگاہ کھل گئی اس لئے حیاء کی وجہ سے میں نے منہ پھیر لیا۔ ر16

نوفل کی لاش

اس کے بعد نوفل غصہ میں بپھرا ہوا میدان میں نکلا اور پکارنے لگا کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اس پر بجلی کی طرح جھپٹے اور ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور تلوار زین کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی کمر تک پہنچ گئی لوگوں نے کہا کہ اے زبیر! رضی اللہ عنہ تمہاری تلوار کی تو مثال نہیں مل سکتی آپ نے فرمایا کہ تلوار کیا چیز ہے؟ کلائی میں دم خم اور ضرب میں کمال چاہیے۔ ہبیرہ اور ضرار بھی بڑے طنطنہ سے آگے بڑھے مگر جب ذوالفقار کا وار دیکھا تو لرزہ براندام ہو کر فرار ہو گئے کفار کے باقی شہسوار بھی جو خندق کو پار کر کے آ گئے تھے وہ سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ تو اس قدر بدحواس ہو گیا کہ اپنا نیزہ پھینک کر بھاگا اور خندق کے پار جا کر اس کو قرار آیا۔ ر17

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ نوفل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بعض نے یہ کہا کہ نوفل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑے کو کودا کر خندق کو پار کرنا چاہتا تھا کہ خود ہی خندق میں گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ

مر گیا بہر حال کفار مکہ نے دس ہزار درہم میں اس کی لاش کو لینا چاہا تا کہ وہ اس کو اعزاز کے ساتھ دفن کریں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رقم لینے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ہم کو اس لاش سے کوئی غرض نہیں مشرکین اس کو لے جائیں اور دفن کریں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ 18

اس دن کا حملہ بہت ہی سخت تھا دن بھر لڑائی جاری رہی اور دونوں طرف سے تیر اندازی اور پتھر بازی کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کسی مجاہد کا اپنی جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا، خالد بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ ایک جگہ سے خندق کو پار کر لیا اور بالکل ہی ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ اقدس پر حملہ آور ہو گیا مگر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا اور دو سو مجاہدین کو ساتھ لے کر دوڑ پڑے اور خالد بن الولید کے دستہ کے ساتھ دست بدست کی لڑائی میں ٹکرا گئے اور خوب جم کر لڑے اس لئے کفار خیمہ اطہر تک نہ پہنچ سکے۔ 19

اس گھمسان کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی ہے پھر آپ نے وادی بطحان میں سورج غروب ہو جانے کے بعد نماز عصر قضا پڑھی پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی۔ اور کفار کے حق میں یہ دعا مانگی کہ

مَلَاَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰي حَتّٰي غَابَتِ الشَّمْسُ 19

اللہ ان مشرکوں کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے ان لوگوں نے ہم کو نماز وسطیٰ سے روک دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

جنگ خندق کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی فرمائی کہ:

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ 20

اے اللہ! عزوجل اے کتاب نازل فرمانے والے! جلد حساب لینے والے! تو ان کفار کے لشکروں کو شکست دے دے، اے اللہ! عزوجل ان کو شکست دے اور انہیں جھنجھوڑ دے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خطاب ملا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار مدینہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور کسی کے لئے شہر سے باہر

نکلنا دشوار تھا تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو قوم کفار کی خبر لائے؟ تینوں مرتبہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں یہ کہا کہ "میں یا رسول اللہ! خبر لاؤں گا۔" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس جان نثاری سے خوش ہو کر تاجدار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَّ اِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ [21]

ہر نبی کے لئے حواری (مددگار خاص) ہوتے ہیں اور میرا "حواری" زبیر ہے۔

اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے "حواری" کا خطاب ملا جو کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ شہید

اس جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت ہی کم ہوا یعنی کل چھ مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے مگر انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اعظم تھے، اس جنگ میں ایک تیر سے زخمی ہو گئے اور پھر شفایاب نہ ہو سکے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے جوش میں بھرے ہوئے نیزہ لے کر لڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحل ہے وہ کٹ گئی جنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لئے حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج کرنا شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کے زخم کو دو مرتبہ داغا، اسی حالت میں آپ ایک مرتبہ بنی قریظہ تشریف لے گئے اور وہاں یہودیوں کے بارے میں اپنا وہ فیصلہ سنایا جس کا ذکر غزوہ قریظہ کے عنوان کے تحت آئے گا اس کے بعد وہ اپنے خیمہ میں واپس تشریف لائے اور اب ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوق شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے جنگ کرنے کی مجھے اتنی زیادہ تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے تو زندہ رکھ تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جہاد کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے اس زخم کو تو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے موت عطا فرما دے۔

آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی کے اندر بنی غفار کے خیمہ میں

پہنچ گیا ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہارے خیمہ سے بہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہ رہا تھا اسی زخم میں ان کی وفات ہوگئی۔ [22]

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار ملائکہ حاضر ہوئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں مشک کی خوشبو آنے لگی۔ [23]

عین وفات کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف فرما تھے، انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمال نبوت کا نظارہ کیا اور کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه پھر باآواز بلند یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ [24]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

جنگ خندق میں ایک ایسا موقع بھی آیا کہ جب یہودیوں نے یہ دیکھا کہ ساری مسلمان فوج خندق کی طرف مصروفِ جنگ ہے تو جس قلعہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے یہودیوں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی دروازہ تک پہنچ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ لیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس یہودی کو قتل کر دو، ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو یہاں کا حال و ماحول بتا دے گا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی اس وقت ہمت نہیں پڑی کہ اس یہودی پر حملہ کریں یہ دیکھ کر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہوگیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج موجود ہے اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جراءت ہی نہیں کی۔ [25]

کفار کیسے بھاگے؟

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ قبیلہ غطفان کے بہت ہی معزز سردار تھے اور قریش و یہود دونوں کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو ان کے اسلام کا علم نہ تھا انہوں نے بارگاہ رسالت میں یہ درخواست کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہود اور قریش دونوں سے ایسی گفتگو کروں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے، آپ نے اس کی اجازت دے دی چنانچہ انہوں نے یہود اور قریش سے الگ الگ کچھ اس قسم کی باتیں کیں جس سے واقعی دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابوسفیان شدید سردی کے موسم، طویل محاصرہ، فوج کا راشن ختم ہوجانے سے حیران و پریشان تھا جب اس کو یہ پتا چلا کہ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہوگیا اور وہ بالکل ہی بددل ہوگیا پھر نا گہاں کفار کے لشکر پر قہر قہار و غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسی طوفان خیز آندھی آئی کہ دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ ہوگئیں، خیمے اکھڑ اکھڑ کر اڑ گئے اور کافروں پر ایسی وحشت اور دہشت سوار ہوگئی کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا، یہی وہ آندھی ہے جس کا ذکر خداوند قدوس نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ﴾ [26]

اے ایمان والو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آ پڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی۔ اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کرا دیا کہ راشن ختم ہو چکا، موسم انتہائی خراب ہے، یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے، یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجادینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا قبیلہ غطفان کا لشکر بھی چل دیا۔ بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہوگیا۔ [27]

غزوہ بنی قریظہ

حضور ﷺ جنگ خندق سے فارغ ہو کر اپنے مکان میں تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا، ابھی اطمینان کے ساتھ بیٹھے بھی نہ تھے کہ نا گہاں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ یارسول اللہ! ﷺ آپ نے ہتھیار اتار دیا لیکن ہم فرشتوں کی جماعت نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارا ہے اللہ تعالی کا یہ حکم ہے کہ آپ ﷺ بنی قریظہ کی طرف چلیں کیونکہ ان لوگوں نے معاہدہ توڑ کر علانیہ جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کیا ہے۔ [28]

چنانچہ حضور ﷺ نے اعلان کر دیا کہ لوگ ابھی ہتھیار نہ اتاریں اور بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں، حضور ﷺ نے خود بھی ہتھیار زیب تن فرمایا، اپنے گھوڑے پر جس کا نام "لحیف" تھا سوار ہو کر لشکر کے ساتھ چل

پڑے اور بنی قریظہ کے ایک کنویں کے پاس پہنچ کر نزول فرمایا۔ ر29

بنی قریظہ بھی جنگ کے لئے بالکل تیار تھے چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان ظالم اور عہد شکن یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گالیاں دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ فرمالیا اور تقریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ جاری رہا یہودیوں نے تنگ آ کر یہ درخواست پیش کی کہ "حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کر دیں وہ ہمیں منظور ہے۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں ایک تیر کھا کر شدید طور پر زخمی تھے مگر اسی حالت میں وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر بنی قریظہ گئے اور انہوں نے یہودیوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ "لڑنے والی فوجوں کو قتل کر دیا جائے، عورتیں اور بچے قیدی بنالئے جائیں اور یہودیوں کا مال واسباب مال غنیمت بنا کر مجاہدوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زبان سے یہ فیصلہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یقیناً بلاشبہ تم نے ان یہودیوں کے بارے میں وہی فیصلہ سنایا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔ ر30

اس فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ کی لڑاکا فوجیں قتل کی گئیں اور عورتوں بچوں کو قیدی بنالیا گیا اور ان کے مال و سامان کو مجاہدین اسلام نے مال غنیمت بنالیا اور اس شریر و بدعہد قبیلہ کے شر و فساد سے ہمیشہ کے لئے مسلمان پر امن و محفوظ ہو گئے۔

یہودیوں کا سردار حیی بن اخطب جب قتل کیلئے مقتل میں لایا گیا تو اس نے قتل ہونے سے پہلے یہ الفاظ کہے کہ اے محمد! خدا کی قسم! مجھے اس کا ذرا بھی افسوس نہیں ہے کہ میں نے کیوں تم سے عداوت کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ دیتا ہے، خدا بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے، لوگو! خدا کے حکم کی تعمیل میں کوئی مضائقہ نہیں بنی قریظہ کا قتل ہونا یہ ایک حکم الٰہی تھا یہ (توراۃ) میں لکھا ہوا تھا یہ ایک سزا تھی جو خدا نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔ ر31

یہ حیی بن اخطب وہی بدنصیب ہے کہ جب وہ مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر جا رہا تھا تو اس نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر میں کسی کو مدد نہ دوں گا اور اس عہد پر اس نے خدا کو ضامن بنایا تھا لیکن جنگ خندق کے موقع پر اس نے اس معاہدہ کو کس طرح توڑ ڈالا یہ آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے کہ اس ظالم نے تمام کفار عرب کے پاس دورہ کر کے سب کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا پھر بنو قریظہ کو بھی معاہدہ توڑنے پر اکسایا پھر خود جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہوا۔

۵ھ کے متفرق واقعات:

1 اس سال حضور ﷺ نے حضرت بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

2 اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض کر دیا گیا۔

3 اسی سال حد قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا) اور لعان و ظہار کے احکام نازل ہوئے۔

4 اسی سال تیمم کی آیت نازل ہوئی۔ 5 اسی سال نماز خوف کا حکم نازل ہوا۔

حوالہ جات سبق نمبر 17

(1) زُرقانی ج ۲ ص ۱۰۴ تا ۱۰۵

(2) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶۸ تا ۱۷۰

(3) بخاری غزوہ خندق ج ۲ ص ۵۸۸

(4) بخاری جلد ۲ ص ۵۸۸ خندق

(5) زُرقانی جلد ۲ ص ۱۰۹ و مدارج ج ۲ ص ۱۶۹

(6) نسائی ج ۲ ص ۹۳

(7) بخاری ج ۲ ص ۵۸۹ غزوہ خندق

(8) مدارج جلد ۲ ص ۱۶۹

(9) زرقانی جلد ۲ ص ۱۱۱

(10) بخاری غزوہ اُحد ج ۲ ص ۵۷۹

(11) الاحزاب: ۱۰، ۱۱

(12) الاحزاب: ۱۳

(13) الاحزاب: ۲۲

(14) زرقانی جلد ۲ ص ۱۱۳

(15) زرقانی ج ۲ ص ۱۱۳

(16) زُرقانی ج ۲ ص ۱۱۴ و ۱۱۵

(17) زرقانی جلد ۲

(18) زرقانی جلد ۲ ص ۱۱۴

(19) بخاری ج ۲ ص ۵۹۰

(20) بخاری ج ۲ ص ۵۹۰

(21) بخاری ج ۲ ص ۵۹۰

(22) بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ باب مرجع النبی من الاحزاب

(23) زرقانی ج ۲ ص ۱۴۳

(24) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۱

(25) زرقانی ج ۲ ص ۱۱۱

(26) الاحزاب: ۹

(27) مدارج ج ۲ ص ۲۷۱ و زرقانی ج ۲ ص ۱۱۶ تا ۱۱۸

(28) مسلم ج ۲ ص ۹۵

(29) زرقانی ج ۲ ص ۱۲۸

(30) مسلم جلد ۲ ص ۹۵

(31) سیرت ابن ہشام غزوہ بنو قریظہ ج ۳ ص ۲۴۱

مشق سبق نمبر 17

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. سب سے مشہور اور فیصلہ کن جنگ کون سی تھی اور کب ہوئی۔

....

....

2. حضور ﷺ خندق کھودنے کے دوران کیا پڑھ رہے تھے؟

....

....

3. کھجوروں کی برکت کیا واقعہ کیا ہے؟

....

....

4. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن ودود کی ذرہ کیوں نہیں لی؟

....

....

5. حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حواری خطاب کس وجہ سے دیا؟

....

....

6. حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے بارے میں کیا فیصلہ دیا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگایئے۔

1. یہ ایک سزا تھی جو خدا نے پر لکھی تھی

☐ قوم لوط ☐ قوم شعیب ☐ بنی اسرائیل ☐ بنو آدم

2. حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ قبیلہ کے بہت ہی معزز سردار تھے

☐ بنوقریظہ ☐ بنوقینقاع ☐ بنوامیہ ☐ غطفان

3. لوگوں نے کہا کہ اے زبیر! رضی اللہ عنہ تمہاری کی تو مثال نہیں مل سکتی

☐ بہادری ☐ تلوار ☐ تیزی ☐ چالاکی

4. کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہو سکتی تھی

☐ بارش ☐ طوفان ☐ قلت ☐ خندق

5. انصار کا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا

☐ سردار ☐ علمبردار ☐ سپہ سالار ☐ نگران

6. تقریباً دن میں یہ خندق تیار ہو گئی

☐ تیس ☐ بیس ☐ چالیس ☐ دس

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
اس فیصلہ کے مطابق	کہ دنیا میں کوئی مجھ کو جنگ کی دعوت دے گا۔
انہوں نے آنکھ کھول کر	آخری بار جمال نبوت کا نظارہ کیا
خالد بن ولید نے اپنی فوج کے ساتھ	بنی قریظہ کی لڑاکا فوجیں قتل کی گئیں
مہاجرین کا جھنڈا	اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔
اور ابوسفیان	ایک جگہ سے خندق کو پار کرلیا
میں کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں ایک .... کھا کر شدید طور پر زخمی تھے۔
2. جب اس کو یہ پتا چلا کہ .... نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا۔
3. جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام .... ہے وہ کٹ گئی۔
4. ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے ان لوگوں نے ہم کو نماز .... سے روک دیا۔
5. سارے عرب میں اس سے اچھی کوئی .... نہیں ہے۔
6. کفار نے ایک طرف تو .... کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

ہجرت کا چھٹا سال

حصہ اول

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم اور شاندار واقعہ "بیعۃ الرضوان" اور "صلح حدیبیہ" ہے۔ تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام آئندہ ترقیوں کا راز اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر قرآن مجید میں خداوند عالم نے اس کو "فتح مبین" کا لقب عطا فرمایا ہے۔

ذوالقعدہ ٦ ھ میں حضور ﷺ چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے اس لئے آپ ﷺ نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ ﷺ کا قافلہ مقام "عسفان" کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے مکہ سے باہر نکل کر مقام "بلدح" میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن الولید اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام "غمیم" تک پہنچ گئے۔ جب حضور ﷺ کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ ﷺ نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام "حدیبیہ" میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ یہاں پانی کی بے حد کمی تھی۔ ایک

ہی کنواں تھا۔ وہ چند گھنٹوں ہی میں خشک ہو گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیاس سے بے تاب ہونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیالہ میں اپنا دست مبارک ڈال دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کنویں میں اپنے وضو کا غسالہ اور اپنا ایک تیر ڈال دیا تو کنویں میں اس قدر پانی ابل پڑا کہ پورا لشکر اور تمام جانور اس کنویں سے کئی دنوں تک سیراب ہوتے رہے۔ [1]

صلح حدیبیہ کیونکر ہوئی

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء خزاعی تھا۔ ان کا قبیلہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقاء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لئے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح کا معاہدہ کر لیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہوگا اور اگر انہوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہو جائے۔

بدیل بن ورقاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لونڈے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں! ہرگز نہیں! ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقاء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ سن کر قبیلہ قریش کا ایک بہت ہی معمر اور معزز سردار عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے قریش! کیا میں تمہارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ میرے بارے میں تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟

سب نے کہا کہ نہیں! ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے بہت ہی سمجھداری اور بھلائی کی بات پیش کر دی۔ لہٰذا تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں ان سے مل کر معاملات طے کروں۔

سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا! آپ جائیے۔ عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ بدیل بن ورقاء کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔ اے محمد (ﷺ) مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے لڑ کر قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتائیے کہ کیا آپ سے پہلے کبھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری پڑا تو آپ کے ساتھ جو یہ لشکر ہے میں ان میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صبر و ضبط کی تاب نہ رہی۔ انہوں نے تڑپ کر کہا کہ اے عروہ! چپ ہو، جا! اپنی دیوی "لات" کی شرمگاہ چوس، کیا ہم بھلا اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

عروہ بن مسعود نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ "یہ ابوبکر ہیں۔" عروہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اے ابوبکر! اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ میں اب تک تجھ کو نہیں دے سکا ہوں تو میں تیری اس تلخ گفتگو کا جواب دیتا۔ عروہ بن مسعود اپنے کو سب سے بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ اس لئے جب بھی وہ حضور ﷺ سے کوئی بات کہتا تو ہاتھ بڑھا کر آپ ﷺ کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا اور بار بار آپ ﷺ کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو ننگی تلوار لے کر حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ عروہ بن مسعود کی اس جرأت اور حرکت کو برداشت نہ کر سکے۔ عروہ بن مسعود جب ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹا لے۔ عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ تو عروہ بن مسعود نے ڈانٹ کر کہا کہ اے دغاباز! کیا میں تیری عہد شکنی کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں؟ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خون بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا یہ اسی طرف اشارہ تھا)

اس کے بعد عروہ بن مسعود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے لگا اور پوری لشکر گاہ کو دیکھ بھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت و محبت کا جو منظر دیکھا

تھا اس نے اس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا تھا۔ چنانچہ اس نے قریش کے لشکر میں پہنچ کر اپنا تاثر ان لفظوں میں بیان کیا:

"اے میری قوم! خدا کی قسم! جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا کھنکھار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنی کھال پر مل لیتا ہے۔ اور اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لئے جھپٹ پڑتے ہیں۔ اور وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ گویا ان میں تلوار چل پڑے گی اور وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر دیکھ نہیں سکتا۔

اے میری قوم! خدا کی قسم! میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں۔ مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کرتے ہیں۔

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سن کر قبیلہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام "حلیس" تھا، کہا کہ تم لوگ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں۔ قریش نے کہا کہ "ضرور جائیے" چنانچہ یہ شخص جب بارگاہ رسالت کے قریب پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو اور سب لوگ "لبیک" پڑھنا شروع کر دو۔

اس شخص نے جب قربانی کے جانوروں کو دیکھا اور احرام کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لبیک پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ سبحان اللہ! بھلا ان لوگوں کو کس طرح مناسب ہے کہ بیت اللہ سے روک دیا جائے؟ وہ فوراً ہی پلٹ کر کفار قریش کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہا ہوں کہ قربانی کے جانور ان لوگوں کے ساتھ ہیں اور سب احرام کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا میں کبھی بھی یہ رائے نہیں دے سکتا کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا جائے۔

اس کے بعد ایک شخص کفار قریش کے لشکر میں سے کھڑا ہو گیا جس کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے کہا کہ مجھ کو تم لوگ وہاں جانے دو۔ قریش نے کہا: "تم بھی جاؤ" چنانچہ یہ چلا۔ جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے۔ یہ بہت ہی لچا آدمی ہے۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی

کہ نا گہاں "سہیل بن عمرو" آ گیا اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے نیک فالی کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آ گیا، لو! اب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا۔ چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں۔ حضور ﷺ نے اس کو منظور فرما لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور ﷺ کے درمیان دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہو گیا۔

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا کہ ہم "رحمٰن" کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ آپ " باسمك اللهم " لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے۔ مگر حضور ﷺ نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا کہ اچھا۔ اے علی! باسمك اللهم ہی لکھ دو۔

پھر حضور ﷺ نے یہ عبارت لکھوائی۔ هذا ما قاضي عليه محمد رسول الله یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کا فیصلہ کیا۔ سہیل پھر بھڑک گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم! اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے لیکن آپ "محمد بن عبداللہ" لکھیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹا دو اور اس جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون مسلمان آپ ﷺ کا فرمانبردار ہو سکتا ہے؟ لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آ جاتا ہے کہ سچے محب کو بھی اپنے محبوب کی فرمانبرداری سے محبت ہی کے جذبہ میں انکار کرنا پڑتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ میں آپ کے نام کو تو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی۔ آپ ﷺ نے وہاں سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ بہر حال صلح کی تحریر مکمل ہو گئی۔ اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ

1. مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔
2. آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

3 تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

4 مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

5 کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

6 قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر لیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔ (2)

حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا معاملہ

یہ عجیب اتفاق ہے کہ معاہدہ لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی اس پر فریقین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ اچانک اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے گرتے پڑتے حدیبیہ میں مسلمانوں کے درمیان آن پہنچے۔ سہیل بن عمرو اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس معاہدہ کی دستاویز پر دستخط کرنے کے لئے میری پہلی شرط یہ ہے کہ آپ ابو جندل کو میری طرف واپس لوٹائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو اس معاہدہ پر فریقین کے دستخط ہی نہیں ہوئے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے دستخط ہو جانے کے بعد یہ معاہدہ نافذ ہوگا۔ یہ سن کر سہیل بن عمرو کہنے لگا کہ پھر جائیے۔ میں آپ سے کوئی صلح نہیں کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اے سہیل! تم اپنی طرف سے اجازت دے دو کہ میں ابو جندل کو اپنے پاس رکھ لوں۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز کبھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ میں پھر مکہ لوٹا دیا جاؤں گا تو انہوں نے مسلمانوں سے فریاد کی اور کہا کہ اے جماعت مسلمین! دیکھو میں مشرکین کی طرف لوٹایا جا رہا ہوں حالانکہ میں مسلمان ہوں اور تم مسلمانوں کے پاس آ گیا ہوں کفار کی مار سے ان کے بدن پر چوٹوں کے جو نشانات تھے انہوں نے ان نشانات کو دکھا دکھا کر مسلمانوں کو جوش دلایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر ایمانی جذبہ سوار ہو گیا اور وہ دندناتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور عرض کیا کہ کیا آپ سچ مچ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کہ

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کیوں نہیں؟ پھر انہوں نے کہا کہ تو پھر ہمارے دین میں ہم کو یہ ذلت کیوں دی جارہی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں۔ وہ میرا مددگار ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ہم سے یہ وعدہ نہ فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں آکر طواف کریں گے؟ ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ میں داخل ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ تم یقینا کعبہ میں پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔

دربار رسالت سے اٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہی گفتگو کی جو بارگاہ رسالت میں عرض کر چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! وہ خدا کے رسول ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے کرتے ہیں وہ کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے اور خدا ان کا مددگار ہے اور خدا کی قسم! یقیناوہ حق پر ہیں لہٰذا تم ان کی رکاب تھامے رہو۔

بہر حال یہ بڑے سخت امتحان اور آزمائش کا وقت تھا۔ ایک طرف حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ گڑ گڑا کر مسلمانوں سے فریاد کر رہے ہیں اور ہر مسلمان اس قدر جوش میں بھرا ہوا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا ادب مانع نہ ہوتا تو مسلمانوں کی تلواریں نیام سے باہر نکل پڑتیں۔ دوسری طرف معاہدہ پر دستخط ہو چکے ہیں اور اپنے عہد کو پورا کرنے کی ذمہ داری سر پر آن پڑی ہے۔ حضورِ انور ﷺ نے موقع کی نزاکت کا خیال فرماتے ہوئے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم صبر کرو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کے لئے ضرور ہی کوئی راستہ نکالے گا۔ ہم صلح کا معاہدہ کر چکے اب ہم ان لوگوں سے بد عہدی نہیں کر سکتے۔ غرض حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو اسی طرح پابزنجیر پھر مکہ واپس جانا پڑا۔

جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اٹھو اور قربانی کرو اور سر منڈا کر احرام کھول دو۔ مسلمانوں کی ناگواری اور ان کے غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ فرمان نبوی سن کر ایک شخص بھی نہیں اٹھا۔ مگر ادب کے خیال سے کوئی ایک لفظ بول بھی نہ سکا۔ آپ ﷺ نے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی سے کچھ بھی نہ کہیں اور خود آپ اپنی قربانی کر لیں اور بال ترشوالیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو قربانی کر کے احرام اتارتے دیکھ لیا تو پھر وہ

لوگ مایوس ہو گئے کہ اب آپ ﷺ اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتے تو سب لوگ قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال تراشنے لگے مگر اس قدر رنج و غم میں بھرے ہوئے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ ر3

اس صلح کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مغلوبانہ صلح اور ذلت آمیز معاہدہ سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے جو رنج و صدمہ گزرا وہ آپ پڑھ چکے۔ مگر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ اے حبیب! ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی۔

خداوند قدوس نے اس صلح کو "فتح مبین" بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! یہ فتح ہے۔

گو اس وقت اس صلح نامہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے خیالات اچھے نہیں تھے۔ مگر اس کے بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ درحقیقت یہی صلح تمام فتوحات کی کنجی ثابت ہوئی اور سب نے مان لیا کہ واقعی صلح حدیبیہ ایک ایسی فتح مبین تھی جو مکہ میں اشاعت اسلام بلکہ فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی۔ اب تک مسلمان اور کفار ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہتے تھے ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا مگر اس صلح کی وجہ سے ایک دوسرے کے یہاں آمدورفت آزادی کے ساتھ گفت و شنید اور تبادلۂ خیالات کا راستہ کھل گیا۔ کفار مدینہ آتے اور مہینوں ٹھہر کر مسلمانوں کے کردار و اعمال کا گہرا مطالعہ کرتے۔ اسلامی مسائل اور اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سنتے جو مسلمان مکہ جاتے وہ اپنے چال چلن، عفت شعاری اور عبادت گزاری سے کفار کے دلوں پر اسلام کی خوبیوں کا ایسا نقش بٹھا دیتے کہ خود بخود کفار اسلام کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت خالد بن الولید (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) بھی اسی زمانے میں خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر مسلمان ہوئے۔ (رضی اللہ عنہما) ر4

مظلومین مکہ

ہجرت کے بعد جو لوگ مکہ میں مسلمان ہوئے انہوں نے کفار کے ہاتھوں بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ ان کو زنجیروں میں باندھ باندھ کر کفار کوڑے مارتے تھے لیکن جب بھی ان میں سے کوئی شخص موقع پاتا تو چھپ کر مدینہ آ جاتا تھا۔ صلح حدیبیہ نے اس کا دروازہ بند کر دیا کیونکہ اس صلح نامہ میں یہ شرط تحریر تھی کہ مکہ سے جو شخص بھی

ہجرت کر کے مدینہ جائے گا وہ پھر مکہ واپس بھیج دیا جائے گا۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا کارنامہ

صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر جب حضور ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے جو بزرگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے وہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھے۔ کفار مکہ نے فوراً ہی دو آدمیوں کو مدینہ بھیجا کہ ہمارا آدمی واپس کر دیجئے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "تم مکے چلے جاؤ، تم جانتے ہو کہ ہم نے کفار قریش سے معاہدہ کر لیا ہے اور ہمارے دین میں عہد شکنی اور غداری جائز نہیں ہے" حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھ کو کافروں کے حوالہ فرمائیں گے تا کہ وہ مجھ کو کفر پر مجبور کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ! خداوند کریم تمہاری رہائی کا کوئی سبب بنا دے گا۔ آخر مجبور ہو کر حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ دونوں کافروں کی حراست میں مکہ واپس ہو گئے۔ لیکن جب مقام "ذوالحلیفہ" میں پہنچے تو سب کھانے کے لئے بیٹھے اور باتیں کرنے لگے۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ایک کافر سے کہا کہ اجی! تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے خوش ہو کر نیام سے تلوار نکال کر دکھائی اور کہا کہ بہت ہی عمدہ تلوار ہے اور میں نے بار ہا لڑائیوں میں اس کا تجربہ کیا ہے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ذرا میرے ہاتھ میں تو دو۔ میں بھی دیکھوں کہ کیسی تلوار ہے؟ اس نے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی۔ انہوں نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس زور سے تلوار ماری کہ کافر کی گردن کٹ گئی اور اس کا سر دور جا گرا۔ اس کے ساتھی نے جو یہ منظر دیکھا تو وہ سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور سرپٹ دوڑتا ہوا مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی میں گھس گیا۔ حضور ﷺ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص خوفزدہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے ہانپتے کانپتے ہوئے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ میرے ساتھی کو ابو بصیر نے قتل کر دیا اور میں بھی ضرور مارا جاؤں گا۔ اتنے میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے آن پہنچے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذمہ داری پوری کر دی کیونکہ صلح نامہ کی شرط کے بموجب آپ نے تو مجھ کو واپس کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ کو ان کافروں سے نجات دے دی۔ حضور ﷺ کو اس واقعہ سے بڑا رنج پہنچا اور آپ ﷺ نے خفا ہو کر فرمایا کہ

وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ

اس کی ماں مرے! یہ تو لڑائی بھڑکا دے گا کاش اس کے ساتھ کوئی آدمی ہوتا جو اس کو روکتا۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اس جملہ سے سمجھ گئے کہ میں پھر کافروں کی طرف لوٹا دیا جاؤں گا، اس لئے وہ وہاں سے چپکے سے کھسک گئے اور ساحل سمندر کے قریب مقام "عیص" میں جا کر ٹھہرے۔ ادھر مکہ سے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی زنجیر کاٹ کر بھاگے اور وہ بھی وہیں پہنچ گئے۔ پھر مکہ کے دوسرے مظلوم مسلمانوں نے بھی موقع پا کر کفار کی قید سے نکل نکل کر یہاں پناہ لینی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس جنگل میں ستر آدمیوں کی جماعت جمع ہو گئی۔ کفار قریش کے تجارتی قافلوں کا یہی راستہ تھا۔ جو قافلہ بھی آمد و رفت میں یہاں سے گزرتا، یہ لوگ اس کو لوٹ لیتے۔ یہاں تک کہ کفار قریش کے ناک میں دم کر دیا۔ بالآخر کفار قریش نے خدا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ ہم صلح نامہ میں اپنی شرط سے باز آئے۔ آپ لوگوں کو ساحل سمندر سے مدینہ بلا لیجئے اور اب ہماری طرف سے اجازت ہے کہ جو مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر مدینہ جائے آپ اس کو مدینہ میں ٹھہرا لیجئے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ر5

یہ بھی روایت ہے کہ قریش نے خود ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ ہم صلح نامہ حدیبیہ میں اپنی شرط سے دست بردار ہو گئے۔ لہٰذا آپ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں بلا لیں تاکہ ہمارے تجارتی قافلے ان لوگوں کے قتل و غارت سے محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے پاس خط بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت مقامِ "عیص" سے مدینہ چلے آؤ۔ مگر افسوس! کہ فرمانِ رسالت ان کے پاس ایسے وقت پہنچا جب وہ نزع کی حالت میں تھے۔ مقدس خط کو انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے کر سر اور آنکھوں پر رکھا اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور دفن کے بعد ان کی قبر شریف کے پاس یادگار کے لئے ایک مسجد بنا دی۔ پھر فرمان رسول کے بموجب یہ سب لوگ وہاں سے آ کر مدینہ میں آباد ہو گئے۔ ر6

سلاطین کے نام دعوت اسلام

۶ ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد جب جنگ و جدال کے خطرات ٹل گئے اور ہر طرف امن و سکون کی فضا پیدا ہو گئی تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا دائرہ صرف خطۂ عرب ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ "قیصر" فارس کے بادشاہ "کسریٰ" حبشہ کے بادشاہ "نجاشی" مصر کے بادشاہ "عزیز"

اور دوسرے سلاطین عرب وعجم کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کون کون حضرات ان خطوط کو لے کر کن کن بادشاہوں کے دربار میں گئے؟ ان کی فہرست کافی طویل ہے مگر ایک ہی دن چھ خطوط لکھوا کر اور اپنی مہر لگا کر جن چھ قاصدوں کو جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں۔

1 حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ ہرقل قیصر روم کے دربار میں
2 حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ خسرو پرویز شاہ ایران
3 حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مقوقس عزیز مصر
4 حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی بادشاہ حبشہ
5 حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ ہوذہ بادشاہ یمامہ
6 حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ حارث غسانی والی غسان

نامہ مبارک اور قیصر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس خط لے کر "بصریٰ" تشریف لے گئے اور وہاں قیصر روم کے گورنر شام حارث غسانی کو دیا۔ اس نے اس نامہ مبارک کو "بیت المقدس" بھیج دیا۔ کیونکہ قیصر روم "ہرقل" ان دنوں بیت المقدس کے دورہ پر آیا ہوا تھا۔ قیصر کو جب یہ مبارک خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ قریش کا کوئی آدمی ملے تو اس کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔ قیصر کے حکام نے تلاش کیا تو اتفاق سے ابوسفیان اور عرب کے کچھ دوسرے تاجر مل گئے۔ یہ سب لوگ قیصر کے دربار میں لائے گئے۔ قیصر نے بڑے طمطراق کے ساتھ دربار منعقد کیا اور تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا۔ اور تخت کے گرد ارکین سلطنت، بطارقہ اور احبار و رہبان وغیرہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی حالت میں عرب کے تاجروں کا گروہ دربار میں حاضر کیا گیا اور شاہی محل کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے۔ پھر قیصر نے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ گفتگو شروع کی۔ سب سے پہلے قیصر نے یہ سوال کیا کہ عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے ان کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ "میں" قیصر نے ان کو سب سے آگے کیا اور دوسرے عربوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ دیکھو! اگر ابوسفیان کوئی غلط بات کہے تو تم لوگ اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا۔ پھر قیصر اور ابوسفیان میں جو مکالمہ ہوا وہ یہ ہے:

قیصر مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان ان کا خاندان شریف ہے۔

قیصر کیا اس خاندان میں ان سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان نہیں۔

قیصر کیاان کے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان نہیں۔

قیصر جن لوگوں نے ان کا دین قبول کیا ہے وہ کمزور لوگ ہیں یا صاحب اثر؟

ابوسفیان کمزور لوگ ہیں۔

قیصر ان کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جا رہے ہیں؟

ابوسفیان بڑھتے جا رہے ہیں۔

قیصر کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اس کو ناپسند کر کے پلٹ بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان نہیں۔

قیصر کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگ انہیں جھوٹا سمجھتے تھے؟

ابوسفیان نہیں۔

قیصر کیا وہ کبھی عہد شکنی اور وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان ابھی تک تو نہیں کی ہے لیکن اب ہمارے اور ان کے درمیان (حدیبیہ) میں جو ایک نیا معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں اس میں وہ کیا کریں گے؟

قیصر کیا کبھی تم لوگوں نے ان سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان ہاں۔

قیصر نتیجہ جنگ کیا رہا؟

ابوسفیان کبھی ہم جیتے، کبھی وہ۔

قیصر وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ، بتوں کو چھوڑو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامنی اختیار کرو، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اس سوال و جواب کے بعد قیصر نے کہا کہ تم نے ان کو خاندانی شریف بتایا اور تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے کہ

ہمیشہ پیغمبر اچھے خاندانوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔تم نے کہا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اوروں کی نقل اتار رہا ہے۔تم نے اقرار کیا ہے کہ ان کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو میں سمجھ لیتا کہ یہ شخص اپنے آباء واجداد کی بادشاہی کا طلبگار ہے۔ تم مانتے ہو کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولے تو جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا بھلا وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے؟ تم کہتے ہو کہ کمزور لوگوں نے ان کے دین کو قبول کیا ہے۔تو سن لو ہمیشہ ابتداء میں پیغمبروں کے متبعین مفلس اور کمزور ہی لوگ ہوتے رہے ہیں۔تم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کی پیروی کرنے والے بڑھتے ہی جارہے ہیں تو ایمان کا معاملہ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد ہمیشہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔تم کو یہ تسلیم ہے کہ کوئی ان کے دین سے پھر کر مرتد نہیں ہو رہا ہے۔تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایمان کی شان ایسی ہی ہوا کرتی ہے کہ جب اس کی لذت کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر وہ کبھی نکل نہیں سکتی۔ تمہیں اس کا اعتراف ہے کہ انہوں نے کبھی کوئی غداری اور بدعہدی نہیں کی ہے۔تو رسولوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کبھی کوئی دغا فریب کا کام کرتے ہی نہیں۔تم نے ہمیں بتایا کہ وہ خدائے واحد کی عبادت، شرک سے پرہیز، بت پرستی سے ممانعت، پاک دامنی، صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔تو سن لو کہ تم نے جو کچھ کہا ہے اگر یہ صحیح ہے تو وہ عنقریب اس جگہ کے مالک ہو جائیں گے جہاں اس وقت میرے قدم ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ایک رسول کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ رسول تم عربوں میں سے ہوگا۔ اگر میں یہ جان لیتا کہ میں ان کی بارگاہ میں پہنچ سکوں گا تو میں تکلیف اٹھا کر وہاں تک پہنچتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کا پاؤں دھوتا۔قیصر نے اپنی اس تقریر کے بعد حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھ کر سنایا جائے۔نامہ مبارک کی عبارت یہ تھی:

بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد عبد الله و رسوله الي هرقل عظيم الروم سلام علي من اتبع الهدى اما بعد فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك الله اجرك مرتين فان توليت فان عليك اثم الاريسين يااهل الكتاب تعالوا الي كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله و لا نشرك به شيئا و لا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے یہ خط "ہرقل" کے نام ہے جو روم کا بادشاہ ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو

ہے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا تو سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوگنا ثواب دے گا۔ اور اگر تو نے روگردانی کی تو تیری تمام رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں کو خدا نہ بنائیں اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں!

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی اس سے اس کے درباری پہلے ہی انتہائی برہم اور بیزار ہو چکے تھے۔ اب یہ خط سنا۔ پھر جب قیصر نے ان لوگوں سے یہ کہا کہ اے جماعت روم! اگر تم اپنی فلاح اور اپنی بادشاہی کی بقا چاہتے ہو تو اس نبی کی بیعت کرلو۔ تو درباریوں میں اس قدر ناراضگی اور بیزاری پھیل گئی کہ وہ لوگ جنگلی گدھوں کی طرح بدک بدک کر دربار سے دروازوں کی طرف بھاگنے لگے۔ مگر چونکہ تمام دروازے بند تھے اس لئے وہ لوگ باہر نہ نکل سکے۔ جب قیصر نے اپنے درباریوں کی نفرت کا یہ منظر دیکھا تو وہ ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا اور اس نے کہا کہ ان درباریوں کو بلاؤ۔ جب سب آ گئے تو قیصر نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے تمہارے سامنے جو کچھ کہا۔ اس سے میرا مقصد تمہارے دین کی پختگی کا امتحان لینا تھا تو میں نے دیکھ لیا کہ تم لوگ اپنے دین میں بہت پکے ہو۔ یہ سن کر تمام درباری قیصر کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور ابوسفیان وغیرہ دربار سے نکال دیئے گئے اور دربار برخواست ہو گیا۔ چلتے وقت ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب یقیناً ابوکبشہ کے بیٹے (محمد ﷺ) کا معاملہ بہت بڑھ گیا۔ دیکھ لو! رومیوں کا بادشاہ ان سے ڈر رہا ہے۔ 7

قیصر چونکہ توراۃ و انجیل کا ماہر اور علم نجوم سے واقف تھا اس لئے وہ نبی آخرالزماں کے ظہور سے باخبر تھا اور ابو سفیان کی زبان سے حالات سن کر اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہو گیا تھا۔ مگر سلطنت کی حرص و ہوس کی آندھیوں نے اس چراغ ہدایت کو بجھا دیا اور وہ اسلام کی دولت سے محروم رہ گیا۔

خسرو پرویز کی بددماغی

تقریباً اسی مضمون کے خطوط دوسرے بادشاہوں کے پاس بھی حضور ﷺ نے روانہ فرمائے۔ شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے دربار میں جب نامہ مبارک پہنچا تو صرف اتنی سی بات پر اس کے غرور اور گھمنڈ کا پارہ اتنا چڑھ گیا کہ اس نے کہا کہ اس خط میں محمد (ﷺ) نے میرے نام سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ یہ کہہ کر اس نے فرمان رسالت کو پھاڑ ڈالا اور پرزے پرزے کر کے خط کو زمین پر پھینک دیا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ

مَزَّقَ کِتَابِیْ مَزَّقَ اللّٰہُ مُلْکَہٗ

اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا خدا اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

چنانچہ اس کے بعد ہی خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے رات میں سوتے ہوئے اس کا شکم پھاڑ کر اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی بادشاہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ حکومت صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔ ر8

نجاشی کا کردار

نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس جب فرمان رسالت پہنچا تو اس نے کوئی بے ادبی نہیں کی۔ اس معاملہ میں مؤرخین کا اختلاف ہے کہ اس نجاشی نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟ مگر مواہب لدنیہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ نجاشی جس کے پاس اعلان نبوت کے پانچویں سال مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور ۶ ھ میں جس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط بھیجا اور ۹ ھ میں جس کا انتقال ہوا اور مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اس کا نام "اصحمہ" تھا اور یہ بلاشبہ مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اس کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تھا۔ مگر اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نجاشی کا نام کیا تھا؟ اور اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟ مشہور ہے کہ یہ دونوں مقدس خطوط اب تک سلاطین حبشہ کے پاس موجود ہیں اور وہ لوگ اس کا بے حد ادب و احترام کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ر9

شاہ مصر کا برتاؤ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "مقوقس" مصر و اسکندریہ کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ یہ نہایت ہی اخلاق کے ساتھ قاصد سے ملا اور فرمانِ نبوی کو بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ پڑھا۔ مگر مسلمان نہیں ہوا۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند چیزوں کا تحفہ بھیجا۔ دو لونڈیاں ایک حضرت "ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا" تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں اور انہیں کے شکم مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت "سیرین رضی اللہ عنہا" تھیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ان دونوں لونڈیوں کے علاوہ ایک سفید گدھا جس کا نام "یعفور" تھا اور ایک سفید خچر جو دُلدل کہلاتا تھا، ایک ہزار مثقال سونا، ایک غلام، کچھ شہد،

کچھ کپڑے بھی تھے۔

بادشاہ یمامہ کا جواب

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ جب "ہوذہ" بادشاہ یمامہ کے پاس خط لے کر پہنچے تو اس نے بھی قاصد کا احترام کیا۔ لیکن اسلام قبول نہیں کیا اور جواب میں یہ لکھا کہ آپ جو باتیں کہتے ہیں وہ نہایت اچھی ہیں۔ اگر آپ اپنی حکومت میں سے کچھ مجھے بھی حصہ دیں تو میں آپ کی پیروی کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا کہ اسلام ملک گیری کی ہوس کے لئے نہیں آیا ہے اگر زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں نہ دوں گا۔ 10

حارث غسانی کا گھمنڈ

حضرت شجاع رضی اللہ عنہ نے جب حارث غسانی والی غسان کے سامنے نامۂ اقدس کو پیش کیا تو وہ مغرور خط کو پڑھ کر برہم ہو گیا اور اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مدینہ کے مسلمان ہر وقت اس کے حملہ کے منتظر رہنے لگے۔ اور بالآخر "غزوہ موتہ" اور "غزوہ تبوک" کے واقعات درپیش ہوئے جن کا مفصل تذکرہ ہم آگے تحریر کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بادشاہوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط تحریر فرمائے جن میں سے کچھ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نیاز مندیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھی بھیجے۔ مثلاً یمن کے شاہان حمیر میں سے جن جن بادشاہوں نے مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں عرضیاں بھیجیں جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں ان بادشاہوں کے نام یہ ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بادشاہوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط تحریر فرمائے جن میں سے کچھ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نیاز مندیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھی بھیجے۔ مثلاً یمن کے شاہان حمیر میں سے جن جن بادشاہوں نے مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں عرضیاں بھیجیں جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں ان بادشاہوں کے نام یہ ہیں:

1. حارث بن عبد کلال
2. نعیم بن عبد کلال

3 نعمان حاکم ذورعین ومعافر وہمدان

4 زرعہ

یہ سب یمن کے بادشاہ ہیں۔

ان کے علاوہ "فروہ بن عمرو" جو کہ سلطنت روم کی جانب سے گورنر تھا۔ اپنے اسلام لانے کی خبر قاصد کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں بھیجی۔ اس طرح "باذان" جو بادشاہ ایران کسریٰ کی طرف سے صوبہ یمن کا صوبہ دار تھا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور ایک عرضی تحریر کر کے حضور ﷺ کو اپنے اسلام کی خبر دی۔ ان سب کا مفصل تذکرہ "سیرت ابن ہشام وزرقانی ومدارج النبوۃ" وغیرہ میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ "فروہ بن عمرو" جو کہ سلطنت روم کی جانب سے گورنر تھا۔ اپنے اسلام لانے کی خبر قاصد کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں بھیجی۔ اس طرح باذان جو بادشاہ ایران کسریٰ کی طرف سے صوبہ یمن کا صوبہ دار تھا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور ایک عرضی تحریر کر کے حضور ﷺ کو اپنے اسلام کی خبر دی۔

سریۂ نجد

۶ ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ ؓ کی ماتحتی میں ایک لشکر نجد کی جانب روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کرلیا اور مدینہ لائے۔ جب لوگوں نے ان کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو مسجد نبوی کے ایک ستون میں باندھ دیا جائے۔ چنانچہ یہ ستون میں باندھ دیئے گئے۔ پھر حضور ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ اے ثمامہ! تمہارا کیا حال ہے؟ اور تم اپنے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو؟ ثمامہ نے جواب دیا کہ اے محمد! (ﷺ) میرا حال اور خیال تو اچھا ہی ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی آدمی کو قتل کریں گے اور اگر مجھے اپنے انعام سے نواز کر چھوڑ دیں گے تو ایک شکر گزار کو چھوڑیں گے اور اگر آپ مجھ سے کچھ مال کے طلبگار رہوں تو بتا دیجئے۔ آپ کو مال دیا جائے گا۔ حضور ﷺ یہ گفتگو کر کے چلے آئے۔ پھر دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ پھر تیسرے روز بھی یہی ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ثمامہ مسجد سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں چلے گئے جو مسجد نبوی کے قریب ہی میں تھا۔ وہاں انہوں نے غسل کیا۔ پھر مسجد نبوی میں واپس آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مجھے جس قدر آپ کے چہرہ سے نفرت تھی اتنی

روئے زمین پر کسی کے چہرہ سے نہ تھی۔ مگر آج آپ کے چہرہ سے مجھے اس قدر محبت ہوگئی ہے کہ اتنی محبت کسی کے چہرہ سے نہیں ہے۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا ناپسند نہ تھا جتنا آپ کا دین لیکن آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ کوئی شہر میری نگاہ میں اتنا برا نہ تھا جتنا آپ کا شہر اور اب میرا یہ حال ہوگیا ہے کہ آپ کے شہر سے زیادہ مجھے کوئی شہر محبوب نہیں ہے۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں عمرہ ادا کرنے کے ارادہ سے مکہ جارہا تھا کہ آپ کے لشکر نے مجھے گرفتار کرلیا۔ اب آپ میرے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا مژدہ سنایا اور پھر حکم دیا کہ تم مکہ جا کر عمرہ ادا کرلو!

جب یہ مکہ پہنچے اور طواف کرنے لگے تو قریش کے کسی کافر نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اے ثمامہ! تم صابی (بے دین) ہو گئے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت جرأت کے ساتھ جواب دیا کہ میں بے دین نہیں ہوا ہوں بلکہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور اے اہل مکہ! سن لو! اب جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے تم لوگوں کو ہمارے وطن سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں مل سکے گا۔ مکہ والوں کے لئے ان کے وطن "یمامہ" ہی سے غلہ آیا کرتا تھا۔ 11

ابورافع قتل کردیا گیا

٦ ھ کے واقعات میں سے ابورافع یہودی کا قتل بھی ہے۔ ابورافع یہودی کا نام عبداللہ بن ابی الحقیق یا سلام بن الحقیق تھا۔ یہ بہت ہی دولت مند تاجر تھا لیکن اسلام کا زبردست دشمن اور بارگاہ نبوت کی شان میں نہایت ہی بدترین گستاخ اور بے ادب تھا۔ یہ وہی شخص ہے جو حیی بن اخطب یہودی کے ساتھ مکہ گیا اور کفار قریش اور دوسرے قبائل کو جوش دلا کر غزوۂ خندق میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے دس ہزار کی فوج لے کر آیا تھا اور ابوسفیان کو اُبھار کر اسی نے اس فوج کا سپہ سالار بنایا تھا۔ حیی بن اخطب تو جنگ خندق کے بعد غزوہ بنی قریظہ میں مارا گیا تھا مگر یہ بچ نکلا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں تن، من، دھن سے لگا ہوا تھا۔ انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا اور یہ دونوں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

چونکہ قبیلہ اوس کے لوگوں حضرت محمد بن مسلمہ وغیرہ نے ٣ھ میں بڑے خطرہ میں پڑ کر ایک دشمن رسول "کعب بن اشرف یہودی" کو قتل کیا تھا۔ اس لئے قبیلۂ خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن "ابورافع" رہ گیا ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں کو چاہئے کہ اس کو قتل کر ڈالیں تا کہ ہم لوگ بھی قبیلہ اوس کی طرح ایک

دشمن رسول کو قتل کرنے کا اجر و ثواب حاصل کر لیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتیک و عبداللہ بن انیس و ابوقتادہ و حارث بن ربعی و مسعود بن سنان و خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم اس کے لئے مستعد اور تیار ہوئے۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو اس جماعت کا امیر مقرر فرما دیا اور ان لوگوں کو منع کر دیا کہ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ 12

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع کے محل کے پاس پہنچے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ تم لوگ یہاں بیٹھ کر میری آمد کا انتظار کرتے رہو اور خود بہت ہی خفیہ تدبیروں سے رات میں اس کے محل کے اندر داخل ہو گئے اور اس کے بستر پر پہنچ کر اندھیرے میں اس کو قتل کر دیا۔ جب محل سے نکلنے لگے تو سیڑھی سے گر پڑے جس سے ان کے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مگر انہوں نے فوراً ہی اپنی پگڑی سے اپنے ٹوٹے ہوئے پاؤں کو باندھ دیا اور کسی طرح محل سے باہر آ گئے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی مدد سے مدینہ پہنچے۔ جب دربار رسالت میں حاضر ہو کر ابورافع کے قتل کا سارا ماجرا بیان کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پاؤں پھیلاؤ" انہوں نے پاؤں پھیلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے پاؤں پر پھیر دیا۔ فوراً ہی ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ گئی اور ان کا پاؤں بالکل صحیح و سالم ہو گیا۔ 13

٦ھ میں صلح حدیبیہ سے قبل چند چھوٹے چھوٹے لشکروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اطراف میں روانہ فرمایا تا کہ وہ کفار کے حملوں کی مدافعت کرتے رہیں۔ ان لڑائیوں کا مفصل تذکرہ زرقانی علی المواہب اور مدارج النبوۃ وغیرہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ مگر ان لڑائیوں کی ترتیب اور ان کی تاریخوں میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ اس لئے ٹھیک طور پر ان کی تاریخوں کی تعیین بہت مشکل ہے۔ ان واقعات کا چیدہ چیدہ بیان حدیثوں میں موجود ہے مگر حدیثوں میں بھی ان کی تاریخیں مذکور نہیں ہیں۔ البتہ بعض قرائن و شواہد سے اتنا پتا چلتا ہے کہ یہ سب صلح حدیبیہ سے قبل کے واقعات ہیں۔ ان لڑائیوں میں سے چند کے نام یہ ہیں:

1 سریۂ قرطاء 2 غزوۂ بنی لحیان 3 سریۃ الغمر 4 سریۂ زید بجانب جموم 5 سریۂ زید بجانب عیص 6 سریۂ زید بجانب ودی القریٰ 7 سریۂ علی بجانب بنی سعد 8 سریۂ زید بجانب ام قرفہ 9 سریۂ ابن رواحہ 10 سریۂ ابن مسلمہ 11 سریۂ زید بجانب طرف 12 سریۂ عکل و عرینہ 13 بعث ضمری۔ ان لڑائیوں کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ ہم نے یہاں ان لڑائیوں کے مذکورہ بالا نام زرقانی علی المواہب کی فہرست سے نقل کئے ہیں۔ 14

حوالہ جات سبق نمبر 18

(1) بخاری غزوہ حدیبیہ ج ۲ ص ۵۹۸ و بخاری ج ۱ ص ۳۷۸

(2) ابن ہشام ج ۳ ص ۳۱۷ وغیرہ

(3) بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ باب عمرۃ القضاء مسلم جلد ۲ ص ۱۰۴ صلح حدیبیہ

(4) سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷۷ و ص ۲۷۸

(5) بخاری باب الشروط فی الجہاد ج ۱ ص ۳۸۰

(6) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۸

(7) بخاری باب کیف کان بدء الوحی ج ۱ ص ۴ تا ۵ و مسلم ج ۲ ص ۹۷ تا ۹۹، مدارج ج ۲ ص ۲۲۱ وغیرہ

(8) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۵ وغیرہ و بخاری ج ۱ ص ۴۱۱

(9) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۰

(10) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹

(11) بخاری ج ۲ ص ۶۲۷ باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ و مسلم ج ۲ ص ۹۳

(12) زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۱۶۳

(13) بخاری ج ۱ ص ۴۲۳ باب قتل النائم المشرک

(14) فہرست زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۳۵۰

مشق سبق نمبر 18

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ کا کونسا معجزہ ظاہر ہوا۔

2. سہیل بن عمرو کے دیکھ آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟

3. حضور ﷺ نے جب بسم اللہ لکھوائی تو سہیل نے کیا کہا تھا؟

4. حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کیا مشورہ دیا تھا؟

5. کیا قیصر ایمان لے آیا تھا؟

6. غزوہ تبوک سے واپسی پر کن بادشاہوں کو عرضیاں بھیجی گئیں۔

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. یہ سب یمن کے ہیں۔

☐ گورنر ☐ وزیر ☐ مشیر ☐ بادشاہ

2. ایک سفید جس کا نام یعفور تھا

☐ گھوڑا ☐ خچر ☐ گدھا ☐ ہاتھی

3. یہ سن کر تمام درباری کے سامنے سجدہ میں گر پڑے

☐ کسریٰ ☐ خسرو ☐ قیصر ☐ پرویز

4. سہیل آ گیا، لو! اب تمہارا معاملہ ہو گیا

☐ صعب ☐ سہل ☐ گھمبیر ☐ الجھ

5. لہٰذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو اور سب لوگ پڑھنا شروع کر دو۔

☐ مرثیہ ☐ لبیک ☐ کلمہ ☐ درود شریف

6. فریقین کے درمیان سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔

☐ بیس ☐ دس ☐ پانچ ☐ دو

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں	ستر آدمیوں کی جماعت جمع ہوگئی
یہاں تک کہ اس جنگل میں	کہ وہ کبھی کوئی دغا فریب کا کام کرتے ہی نہیں
تو رسولوں کا یہی حال ہوتا ہے	اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں
انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج	تو میں آپ کی پیروی کروں گا
اگر آپ اپنی حکومت میں سے کچھ مجھے بھی حصہ دیں	جو مسجد نبوی کے قریب ہی میں تھا۔
ثمامہ مسجد سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں چلے گئے	میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. انصار کے دونوں قبیلوں .... اور .... میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا
2. اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ .... کو چھوڑ دو۔
3. اگر آپ اپنی حکومت میں سے کچھ مجھے بھی حصہ دیں تو میں آپ کی .... کروں گا۔
4. اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ ہو جاؤ کہ ہم .... ہیں!
5. کیا اس خاندان میں ان سے پہلے بھی کسی نے .... کا دعویٰ کیا تھا؟
6. .... کے قریب مقام "عیص" میں جا کر ٹھہرے۔

ہجرت کا ساتواں سال

غزوۂ ذات القرد

مدینہ کے قریب "ذات القرد" ایک چراگاہ کا نام ہے جہاں حضور ﷺ کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ عبدالرحمن بن عیینہ فزاری نے جو قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتا تھا اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ناگہاں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور یہ لوگ بیس اونٹنیوں کو پکڑ کر لے بھاگے۔ مشہور تیرانداز صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے اس کی خبر معلوم ہوئی۔ انہوں نے اس خطرہ کا اعلان کرنے کے لئے بلند آواز سے یہ نعرہ مارا کہ یا صباحاہ پھر اکیلے ہی ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں دوڑ پڑے اور ان ڈاکوؤں کو تیر مار مار کر تمام اونٹنیوں کو بھی چھین لیا اور ڈاکو بھاگتے ہوئے جو تیس چادریں پھینکتے گئے تھے ان چادروں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ لشکر لے کر پہنچے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے ان چھاپہ ماروں کو ابھی تک پانی نہیں پینے دیا ہے۔ یہ سب پیاسے ہیں۔ ان لوگوں کے تعاقب میں لشکر بھیج دیجئے تو یہ سب گرفتار ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اونٹنیوں کے مالک ہو چکے ہو۔ اب ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور مدینہ واپس تشریف لائے۔ حضرت امام بخاری کا بیان ہے کہ یہ غزوہ جنگ خیبر کے لئے روانہ ہونے سے تین دن قبل ہوا۔ [1]

جنگ خیبر

"خیبر" مدینہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس

کلومیٹر دور ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی عرب میں سب سے زیادہ مالدار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ بھی تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔ یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

1 کتیبہ 2 ناعم 3 شق 4 قموص 5 نطارہ 6 صعب 7 سطیح 8 سلالم۔

درحقیقت یہ آٹھوں قلعے آٹھ محلوں کے مثل تھے اور انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ "خیبر" کہلاتا تھا۔ ر2

غزوۂ خیبر کب ہوا؟

تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ۶ ھ تھا یا ۷ ھ۔ غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا محرم سے کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نزدیک محرم میں ۷ ھ شروع ہو گیا اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے کرتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم و صفر ۶ ھ کے تھے۔ واللہ اعلم۔

جنگ خیبر کا سبب

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جنگِ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ "بنونضیر" کے یہودی جب مدینہ سے جلا وطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔ حیی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ

غطفان کو بھی آمادہ کر لیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہوگئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنالیا۔

مسلمان خیبر چلے

جب رسول خدا ﷺ کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لئے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ ﷺ خیبر روانہ ہوئے۔ مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا۔ حضور ﷺ رات کے وقت حدود خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ "خدا کی قسم! لشکر کے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں۔" اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا۔ بلاشبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔ [3]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت ہی بلند آوازوں سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اوپر نرمی برتو۔ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس (اللہ) کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔ میں حضور ﷺ کی سواری کے پیچھے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا وظیفہ پڑھ رہا تھا۔ جب آپ ﷺ نے سنا تو مجھ کو پکارا اور فرمایا کہ کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ "کیوں نہیں یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان!" تو فرمایا کہ وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہے [4]

یہودیوں کی تیاری

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ "ناعم" میں جمع کر دیا اور

فوجوں کو "نطاۃ" اور "قموص" کے قلعوں میں اکٹھا کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ "قموص" تھا اور "مرحب یہودی" جو عرب کے پہلوانوں میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ سلام بن مشکم یہودی گو بیمار تھا مگر وہ بھی قلعہ "نطاۃ" میں فوجیں لے کر ڈٹا ہوا تھا۔ یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لئے مورچہ بندی کئے ہوئے تھی۔:

محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے

سب سے پہلے قلعہ "ناعم" پر معرکہ آرائی اور جم کر لڑائی ہوئی۔ حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی مگر سخت گرمی اور لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہو گیا۔ وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے سو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دیا جس سے ان کا سر کچل گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ اس قلعہ کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہو گئے، لیکن قلعہ فتح ہو گیا۔

اسود راعی کی شہادت

حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ اسی قلعہ کی جنگ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب یہودی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تو انہوں نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کس سے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا کہ آج ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ یہ بکریاں لئے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر و ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔ انہوں نے فوراً ہی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ اب میں ان کو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان بکریوں کو قلعہ کی طرف ہانک دو اور ان کو کنکریوں سے مارو۔ یہ سب خود بخود اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ انہوں نے بکریوں کو کنکریاں مار کر ہانک دیا اور وہ سب اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں۔

اس کے بعد یہ خوش نصیب حبشی ہتھیار پہن کر مجاہدین اسلام کی صف میں کھڑا ہو گیا اور انتہائی جوش و خروش کے

ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ کَثِیْرًا۔ یعنی اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا اور بہت زیادہ اجر دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی لاش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا اور ان کی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرہ کو حسین بنا دیا، اس کے بدن کو خوشبودار بنا دیا اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں۔ اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل خیر نہیں کیا، نہ ایک وقت کی نماز پڑھی، نہ ایک روزہ رکھا، نہ حج و زکوٰۃ کا موقعہ ملا مگر ایمان اور جہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ ؎5

اسلامی لشکر کا ہیڈ کوارٹر

حضور ﷺ کو پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ قبیلہ غطفان والے ضرور ہی خیبر والوں کی مدد کو آئیں گے۔ اس لئے آپ ﷺ نے خیبر اور غطفان کے درمیان مقام "رجیع" میں اپنی فوجوں کا ہیڈ کوارٹر بنایا اور خیموں، بار برداری کے سامان اور عورتوں کو بھی یہیں رکھا تھا اور یہیں سے نکل نکل کر یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کرتے تھے۔ ؎6

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ "قموص" چونکہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر "مرحب" خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور ﷺ نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیونکر فتح ہوتا؟ فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا ؎7

کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ و رسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔

راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟ صبح ہوئی تو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدمت اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔ اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں:

1 وہ اللہ ورسول کا محب ہے۔

2 وہ اللہ ورسول کا محبوب ہے۔

3 خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس نعمت عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔ ر8

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت اُمّ المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔ ر9

اور ارشاد فرمایا کہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ کے حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم! اگر ایک آدمی نے بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کر لیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ ر10

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرحب کی جنگ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "قلعہ قموص" کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اس دعوت کا جواب اینٹ اور پتھر اور تیر و تلوار سے دیا۔ اور قلعہ کا رئیس اعظم "مرحب" خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا۔ سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کے لئے آگے بڑھا کہ

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مُرَحَّبُ
شَاكِيْ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبُ

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں "مرحب" ہوں، اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔

مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑا کہ فوج تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔ (11)

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی تمام فوج حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔ اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مرحب، حارث، اسیر، عامر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (12)

بے شک حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے "جزیرۃ العرب" میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ

وابستہ ہے۔ بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہودی قتل ہوئے اور ۱۵ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔ 13

خیبر کا انتظام

فتح کے بعد خیبر کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ بنونضیر کی طرح اہل خیبر کو بھی جلاوطن کر دیں۔ لیکن یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو خیبر سے نہ نکالا جائے اور زمین ہمارے ہی قبضہ میں رہنے دی جائے۔ ہم یہاں کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ جب کھجوریں پک جاتیں اور غلہ تیار ہو جاتا تو حضور ﷺ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیج دیتے وہ کھجوروں اور اناجوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہودیوں سے فرماتے کہ اس میں سے جو حصہ تم کو پسند ہو وہ لے لو۔ یہودی اس عدل پر حیران ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔ 14

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ خیبر فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں سے حضور ﷺ نے اس طور پر صلح فرمائی کہ یہودی اپنا سونا چاندی ہتھیار سب مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور جانوروں پر جو کچھ لدا ہوا ہے وہ یہودی اپنے پاس ہی رکھیں مگر شرط یہ ہے کہ یہودی کوئی چیز مسلمانوں سے نہ چھپائیں مگر اس شرط کو قبول کر لینے کے باوجود حیی بن اخطب کا وہ چرمی تھیلا یہودیوں نے غائب کر دیا جس میں بنونضیر سے جلاوطنی کے وقت وہ سونا چاندی بھر کر لایا تھا۔ جب یہودیوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ جھوٹ بولے اور کہا کہ وہ ساری رقم لڑائیوں میں خرچ ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول ﷺ کو بتا دیا کہ وہ تھیلا کہاں ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس تھیلے کو برآمد کر لیا۔ اس کے بعد (چونکہ کنانہ بن ابی الحقیق نے حضرت محمود بن مسلمہ کو چھت سے پتھر گرا کر قتل کر دیا تھا اس لئے) حضور ﷺ نے اس کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اس کی عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ 15

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ بنونضیر کے رئیس اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنونضیر کا رئیس اعظم تھا۔ جب سب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ ان میں سے ایک لونڈی مجھ کو عنایت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اختیار دے دیا کہ خود جا کر کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر گزارش کی کہ

یارسول اللہ!

اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَ النَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لَكَ(16)

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے صفیہ کو دحیہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ وہ قریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے وہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اس کے سوا کوئی دوسری لونڈی لے لو۔ اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور تین دن تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ میں سرفراز فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ کھلایا۔ (17)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا

فتح کے بعد چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو مکمل امن وامان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس زہریلے لقمہ سے عمر بھر تالو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔ (18)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے آ گئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ میں سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور ارشاد فرمایا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا

جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے۔ 19

ان لوگوں کو حضور ﷺ نے "صاحب الہجرتین" (دو ہجرتوں والے) کا لقب عطا فرمایا کیونکہ یہ لوگ مکہ سے حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور باوجودیکہ یہ لوگ جنگ خیبر میں شامل نہ ہو سکے مگر ان لوگوں کو آپ ﷺ نے مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا۔

خیبر میں اعلان مسائل

جنگ خیبر کے موقع پر مندرجہ ذیل فقہی مسائل کی حضور ﷺ نے تبلیغ فرمائی۔

1} پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

2 تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔

3 گدھا اور خچر حرام کر دیا گیا۔

4 چاندی سونے کی خرید و فروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی ہو گی تو وہ سود ہو گا جو حرام ہے۔

5 اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں سے ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب استبراء ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک مہینہ ان سے صحبت جائز نہیں۔ عورتوں سے متعہ کرنا بھی اسی غزوہ میں حرام کر دیا گیا۔ 20

وادی القریٰ کی جنگ

خیبر کی لڑائی سے فارغ ہو کر حضور اکرم ﷺ "وادی القریٰ" تشریف لے گئے جو مقام "تیماء" اور "فدک" کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ یہاں یہودیوں کی چند بستیاں آباد تھیں۔ حضور ﷺ جنگ کے ارادہ سے یہاں نہیں آئے تھے مگر یہاں کے یہودی چونکہ جنگ کے لئے تیار تھے اس لئے انہوں نے حضور ﷺ پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے ایک غلام جن کا نام حضرت مدعم رضی اللہ عنہ تھا یہ اونٹ سے کجاوہ اُتار رہے تھے کہ ان کو ایک تیر لگا اور یہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی جس کا جواب ان بدبختوں نے تیر و تلوار سے دیا اور باقاعدہ صف بندی کر کے مسلمانوں سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ مجبوراً مسلمانوں نے بھی جنگ شروع کر دی، چار دن تک نبی اکرم ﷺ ان یہودیوں کا محاصرہ کئے ہوئے ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہے

مگر یہ لوگ برابر لڑتے ہی رہے۔ آخر دس یہودی قتل ہو گئے اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد اہل خیبر کی شرطوں پر ان لوگوں نے بھی صلح کر لی کہ مقامی پیداوار کا آدھا حصہ مدینہ بھیجتے رہیں گے۔ جب خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں کا حال معلوم ہو گیا تو تیاء کے یہودیوں نے بھی جزیہ دے کر حضور ﷺ سے صلح کر لی۔ وادی القریٰ میں حضور ﷺ چار دن مقیم رہے۔ 21

فدک کی صلح

جب "فدک" کے یہودیوں کو خیبر اور وادی القریٰ کے معاملہ کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے کوئی جنگ نہیں کی۔ بلکہ دربارِ نبوت میں قاصد بھیج کر یہ درخواست کی کہ خیبر اور وادی القریٰ والوں سے جن شرطوں پر آپ نے صلح کی ہے اسی طرح کے معاملہ پر ہم سے بھی صلح کر لی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی اور ان سے صلح ہو گئی۔ لیکن یہاں چونکہ کوئی فوج نہیں بھیجی گئی اس لئے اس بستی میں مجاہدین کو کوئی حصہ نہیں ملا بلکہ یہ خاص حضور ﷺ کی ملکیت قرار پائی اور خیبر و وادی القریٰ کی زمینیں تمام مجاہدین کی ملکیت ٹھہریں۔ 22

عمرة القضاء

چونکہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ آئندہ سال حضور ﷺ مکہ آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔ اس دفعہ کے مطابق ماہ ذوالقعدہ ۷ ھ میں آپ ﷺ نے عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ گزشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

حضور ﷺ کو چونکہ کفارِ مکہ پر بھروسہ نہیں تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں گے اس لئے آپ ﷺ جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے مدینہ پر حاکم بنا دیا اور دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں ایک سو گھوڑوں پر سوار تھے آپ ﷺ مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ساٹھ اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے۔ جب کفارِ مکہ کو خبر لگی کہ حضور ﷺ ہتھیاروں اور سامان جنگ کے ساتھ مکہ آرہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور انہوں نے چند آدمیوں کو صورت حال کی تحقیقات کے لئے مرالظہر ان تک بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جو اسپ سواروں کے افسر تھے قریش کے قاصدوں نے ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے اطمینان دلایا کہ نبی ﷺ صلح نامہ کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیار کے مکہ میں داخل ہوں گے یہ سن کر کفارِ قریش مطمئن ہو گئے۔

چنانچہ حضور ﷺ جب مقام یاجج میں پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے تو تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے متعین فرما دیا۔ اور اپنے ساتھ ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کے ساتھ لبیک پڑھتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے جب مکہ میں داخل ہونے لگے تو دربار نبوت کے شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے رجز کے یہ اشعار جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے کہ

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ
اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰي تَنْزِيْلِهٖ

اے کافروں کے بیٹو! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ آج جو تم نے اترنے سے روکا تو ہم تلوار چلائیں گے۔

ضَرْبًا يُّزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ
وَ يُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

ہم تلوار کا ایسا وار کریں گے جو سر کو اس کی خوابگاہ سے الگ کر دے اور دوست کی یاد اس کے دوست کے دل سے بھلا دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹوکا اور کہا کہ اے عبداللہ بن رواحہ! رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں تم اشعار پڑھتے ہو؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ ان کو چھوڑ دو۔ یہ اشعار کفار کے حق میں تیروں سے بڑھ کر ہیں۔ [23]

جب رسول اکرم ﷺ خاص حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار قریش مارے جلن کے اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور پہاڑوں پر چلے گئے۔ مگر کچھ کفار اپنے دار الندوہ (کمیٹی گھر) کے پاس کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بادۂ توحید و رسالت سے مست ہونے والے مسلمانوں کے طواف کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے؟ ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے مسجد حرام میں پہنچ کر "اضطباع" کر لیا۔ یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ شروع کے تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر اور خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا۔ اس کو عربی زبان میں "رمل" کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سنت آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی کہ ہر طواف کعبہ

کرنے والا شروع طواف کے تین پھیروں میں "رمل" کرتا ہے۔ 24

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

تین دن کے بعد کفار مکہ کے چند سردار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ شرط پوری ہو چکی ۔ اب آپ لوگ مکہ سے نکل جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں کفار کا پیغام سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت مکہ سے روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک چھوٹی صاحبزادی جن کا نام "امامہ" تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ ان کی یہ یتیم چھوٹی بچی مکہ میں رہ گئی تھیں۔ جس وقت یہ بچی آپ کو پکارتی ہوئی دوڑی آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہید چچا جان کی اس یادگار کو دیکھ کر پیار آ گیا۔ اس بچی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی جان کہنے کی بجائے چچا جان اس رشتہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ جب یہ صاحبزادی قریب آئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو اپنی گود میں اٹھا لیا لیکن اب ان کی پرورش کے لئے تین دعویدار کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری چچا زاد بہن ہے اور میں نے اس کو سب سے پہلے اپنی گود میں اٹھا لیا ہے اس لئے مجھ کو اس کی پرورش کا حق ملنا چاہئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری چچا زاد بہن بھی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اس لئے اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرے دینی بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی ہے اس لئے میں اس کی پرورش کروں گا۔ تینوں صاحبوں کا بیان سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ "خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے" لہٰذا یہ لڑکی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پرورش میں رہے گی۔ پھر تینوں صاحبوں کی دلداری و دل جوئی کرتے ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ "اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔" اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اے جعفر! تم سیرت و صورت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔" اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا کہ "اے زید! تم میرے بھائی اور میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو۔" 25

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

اسی عمرۃ القضاء کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام

فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ عمرۃ القضاء سے واپسی میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام "سرف" میں پہنچے تو ان کو اپنے خیمہ میں رکھ کر اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا اور عجیب اتفاق کہ اس واقعہ سے چوالیس برس کے بعد اسی مقام سرف میں حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور ان کی قبر شریف بھی اسی مقام میں ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ ان کی وفات کا سال ۵۱ھ ہے۔ مفصل بیان ان شاء اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بیان میں آئے گا۔

حوالہ جات سبق نمبر [19]

(1) بخاری غزوہ ذات القرد ج ۲ ص ۶۰۳ و مسلم ج ۲ ص ۱۱۳ (2) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۴

(3) بخاری ج ۲ ص ۶۰۳ (4) بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ (5) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۰

(6) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۳۹ (7) بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ غزوہ خیبر (8) مسلم ج ۲ ص ۲۷۸،۲۷۹

(9) زرقانی ج ۲ ص ۲۲۲ (10) بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ غزوہ خیبر (11) مسلم ج ۲ ص ۱۱۵ و ص ۲۷۸

(12) زرقانی ج ۲ ص ۲۳۰ (13) زرقانی ج ۲ ص ۲۲۸ (14) فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷ فتح خیبر

(15) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۴۵ و ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۴ باب ماجاء فی ارض خیبر

(16) ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲۰ باب ماجاء فی سہم الصفی (17) بخاری جلد ۱ ص ۲۹۸ باب ہل یسافر بالجاریہ

(18) بخاری ج ۲ ص ۴۲۲ و مدارج جلد ۲ ص ۲۵۱ (19) زرقانی ج ۲ ص ۲۳۶ (20) زرقانی ج ۲ ص ۲۳۳

(21) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۶۲ و زرقانی ج ۲ ص ۲۴۸ (22) زرقانی ج ۲ ص ۲۴۸

(23) شمائل ترمذی ص ۱۷ و زرقانی ج ۲ ص ۲۵۵ تا ص ۲۵۷ (24) بخاری ج ۱ ص ۲۱۸ باب کیف کان بدء الرمل

(25) بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ عمرۃ القضاء

مشق سبق نمبر 19

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کیا؟

....

....

2. خیبر کے آٹھ قلعے کون سے تھے؟

....

....

3. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کونسا وظیفہ بتایا تھا؟

....

....

4. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کس عطا فرمایا اور اس کی کیا خوبی تھی؟

....

....

5. حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کون تھیں اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کب نکاح فرمایا؟

....

....

6. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوہجرتین کس کو لقب عطا فرمایا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. عمرۃ القضاء سے واپسی میں جب آپ ﷺ مقام میں پہنچے

☐ حدیبیہ ☐ جعرانہ ☐ سرف ☐ ابراہیم

2. حضور ﷺ کو کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔

☐ ابا ابا ☐ چچا چچا ☐ ماموں ماموں ☐ بھائی بھائی

3. ساٹھ قربانی کے لئے ساتھ تھے

☐ بکریاں ☐ اونٹ ☐ گائے ☐ دنبے

4. اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی۔

☐ کامل ☐ عارضی ☐ بہترین ☐ مبین

5. قیدیوں میں حضرت بی بی بھی تھیں

☐ زینب رضی اللہ عنہا ☐ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ☐ صفیہ رضی اللہ عنہا ☐ حفصہ رضی اللہ عنہا

6. اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کٹ کر گر پڑی

☐ ڈھال ☐ تلوار ☐ کمان ☐ زرہ

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
اس کی خالہ میری بیوی ہے	اسی غزوہ میں حرام کردیا گیا
یہ اشعار کفار کے حق میں	اس لئے اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں
بعض لوگ سن ہجری کی	تیروں سے بڑھ کر ہیں۔
عورتوں سے متعہ کرنا بھی	کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ کھلایا۔
اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت ولیمہ میں	"خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا
اور قلعہ کا رئیس اعظم "مرحب	ابتدا محرم سے کرتے ہیں

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. میں نے ان..........کو ابھی تک پانی نہیں پینے دیا ہے
2. انہی آٹھوں قلعوں کا مجموعہ..........کہلاتا تھا
3. تم لوگ کسی..........اور..........کو نہیں پکار رہے ہو
4. اور وہ سب اپنے..........کے گھر پہنچ گئیں۔
5. تو یہ دولت تمہارے لئے..........سے بھی زیادہ بہتر ہے
6. اور..........کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی

ہجرت کا آٹھواں سال

حصہ اول

ہجرت کا آٹھواں سال بھی حضور سرور کائنات ﷺ کی مقدس حیات کے بڑے بڑے واقعات پر مشتمل ہے۔ ہم ان میں سے یہاں چند اہمیت وشہرت والے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جنگ موتہ

"موتہ" ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں ۸ ھ میں کفر واسلام کا وہ عظیم الشان معرکہ ہوا جس میں ایک لاکھ لشکر کفار سے صرف تین ہزار جاں نثار مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر ایسی معرکہ آرائی کی کہ یہ لڑائی تاریخ اسلام میں ایک تاریخی یادگار بن کر قیامت تک باقی رہے گی اور اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی بڑی اولو العزم ہستیاں شرف شہادت سے سرفراز ہوئیں۔

اس جنگ کا سبب

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے "بصریٰ" کے بادشاہ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھ کر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ راستہ میں "بلقاء" کے بادشاہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کا باج گزار تھا حضور ﷺ کے اس قاصد کو نہایت بے دردی کے ساتھ رسی میں باندھ کر قتل کر دیا۔ جب بارگاہ رسالت میں اس حادثہ کی اطلاع پہنچی تو قلب مبارک پر انتہائی رنج وصدمہ پہنچا۔ اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار فرمایا اور اپنے دست مبارک سے سفید رنگ کا جھنڈا باندھ کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

کے ہاتھ میں دیا اوران کواس فوج کا سپہ سالار بنایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر سپہ سالار ہوں گے اور جب وہ بھی شہادت سے سرفراز ہو جائیں تو اس جھنڈے کے علمبر دار حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے (رضی اللہ عنہم) ان کے بعد لشکر اسلام جس کو منتخب کرے وہ سپہ سالار ہوگا۔

اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام "ثنیۃ الوداع" تک تشریف لے گئے اور لشکر کے سپہ سالار کو حکم فرمایا کہ تم ہمارے قاصد حضرت حارث بن عمیر (رضی اللہ عنہ) کی شہادت گاہ میں جاؤ جہاں اس جاں نثار نے ادائے فرض میں اپنی جان دی ہے۔ پہلے وہاں کے کفار کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو پھر وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں ورنہ تم اللہ عزوجل کی مدد طلب کرتے ہوئے ان سے جہاد کرو۔ جب لشکر چل پڑا تو مسلمانوں نے بلند آواز سے یہ دعا دی کہ خدا سلامت اور کامیاب واپس لائے۔ جب یہ فوج مدینہ سے کچھ دور آگے نکل گئی تو خبر ملی کہ خود قیصر روم مشرکین کی ایک لاکھ فوج لے کر بلقاء کی سرزمین میں خیمہ زن ہو گیا ہے۔ یہ خبر پا کر امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دے دیا اور ارادہ کیا کہ بارگاہ رسالت میں اس کی اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا مقصد فتح یا مال غنیمت نہیں ہے بلکہ ہمارا مطلوب تو شہادت ہے۔ کیونکہ ؎

نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
شہادت ہے مقصود و مطلوبِ مومن

اور یہ مقصد بلند ہر وقت اور ہر حالت میں حاصل ہوسکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر ہر مجاہد جوش جہاد میں بے خود ہو گیا۔ غرض یہ مجاہدین اسلام موتہ کی سرزمین میں داخل ہو گئے اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا لشکر ریشمی زرق برق وردیاں پہنے ہوئے بے پناہ تیاریوں کے ساتھ جنگ کے لئے کھڑا ہے۔ ایک لاکھ سے زائد لشکر کا بھلا تین ہزار سے مقابلہ ہی کیا؟ مگر مسلمان خدا عزوجل کے بھروسہ پر مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے۔

معرکہ آرائی کا منظر

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جنگِ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے۔ بلکہ درحقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ "بنونضیر" کے یہودی جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حیی بن اخطب اور ابورافع سلام بن

ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔

حیی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑکنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کو بھی آمادہ کر لیا۔ قبیلہ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہو گئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنا لیا۔ [1]

اب لوگوں کے مشورہ سے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ جھنڈے کے علمبردار بنے اور اس قدر شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے کہ نو تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ سے گر پڑیں۔ اور اپنی جنگی مہارت اور کمال ہنر مندی سے اسلامی فوج کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال لائے۔ [2]

اس جنگ میں جو بارہ معزز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے ان کے مقدس نام یہ ہیں:۔

1. حضرت جعفر بن ابی طالب
2. حضرت زید بن حارثہ
3. حضرت مسعود بن اوس
4. حضرت عبداللہ بن رواحہ
5. حضرت عباد بن قیس
6. حضرت وہب بن سعد
7. حضرت سراقہ بن عمر
8. حضرت حارث بن نعمان
9. حضرت جابر بن عمر
10. حضرت ابوکلیب بن عمر
11. حضرت ہوبجہ ضبی
12. حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہم [3]

اسلامی لشکر نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور کچھ مال غنیمت بھی حاصل کیا اور سلامتی کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے۔

نگاہِ نبوت کا معجزہ

جنگِ موتہ کی معرکہ آرائی میں جب گھمسان کا رن پڑا تو حضورِ اقدس ﷺ نے مدینہ سے میدانِ جنگ کو دیکھ لیا۔ اور آپ کی نگاہوں سے تمام حجابات اس طرح اٹھ گئے کہ میدانِ جنگ کی ایک ایک سرگزشت کو آپ ﷺ کی نگاہ نبوت نے دیکھا۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت زید و حضرت جعفر و حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادتوں کی خبر آپ ﷺ نے میدانِ جنگ سے خبر آنے کے قبل ہی اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سنادی۔

چنانچہ آپ ﷺ نے انتہائی رنج وغم کی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھرے مجمع میں یہ ارشاد فرمایا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے، پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمبردار بنے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ جھنڈے کو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ خبریں سناتے رہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ [4]

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے کہ جب حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ موتہ کی خبر لے کر دربار نبوت میں پہنچے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم مجھے وہاں کی خبر سناؤ گے؟ یا میں تمہیں وہاں کی خبر سناؤں۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل و ﷺ) آپ ہی سنائیے جب آپ نے وہاں کا پورا پورا حال و ماحول سنایا تو حضرت یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بات بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو میں بیان کروں۔ [5]

حضرت جعفر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل کا جل سے آراستہ کر کے آٹا گوندھ لیا تھا کہ بچوں کے لئے روٹیاں پکاؤں کہ اتنے میں رسول اللہ عزوجل و ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو میرے سامنے لاؤ جب میں نے بچوں کو پیش کیا تو آپ ﷺ بچوں کو سونگھنے اور چومنے لگے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رُخسارِ پرانوار پر بہنے لگی تو میں نے عرض کیا کہ کیا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں! وہ لوگ آج ہی شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر میری چیخ نکل گئی اور میرا گھر عورتوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنے کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کراؤ۔ [6]

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ کے مسلمان اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی دوڑتے ہوئے مجاہدین اسلام کی ملاقات کے لئے گئے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ کے شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کا ایسا پردرد مرثیہ سنایا کہ تمام سامعین رونے لگے۔ ر7

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ شہادت کے وقت کٹ کر گر پڑے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے دو بازو عطا فرمائے ہیں جن سے اڑ اڑ کر وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ ر8

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین" یعنی اے دو بازوؤں والے کے فرزند! تم پر سلام ہو۔ ر9

جنگ موتہ اور فتح مکہ کے درمیان چند چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی مدافعت کے لئے مختلف مقامات پر بھیجا۔ ان میں سے بعض لشکروں کے ساتھ کفار کا ٹکراؤ بھی ہوا جن کا مفصل تذکرہ زرقانی و مدارج النبوۃ وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔ ان سریوں کے نام یہ ہیں:

ذات السلاسل سریۃ الخبط سریہ ابوقتادہ (نجد) سریہ ابوقتادہ (صنم)

مگر ان سریوں میں "سریۃ الخبط" زیادہ مشہور ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے

سریۃ الخبط

اس سریہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے "غزوہ سیف البحر" کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رجب ۸ ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر پر امیر بنا کر ساحل سمندر کی جانب روانہ فرمایا تا کہ یہ لوگ قبیلہ جہینہ کے کفار کی شرارتوں پر نظر رکھیں اس لشکر میں خوراک کی اس قدر کمی پڑ گئی کہ امیر لشکر مجاہدین کو روزانہ ایک ایک کھجور راشن میں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور لوگ بھوک سے بے چین ہو کر درختوں کے پتے کھانے لگے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مورخین نے اس سریہ کا نام "سریۃ الخبط" یا "جیش الخبط" رکھا ہے۔ "خبط" عربی زبان میں درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ مجاہدین اسلام نے اس سریہ میں درختوں کے پتے کھا کر جان بچائی اس لئے یہ سریۃ الخبط کے نام سے مشہور ہو گیا۔

ایک عجیب الخلقت مچھلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس سفر میں تقریباً ایک مہینہ رہنا پڑا اور جب بھوک کی شدت سے ہم لوگ درختوں کے پتے کھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ہمارے رزق کا یہ سامان پیدا فرما دیا کہ سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی، جو ایک پہاڑی کے مانند تھی چنانچہ تین سو صحابہ رضی اللہ عنہم اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے بدن پر ملتے رہے اور جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر مدینہ تک لائے اور جب یہ لوگ بارگاہ نبوت میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رزق کا سامان ہوا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مچھلی کا گوشت طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا، یہ اتنی بڑی مچھلی تھی کہ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی دو پسلیاں زمین میں گاڑ کر کھڑی کر دیں تو کجاوہ بندھا ہوا اونٹ اس محراب کے اندر سے گزر گیا۔ [10]

فتح مکہ (رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء)

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب وتاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ "اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔" لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان وشوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال وجلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہوگا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہوگی تو پھر آخر وہ کونسا ایسا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آ گئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی "عہد شکنی" اور حدیبیہ

کے صلح نامہ سے غداری ہے۔

کفار قریش کی عہد شکنی

صلح حدیبیہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد ﷺ سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آ رہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔

بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جان بچانے کے لئے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار "نوفل" اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔ 11

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تیئیس (۲۳) آدمی قتل ہو گئے۔ اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ

کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استعانت

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاشانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم بالکل ناگہاں آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لبیک۔ لبیک۔ لبیک۔ (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔) پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی) جب آپ وضو خانہ سے نکلے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اے میمونہ! رضی اللہ عنہا غضب ہوگیا۔ میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے اور مجھ سے مدد طلب کی ہے اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا۔ آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمائیے:۔

یَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدَا
حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَبَدًا
وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاْتُوْا مَدَدَا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔

فِیۡهِمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ قَدۡ تجَرَّدَا

اِنۡ سِیۡمَ خَسۡفًا وَجۡهُهٗ تَرَبَّدَا

ان مدد کرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) بھی غضب کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔

هُمۡ بَیَّتُوۡنَا بِالۡوَتِیۡرِ هُجَّدًا

وَ قَتَلُوۡنَا رُکَّعًا وَّ سُجَّدًا

ان لوگوں (بنی بکر و قریش) نے "مقام وتیر" میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع وسجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

اِنَّ قُرَیۡشًا اَخۡلَفُوۡكَ الۡمَوۡعِدَا

وَ نَقَضُوۡا مِیۡثَاقَكَ الۡمُؤَکَّدَا

یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے مضبوط معاہدہ کر کے توڑ ڈالا ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔ 12

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امن پسندی

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کر لیں:

1 بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

2 قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

3 اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ "نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔" لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد

قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام "حجون" سے مقام "خندمہ" تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے، پھر نا گہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف و دہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرے۔ 13

ابوسفیان کی کوشش

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی حضرت اُم المؤمنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرتِ بی بی اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر اٹھا لیا ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھا لیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ اُم المؤمنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ اس لئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب ابوسفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ابو سفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی! تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی ناکام چلے جائیں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہماری سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔

ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرا دی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی! معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس

سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا، لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کردو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ حضرت علی ﷛ نے فرمایا کہ یک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ابوسفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہو گیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی۔ تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد (ﷺ) نے اس کو قبول کر لیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ "نہیں" یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔ 14

اس کے بعد حضور ﷺ نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ ﷞ سے بھی فرما دیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور ﷺ نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ حضرت بی بی عائشہ ﷞ کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ ﷞ نے کہا کہ "واللہ! مجھے یہ معلوم نہیں۔" 15

غرض انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حضور ﷺ نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ﷛ کا خط

حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعہ ﷛ جو ایک معزز صحابی تھے انہوں نے قریش کو ایک خط اس مضمون کا لکھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں، لہٰذا تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ۔ اس خط کو انہوں نے ایک عورت کے ذریعہ مکہ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بذریعہ وحی خبر دی کہ حضرت حاطب بن ابی بَلْتَعہ ﷛ نے کیا کارروائی کی ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی و حضرت زبیر و حضرت مقداد ﷡ کو فوراً ہی روانہ فرمایا کہ تم لوگ "

روضۂ خاخ" میں چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ خط چھین کر میرے پاس لاؤ۔

چنانچہ یہ تینوں اصحاب کبار رضی اللہ عنہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر "روضۂ خاخ" میں پہنچے اور عورت کو پالیا۔ جب اس سے خط طلب کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہہ سکتے، نہ ہم لوگ جھوٹے ہیں لہٰذا تو خط نکال کر ہمیں دے دے ورنہ ہم تجھ کو ننگی کر کے تلاشی لیں گے۔ جب عورت مجبور ہو گئی تو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔

جب یہ لوگ خط لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچے تو آپ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اے حاطب! یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں نہ میں نے اپنا دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں میرے اس خط کے لکھنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مکہ میں میرے بیوی بچے ہیں۔ مگر مکہ میں میرا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میرے بیوی بچوں کی خبر گیری ونگہداشت کرے میرے سوا دوسرے تمام مہاجرین کے عزیز و اقارب مکہ میں موجود ہیں جو ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے یہ خط لکھ کر قریش پر ایک اپنا احسان رکھ دیا ہے تاکہ میں ان کی ہمدردی حاصل کرلوں اور وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کریں۔ یارسول اللہ! میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کافروں کو شکست دے گا اور میرے اس خط سے کفار کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو سن کر ان کے عذر کو قبول فرما لیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس خط کو دیکھ کر اس قدر طیش میں آ گئے کہ آپے سے باہر ہو گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی غیظ و غضب میں بھر گئے۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ رحمت پر اک ذرا شکن بھی نہیں آئی اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! رضی اللہ عنہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ حاطب اہل بدر میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے کہ "تم جو چاہو کرو۔ تم سے کوئی مواخذہ نہیں" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ یہ کہہ کر بالکل خاموش ہو گئے کہ "اللہ اور اس کے رسول کو ہم سب سے زیادہ علم ہے" اسی موقع پر قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ﴾ [16]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کافروں کو دوست نہ بناؤ۔

بہر حال حضور ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو معاف فرما دیا۔ [17]

حوالہ جات سبق نمبر 20

(1) بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوہ موتہ و زرقانی ج ۲ ص ۲۷۱ ص ۲۷۳

(2) بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوہ موتہ

(3) زرقانی ج ۲ ص ۲۷۳

(4) بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوہ موتہ

(5) زرقانی ج ۲ ص ۲۷۶

(6) زرقانی ج ۲ ص ۲۷۷

(7) زرقانی ج ۲ ص ۲۷۷

(8) زرقانی ج ۲ ص ۲۷۳

(9) بخاری ج ۲ ص ۶۱۱ غزوہ موتہ

(10) بخاری ج ۲ ص ۶۲۵ غزوہ سیف البحر و زرقانی ج ۲ ص ۲۸۰

(11) زرقانی ج ۲ ص ۲۸۹

(12) زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰

(13) زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲

(14) زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲ تا ص ۲۹۳

(15) زرقانی ج ۲ ص ۲۹۱

(16) الممتحنۃ:

(17) بخاری ج ۲ ص ۶۱۲ غزوہ الفتح

مشق سبق نمبر 20

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. موتہ کس جگہ واقع ہے اور اس پر کونسا غزوہ پیش آیا؟

....

....

2. آپ ﷺ نے کونسی خبر سنائی جس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

....

....

3. سریۃ الخبط کا پس منظر کیا ہے؟

....

....

4. حضور ﷺ نے قریش کے پاس جو وفد بھیجا اس میں کتنی اور کون سی شرائط تھیں؟

....

....

5. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کس جگہ جاسوس عورت کو پکڑا اور اس سے کیا بات ہوئی؟

....

....

6. حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کیا جواب ارشاد فرمایا تھا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. وہاں ایک ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے۔

☐ فقیر ☐ مرد ☐ جاسوس ☐ عورت

2. ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ بیٹی تم نے کیوں اٹھالیا؟

☐ برتن ☐ دسترخوان ☐ بستر ☐ تکیہ

3. بنی بکر کے نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔

☐ علماء ☐ عوام ☐ سرداروں ☐ غلاموں

4. سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی، جو ایک کے مانند تھی

☐ گھر ☐ درخت ☐ پہاڑی ☐ اونٹ

5. کہ زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا وہ بھی ہو گئے

☐ شہید ☐ غیب ☐ بیمار ☐ اپاہج

6. موتہ ملک شام میں ایک کا نام ہے۔

☐ باغ ☐ پہاڑ ☐ وادی ☐ مقام

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
ان کے بعد لشکر اسلام	اور وہ بھی شہید ہو گئے
یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آ گیا	اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔
عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ علمبردار بنے	جس کو منتخب کرے وہ سپہ سالار ہوگا۔
اس کا سبب کفار مکہ کی "عہد شکنی"	کہ یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں
کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت	ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔
رکوع وسجدہ کی حالت میں بھی	اور کشت وخون میں خوب خوب حصہ لیا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. ہم اعلان کرتے ہیں کہ.........کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔
2. تم لوگ.........میں چلے جاؤ۔
3. اور اللہ تعالیٰ نے.........کو مخاطب کر کے فرمادیا ہے کہ "تم جو چاہو کرو۔
4. آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے.........کا سامان ہوا تھا۔
5. فرمایا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے.........کو میرے سامنے لاؤ۔
6. ....عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا۔

ہجرت کا آٹھواں سال

حصہ دوم

مکہ پر حملہ

غرض ۱۰ رمضان ۸ ھ کو رسول اکرم ﷺ مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہو گئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی ہو۔ بہر حال مدینہ سے چلتے وقت حضور ﷺ اور تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم روزہ دار تھے جب آپ مقام کدید میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔ [1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملاقات

جب حضور ﷺ مقام "جحفہ" میں پہنچے تو وہاں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہو کر آئے تھے بلکہ اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور حضور ﷺ کی مرضی سے مکہ میں مقیم تھے اور حجاج کو زمزم پلانے کے معزز عہدہ پر فائز تھے اور آپ کے ساتھ میں حضور ﷺ کے چچا حارث بن عبد المطلب کے فرزند جن کا نام بھی ابوسفیان تھا اور حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی

عبداللہ بن ابی امیہ جو اُم المؤمنین حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی بھی تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ان دونوں صاحبوں کی حاضری کا حال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے ان دونوں صاحبوں کی ملاقات سے انکار فرما دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ ایذائیں پہنچائی تھیں۔ خصوصاً ابوسفیان بن الحارث آپ کے چچازاد بھائی جو اعلان نبوت سے پہلے آپ کے انتہائی جاں نثاروں میں سے تھے مگر اعلان نبوت کے بعد انہوں نے اپنے قصیدوں میں اتنی شرمناک اور بیہودہ ہجو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کر ڈالی تھی کہ آپ کا دل زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ ان دونوں سے انتہائی ناراض و بیزار تھے مگر حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کا قصور معاف کرنے کے لئے بہت ہی پرزور سفارش کی اور ابوسفیان بن الحارث نے یہ کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قصور نہ معاف فرمایا تو میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر عرب کے ریگستان میں چلا جاؤں گا تا کہ وہاں بغیر دانہ پانی کے بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر میں اور میرے سب بچے مر کر فنا ہو جائیں۔ حضرت بی بی اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ کے چچا کا بیٹا اور آپ کی پھوپھی کا بیٹا تمام انسانوں سے زیادہ بدنصیب رہے گا؟ کیا ان دونوں کو آپ کی رحمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا؟ جان چھڑکنے والی بیوی کے ان درد انگیز کلمات سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت بھرے دل میں رحم و کرم اور عفو و درگزر کے سمندر موجیں مارنے لگے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو یہ مشورہ دیا کہ تم دونوں اچانک بارگاہ رسالت میں سامنے جا کر کھڑے ہو جاؤ اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم دونوں بھی کہو کہ

قَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

کہ یقیناً آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم بلاشبہ خطاوار ہیں۔

چنانچہ ان دونوں صاحبوں نے دربار رسالت میں ناگہاں حاضر ہو کر یہی کہا۔ ایک دم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ رحمت پر رحم و کرم کے ہزاروں ستارے چمکنے لگے اور آپ نے ان کے جواب میں بعینہٖ وہی جملہ اپنی زبانِ رحمت نشان سے ارشاد فرمایا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے جواب میں فرمایا تھا کہ

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۚ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے اللہ تمہیں بخش دے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔

ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ نے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے اور زمانہ جاہلیت کے دور میں جو

کچھ آپ کی ہجو میں لکھا تھا اس کی معذرت کی اور اس کے بعد عمر بھر نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے مگر حیاء کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کبھی سر نہیں اٹھاتے تھے اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ابو سفیان بن الحارث میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔ ر2

میلوں تک آگ ہی آگ

مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر "مرالظہر ان" میں پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور حضور ﷺ نے فوج کو حکم دیا کہ ہر مجاہد اپنا الگ الگ چولہا جلائے۔ دس ہزار مجاہدین نے جو الگ الگ چولہے جلائے تو "مرالظہر ان" کے پورے میدان میں میلوں تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔

قریش کے جاسوس

گو قریش کو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ مدینہ سے فوجیں آ رہی ہیں۔ مگر صورت حال کی تحقیق کے لئے قریش نے ابو سفیان بن حرب، حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بے حد فکر مند ہو کر قریش کے انجام پر افسوس کر رہے تھے۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اتنے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آج قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے مکہ چلے کہ قریش کو اس خطرہ سے آگاہ کر کے انہیں آمادہ کریں کہ چل کر حضور ﷺ سے معافی مانگ کر صلح کر لو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ ر3

مگر بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر تو مل گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر انہیں یہ پتا نہ تھا کہ آپ کا لشکر "مرالظہر ان" تک آ گیا ہے۔ اس لئے ابو سفیان بن حرب اور حکیم بن حزام و بدیل بن ورقاء اس تلاش و جستجو میں نکلے تھے کہ رسول اللہ! کا لشکر کہاں ہے؟ جب یہ تینوں "مرالظہر ان" کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ میلوں تک آگ ہی آگ جل رہی ہے یہ منظر دیکھ کر یہ تینوں حیران رہ گئے اور ابو سفیان بن حرب نے کہا کہ میں نے تو زندگی میں کبھی اتنی دور تک پھیلی ہوئی آگ اس میدان میں جلتے ہوئے نہیں دیکھی۔ آخر یہ کون سا قبیلہ ہے؟ بدیل بن ورقاء نے کہا کہ بنی عمرو معلوم ہوتے ہیں۔ ابو سفیان نے کہا کہ نہیں بنی عمرو اتنی کثیر تعداد میں کہاں ہیں جو ان کی آگ سے مرالظہر ان کا پورا میدان بھر جائے گا۔ ر4

بہر حال حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ان تینوں سے ملاقات ہوگئی اور ابوسفیان نے پوچھا کہ اے عباس! تم کہاں سے آرہے ہو؟ اور یہ آگ کیسی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی آگ ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا کہ تم میرے خچر پر پیچھے سوار ہو جاؤ ورنہ اگر مسلمانوں نے تمہیں دیکھ لیا تو ابھی تم کو قتل کر ڈالیں گے۔ جب یہ لوگ لشکر گاہ میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے چند مسلمانوں نے جو لشکر گاہ کا پہرہ دے رہے تھے۔ ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے جذبہ انتقام کو ضبط نہ کر سکے اور ابوسفیان کو دیکھتے ہی ان کی زبان سے نکلا کہ "ارے یہ تو خدا کا دشمن ابوسفیان ہے۔" دوڑتے ہوئے بارگاہ رسالت میں پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ابوسفیان ہاتھ آ گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ابھی اس کا سر اڑا دوں۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی ان تینوں مشرکوں کو ساتھ لئے ہوئے دربار رسول میں حاضر ہو گئے اور ان لوگوں کی جان بخشی کی سفارش پیش کر دی اور یہ کہا کہ یارسول اللہ! میں نے ان سبھوں کو امان دے دی ہے۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اسلام

ابوسفیان بن حرب کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی۔ مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت ایذائیں دینی، مدینہ پر بار بار حملہ کرنا، قبائل عرب کو اشتعال دلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی بار ہا سازشیں، یہودیوں اور تمام کفار عرب سے ساز باز کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خاتمہ کی کوششیں یہ وہ ناقابل معافی جرائم تھے جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ابوسفیان کا قتل بالکل درست و جائز اور برمحل ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو قرآن نے "رؤوف و رحیم" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ان کی رحمت چمکار چمکار کر ابوسفیان کے کان میں کہہ رہی تھی کہ اے مجرم! مت ڈر۔ یہ دنیا کے سلاطین کا دربار نہیں ہے بلکہ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رحمت ہے۔ بخاری شریف کی روایت تو یہی ہے کہ ابوسفیان بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ اس لئے جان بچ گئی۔ ر5

مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نے تو فوراً رات ہی میں اسلام قبول کر لیا مگر ابوسفیان نے صبح کو کلمہ پڑھا۔ ر6

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ابوسفیان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک مکالمہ ہوا اس کے بعد ابوسفیان نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ وہ مکالمہ یہ ہے:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: کیوں اے ابوسفیان! کیا اب بھی تمہیں یقین نہ آیا کہ خدا ایک ہے؟

ابوسفیان: کیوں نہیں کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا۔

رسول اکرم ﷺ: کیا اس میں تمہیں کوئی شک ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟

ابوسفیان: ہاں! اس میں تو ابھی مجھے کچھ شبہ ہے۔

مگر پھر اس کے بعد انہوں نے کلمہ پڑھ لیا اور اس وقت گو ان کا ایمان متزلزل تھا لیکن بعد میں بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ چنانچہ غزوۂ طائف میں مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو کر انہوں نے کفار سے جنگ کی اور اسی میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوگئی۔ پھر یہ جنگ یرموک میں بھی جہاد کے لئے گئے۔ ر7

لشکر اسلام کا جاہ وجلال

مجاہدین اسلام کا لشکر جب مکہ کی طرف بڑھا تو حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ابوسفیان کو کسی ایسے مقام پر کھڑا کر دیں کہ یہ افواج الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ چنانچہ جہاں راستہ کچھ تنگ تھا ایک بلند جگہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو کھڑا کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسلامی لشکر سمندر کی موجوں کی طرح امنڈتا ہوا روانہ ہوا۔ اور قبائل عرب کی فوجیں ہتھیار سج سج کر یکے بعد دیگرے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ سب سے پہلے قبیلۂ غفار کا باوقار پرچم نظر آیا۔ ابوسفیان نے سہم کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ قبیلہ غفار کے شہسوار ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ مجھے قبیلہ غفار سے کیا مطلب ہے؟ پھر جہینہ پھر سعد بن ھذیم، پھر سلیم کے قبائل کی فوجیں زرق برق ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے پرچم لہراتے اور تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے سامنے سے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر فوج کا جلال دیکھ کر مرعوب ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہر فوج کے بارے میں پوچھتے جاتے تھے کہ یہ کون ہیں؟ یہ کن لوگوں کا لشکر ہے؟ اس کے بعد انصار کا لشکر پرانوار اتنی عجیب شان اور ایسی نرالی آن بان سے چلا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل گئے۔ ابوسفیان نے اس فوج کی شان وشوکت سے حیران ہو کر کہا کہ اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ "انصار" ہیں ناگہاں انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جھنڈا لئے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گزرے اور جب ابوسفیان کو دیکھا تو بلند آواز سے کہا کہ اے ابوسفیان!

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔

ابوسفیان یہ سن کر گھبرا گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عباس! سن لو! آج قریش کی ہلاکت تمہیں مبارک ہو۔ پھر ابوسفیان کو چین نہیں آیا تو پوچھا کہ بہت دیر ہوگئی۔ ابھی تک میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا کہ وہ کون سے لشکر میں ہیں؟ اتنے میں حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پرچم نبوت کے سائے میں اپنے نورانی لشکر کے ہمراہ پیغمبرانہ جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ابوسفیان نے جب شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلا کر کہا کہ اے حضور! کیا آپ نے سنا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہوئے گئے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان بولے کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ آج کعبہ حلال کردیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غلط کہا، آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کو لباس پہنانے کا دن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے اتنی غلط بات کیوں کہہ دی۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب ابوسفیان نے بارگاہ رسول میں یہ شکایت کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ابھی ابھی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے گئے ہیں کہ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَة آج گھمسان کی لڑائی کا دن ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے غلط کہا، بلکہ اے ابوسفیان! اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَة آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔ ر8

پھر فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام "حجون" کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ یعنی "کداء" کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔ ر9

فاتح مکہ کا پہلا فرمان

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں:

جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔

جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کے لئے امان ہے۔

جو کعبہ میں داخل ہوجائے گا اس کے لئے امان ہے۔

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لئے

کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے تو آپ نے فرما دیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان مکہ میں بلند آواز سے پکار پکار کر اعلان کرنے لگا کہ اے قریش! محمد (ﷺ) اتنا بڑا لشکر لے کر آ گئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔

ابوسفیان کی زبان سے یہ کم ہمتی کی بات سن کر اس کی بیوی ہند بنت عتبہ جل بھن کر کباب ہوگئی اور طیش میں آ کر ابوسفیان کی مونچھ پکڑلی اور چلا کر کہنے لگی کہ اے بنی کنانہ! اس کم بخت کو قتل کر دو یہ کیسی بزدلی اور کم ہمتی کی بات بک رہا ہے۔ ہند کی اس چیخ و پکار کی آواز سن کر تمام بنو کنانہ کا خاندان ابوسفیان کے مکان میں جمع ہو گیا اور ابوسفیان نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس وقت غصہ اور طیش کی باتوں سے کچھ کام نہیں چل سکتا۔ میں پورے اسلامی لشکر کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر آیا ہوں اور میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہم لوگوں سے محمد ﷺ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ یہ خیریت ہے کہ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جو ابوسفیان کے مکان میں چلا جائے اس کے لئے امان ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ لوگ میرے مکان میں آ کر پناہ لے لیں۔ ابوسفیان کے خاندان والوں نے کہا کہ تیرے مکان میں بھلا کتنے انسان آسکیں گے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کرلیں یا مسجد حرام میں داخل ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ ابوسفیان کا یہ بیان سن کر کوئی ابوسفیان کے مکان میں چلا گیا۔ کوئی مسجد حرام کی طرف بھاگا۔ کوئی اپنا ہتھیار زمین پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ ر10

حضور ﷺ کے اس اعلان رحمت نشان یعنی مکمل امن و امان کا فرمان جاری کر دینے کے بعد ایک قطرہ خون بہنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن عکرمہ بن ابو جہل و صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو اور جماش بن قیس نے مقام "خندمہ" میں مختلف قبائل کے اوباش کو جمع کیا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں سے دو آدمیوں حضرت کرز بن جابر فہری اور حبیش بن اشعر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا اور اسلامی لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیا۔ بخاری کی روایت میں انہی دو حضرات کی شہادت کا ذکر ہے مگر زرقانی وغیرہ کتابوں سے پتا چلتا ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار قریش نے قتل کر دیا۔ دو وہ جو اوپر ذکر کئے گئے اور ایک حضرت مسلمہ بن المیلاء رضی اللہ عنہ اور بارہ یا تیرہ کفار بھی مارے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ر11

حضور ﷺ نے جب دیکھا کہ تلواریں چمک رہی ہیں تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میں نے تو خالد بن

الولید رضی اللہ عنہ کو جنگ کرنے سے منع کر دیا تھا۔ پھر یہ تلواریں کیسی چل رہی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ پہل کفار کی طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے لڑنے کے سوا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا۔ یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ قضاء الٰہی یہی تھی اور خدا نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔ 12

مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع و سجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔ 13

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ارشاد فرمایا کہ "لاؤ" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں "سرکہ" کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ لاؤ۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجا لائے۔ پھر فرمایا کہ "سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے۔" پھر حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابوجہل کے بھائی) اور زہیر بن اُمیہ کو امان دے دی ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُم ہانی! رضی اللہ عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔ 14

بیت اللہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا "حجون" میں جس کو آج کل جنۃ المعلٰی کہتے ہیں "مسجد الفتح" کے قریب میں گاڑا گیا پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو

بٹھایا اور کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔ 15

یہ انقلاب زمانہ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جن کا لقب "بت شکن" ہے ان کی یادگار خانہ کعبہ کے اندرونِ حصار تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خلیل علیہ السلام کا جانشینِ جلیل ہونے کی حیثیت سے فرض اولین تھا کہ یادگار خلیل کو بتوں کی نجس اور گندی آلائشوں سے پاک کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھوکے مار مار کر گراتے جاتے تھے اور **جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا** کی آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے، یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ 16

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سب نکالے جائیں۔ چنانچہ وہ سب بت نکال باہر کئے گئے۔ انہی بتوں میں حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے مجسمے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں فال کھولنے کے تیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو مار ڈالے۔ ان کافروں کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال نہیں کھولا۔ جب تک ایک ایک بت کعبہ کے اندر سے نہ نکل گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کے اندر قدم نہیں رکھا جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہو گیا تو آپ اپنے ساتھ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اور عثمان بن طلحہ حجبی کو لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ 17

کعبہ مقدسہ کے اندر سے جب آپ باہر نکلے تو عثمان بن طلحہ کو بلا کر کعبہ کی کنجی ان کے ہاتھ میں عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزِعُهَا مِنْكُمْ إِلَّا ظَالِمٌ

لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم لوگوں میں رہے گی یہ کنجی تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔ 18

شہنشاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربارِ عام

اس کے بعد تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہنشاہ اسلام کی حیثیت سے حرم الٰہی میں سب سے پہلا دربارِ عام منعقد فرمایا جس میں افواج اسلام کے علاوہ ہزاروں کفار و مشرکین کے خواص وعوام کا ایک زبردست ازدحام تھا۔ اس شہنشاہی خطبہ میں آپ نے صرف اہل مکہ ہی سے نہیں بلکہ تمام اقوام عالم سے خطابِ عام فرماتے ہوئے یہ ارشاد

فرمایا کہ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے (حضور ﷺ) کی مدد کی اور کفار کے تمام لشکروں کو تنہا شکست دے دی، تمام فخر کی باتیں، تمام پرانے خونوں کا بدلہ، تمام پرانے خون بہا، اور جاہلیت کی رسمیں سب میرے پیروں کے نیچے ہیں۔ صرف کعبہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانا، یہ دو اعزاز اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور خاندانوں کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے ہیں۔"

اس کے بعد حضور ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قبیلے اور خاندان بنا دیئے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو لیکن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

بے شک اللہ نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام فرما دیا ہے۔ [19]

کفار مکہ سے خطاب

اس کے بعد شہنشاہ کونین ﷺ نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشراف قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید اور آپ کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفاکار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے در و دیوار دہل چکے تھے۔

حضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ ستم گار جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عدوان اور سرکشی وطغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین وانصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کووں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار ومہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک وخون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت وتاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت ﷺ کی نگاہِ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اُٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید وبیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے کہ اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔ سب کی للچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں۔ اور سب کے کان شہنشاہ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ﴾ [21]

آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار

ہوگئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکریہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے در و دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہوگیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

؎ کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا
جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جما لیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامان کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واگزار کر کے مہاجرین کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کر دیں۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتاب زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا؟ اے آسمان! للہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دور بین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردش لیل و نہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے؟ کہ یہ نبی جمال و جلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہان عالم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوت نظارہ دیتے ہیں کہ

؎ رفعت شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

دوسرا خطبہ

فتح مکہ کے دوسرے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں حرم کعبہ کے احکام و آداب کی تعلیم دی کہ حرم میں کسی کا خون بہانا، جانوروں کا مارنا، شکار کرنا، درخت کاٹنا، اذخر کے سوا کوئی گھاس کاٹنا حرام ہے اور اللہ عزوجل نے گھڑی بھر کے لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں جنگ کرنے کی اجازت دی پھر قیامت تک کے لئے کسی کو حرم

میں جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کو حرم بنا دیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس شہر میں خونریزی حلال کی گئی نہ میرے بعد قیامت تک کسی کے لئے حلال کی جائے گی۔ ر21

انصار کو فراق رسول ﷺ کا ڈر

انصار نے قریش کے ساتھ جب رسول اللہ ﷺ کے اس کریمانہ حسن سلوک کو دیکھا اور حضور ﷺ کچھ دنوں تک مکہ میں ٹھہر گئے تو انصار کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ پر اپنی قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مکہ میں اقامت فرمالیں اور ہم لوگ آپ ﷺ سے دور ہو جائیں جب حضور ﷺ کو انصار کے اس خیال کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! اے انصار!

اَلْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَ الْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ ۔

اب تو ہماری زندگی اور وفات تمہارے ہی ساتھ ہے۔ ر22

یہ سن کر فرط مسرت سے انصار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگوں نے جو کچھ دل میں خیال کیا یا زبان سے کہا اس کا سبب آپ کی ذات مقدسہ کے ساتھ ہمارا جذبہ عشق ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی جدائی کا تصور ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ ر23

کعبہ کی چھت پر اذان

جب نماز کا وقت آیا تو حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں۔ جس وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی ایمان افروز صدا بلند ہوئی تو حرم کے حصار اور کعبہ کے در و دیوار پر ایمانی زندگی کے آثار نمودار ہو گئے مگر مکہ کے وہ نو مسلم جو ابھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے اذان کی آواز سن کر ان کے دلوں میں غیرت کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عتاب بن اُسید نے کہا کہ خدا نے میرے باپ کی لاج رکھ لی کہ اس آواز کو سننے سے پہلے ہی اس کو دنیا سے اٹھا لیا اور ایک دوسرے سردار قریش کے منہ سے نکلا کہ "اب جینا بے کار ہے۔" ر24

اس کے بعد حضور ﷺ کے فیض صحبت سے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے دل میں نور ایمان کا سورج چمک اٹھا اور وہ صادق الایمان مسلمان بن گئے۔ چنانچہ مکہ سے روانہ ہوتے وقت حضور ﷺ نے انہی کو مکہ کا حاکم بنا دیا۔ ر25

بیعتِ اسلام

اس کے بعد حضور ﷺ کوہ صفا کی پہاڑی کے نیچے ایک بلند مقام پر بیٹھے اور لوگ جوق در جوق آکر آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔ مردوں کی بیعت ختم ہو چکی تو عورتوں کی باری آئی حضور ﷺ ہر بیعت کرنے والی عورت سے جب وہ تمام شرائط کا اقرار کر لیتی تو آپ ﷺ اس سے فرما دیتے تھے کہ قَدْ بَايَعْتُكِ میں نے تجھ سے بیعت لے لی۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! آپ ﷺ کے ہاتھ نے بیعت کے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ صرف کلام ہی سے بیعت فرما لیتے تھے۔ ر26

انہی عورتوں میں نقاب اوڑھ کر ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بھی بیعت کے لئے آئیں جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ وہی ہند ہیں جنہوں نے جنگِ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا شکم چاک کر کے ان کے جگر کو نکال کر چبا ڈالا تھا اور ان کے کان ناک کو کاٹ کر اور آنکھ کو نکال کر ایک دھاگہ میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔ جب یہ بیعت کے لئے آئیں تو حضور ﷺ سے نہایت دلیری کے ساتھ گفتگو کی۔ ان کا مکالمہ حسب ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ: تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا۔

ہند بنت عتبہ: یہ اقرار آپ نے مردوں سے تو نہیں لیا لیکن بہر حال ہم کو منظور ہے۔

رسول اللہ ﷺ: چوری مت کرنا۔

ہند بنت عتبہ: میں اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

رسول اللہ ﷺ: اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔

ہند بنت عتبہ: ہم نے تو بچوں کو پالا تھا اور جب وہ بڑے ہو گئے تو آپ نے جنگ بدر میں ان کو مار ڈالا۔ اب آپ جانیں اور وہ جانیں۔ ر27

بہر حال حضرت ابوسفیان اور ان کی بیوی ہند بنت عتبہ دونوں مسلمان ہو گئے (رضی اللہ عنہما) لہٰذا ان دونوں کے بارے میں بدگمانی یا ان دونوں کی شان میں بدزبانی روافض کا مذہب ہے۔ اہل سنت کے نزدیک ان دونوں کا شمار صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی فہرست میں ہے۔ ابتداء میں گو ان دونوں کے ایمان میں کچھ تذبذب رہا ہو مگر بعد میں یہ دونوں صادق الایمان مسلمان ہو گئے اور ایمان ہی پر ان دونوں کا خاتمہ ہوا۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا بارگاہ نبوت میں آئیں اور یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! روئے زمین پر آپ کے گھر والوں سے زیادہ کسی گھر والے کا ذلیل ہونا مجھے محبوب نہ تھا۔ مگر اب میرا یہ حال ہے کہ روئے زمین پر آپ کے گھر والوں سے زیادہ کسی گھر والے کا عزت دار ہونا مجھے پسند نہیں۔ [28]

اسی طرح حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں محدث ابن عساکر کی ایک روایت ہے کہ یہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے نکلے تو انہوں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ کونسی طاقت ان کے پاس ایسی ہے کہ یہ ہم پر غالب رہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں چھپے ہوئے خیال کو جان لیا اور قریب آ کر آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ہم خدا کی طاقت سے غالب آ جاتے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور محدث حاکم اور ان کے شاگرد امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ " کاش! میں ایک فوج جمع کر کے دوبارہ ان سے جنگ کرتا" ادھر ان کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ " اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کر دے گا۔" یہ سن کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ توبہ و استغفار کرنے لگے اور عرض کیا کہ مجھے اس وقت آپ کی نبوت کا یقین حاصل ہو گیا کیونکہ آپ نے میرے دل میں چھپے ہوئے خیال کو جان لیا۔ [29]

یہ بھی روایت ہے کہ جب سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش فرمایا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ پھر میں اپنے معبود عزیٰ کو کیا کروں گا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برجستہ فرمایا تھا کہ " تم عزیٰ پر پاخانہ پھر دینا" چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عزیٰ کو توڑنے کے لئے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو ساتھ میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے معبود عزیٰ کو توڑ ڈالا۔ یہ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے اور ابن ہشام کی روایت یہ ہے کہ عزیٰ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توڑا تھا۔ واللہ اعلم۔ [30]

بت پرستی کا خاتمہ

گزشتہ اوراق میں ہم تحریر کر چکے کہ خانہ کعبہ کے تمام بتوں اور دیواروں کی تصاویر کو توڑ پھوڑ کر اور مٹا کر مکہ کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کی لعنت سے پاک کر ہی دیا تھا لیکن مکہ کے اطراف میں بھی بت پرستی کے چند مراکز تھے یعنی لات، مناۃ، سواع، عزیٰ یہ چند بڑے بڑے بت تھے جو مختلف قبائل کے معبود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے لشکروں کو بھیج کر ان سب بتوں کو توڑ پھوڑ کر بت پرستی کے سارے طلسم کو تہس نہس کر دیا اور مکہ نیز اس کے اطراف و جوانب کے تمام بتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ 31

اس طرح بانی کعبہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مورث اعلیٰ کے مشن کو مکمل فرما دیا اور در حقیقت فتح مکہ کا سب سے بڑا یہی مقصد تھا کہ شرک و بت پرستی کا خاتمہ اور توحید خداوندی کا بول بالا ہو جائے۔ چنانچہ یہ عظیم مقصد بحمدہ تعالیٰ بدرجہ اتم حاصل ہو گیا۔

چند نا قابل معافی مجرمین

جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ مگر چند ایسے مجرمین تھے جن کے بارے میں تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری فرما دیا کہ یہ لوگ اگر اسلام نہ قبول کریں تو یہ لوگ جہاں بھی ملیں قتل کر دیئے جائیں خواہ وہ غلاف کعبہ ہی میں کیوں نہ چھپے ہوں۔ ان مجرموں میں سے بعض نے تو اسلام قبول کر لیا اور بعض قتل ہو گئے ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ تحریر کیا جاتا ہے:

1. "عبد العزیٰ بن خطل" یہ مسلمان ہو گیا تھا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے جانور وصول کرنے کے لئے بھیجا اور ساتھ میں ایک دوسرے مسلمان کو بھی بھیج دیا کسی بات پر دونوں میں تکرار ہو گئی تو اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا اور قصاص کے ڈر سے تمام جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ نکلا اور مرتد ہو گیا۔ فتح مکہ کے دن یہ بھی ایک نیزہ لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ لیکن مسلم افواج کا جلال دیکھ کر کانپ اٹھا اور نیزہ پھینک کر بھاگا اور کعبہ کے پردوں میں چھپ گیا۔ حضرت سعید بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما نے مل کر اس کو قتل کر دیا۔ 32
2. حویرث بن نقید یہ شاعر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو لکھا کرتا تھا اور خونی مجرم بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
3. مقیس بن صبابہ اس کو نمیلہ بن عبد اللہ نے قتل کیا۔ یہ بھی خونی تھا۔
4. حارث بن طلاطلہ یہ بھی بڑا ہی موذی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
5. قریبہ یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی یہ بھی قتل کی گئی۔

مکہ سے فرار ہو جانے والے

چار اشخاص مکہ سے بھاگ نکلے تھے ان لوگوں کا مختصر تذکرہ یہ ہے:

1 "عکرمہ بن ابی جہل" یہ ابوجہل کے بیٹے ہیں۔ اس لئے ان کی اسلام دشمنی کا کیا کہنا؟ یہ بھاگ کر یمن چلے گئے لیکن ان کی بیوی "اُمِ حکیم" جو ابوجہل کی بھتیجی تھیں انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے شوہر عکرمہ کے لئے بارگاہ رسالت میں معافی کی درخواست پیش کی۔ حضور ﷺ نے معاف فرمادیا۔ اُمِ حکیم خود یمن گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔ عکرمہ حیران رہ گئے اور انتہائی تعجب کے ساتھ کہا کہ کیا مجھ کو محمد (ﷺ) نے معاف کردیا! بہرحال اپنی بیوی کے ساتھ بارگاہ رسالت میں مسلمان ہوکر حاضر ہوئے حضور ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو بے حد خوش ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسم اطہر سے چادر گر پڑی۔ پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے خوشی خوشی حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت اسلام کی۔ 33

2 "صفوان بن امیہ" یہ امیہ بن خلف کے فرزند ہیں۔ اپنے باپ امیہ ہی کی طرح یہ بھی اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر جدہ چلے گئے۔ حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں ان کی سفارش پیش کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! قریش کا ایک رئیس صفوان مکہ سے جلاوطن ہوا چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کو بھی معافی عطا فرمادی اور امان کے نشان کے طور پر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو اپنا عمامہ عنایت فرمایا۔ چنانچہ وہ مقدس عمامہ لے کر "جدہ" گئے اور صفوان کو مکہ لے کر آئے صفوان جنگ حنین تک مسلمان نہیں ہوئے۔ لیکن اس کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ 34

3 "کعب بن زہیر" یہ ۹ ھ میں اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ آکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور ﷺ کی مدح میں اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" پڑھا۔ حضور ﷺ نے خوش ہوکر ان کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی۔ حضور ﷺ کی یہ چادر مبارک حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور سلطنت میں ان کو دس ہزار درہم پیش کیا کہ یہ مقدس چادر ہمیں دے دو۔ مگر انہوں نے صاف انکار کردیا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ چادر مبارک ہرگز ہرگز کسی کو نہیں دے سکتا۔ لیکن آخر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے وارثوں کو بیس ہزار درہم دے کر وہ چادر لے لی اور عرصہ دراز تک وہ چادر سلاطین اسلام کے پاس ایک مقدس تبرک بن کر باقی رہی۔ 35

4 "وحشی" یہی وہ وحشی ہیں جنہوں نے جنگِ اُحد میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا تھا۔ یہ بھی فتح مکہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے مگر پھر طائف کے ایک وفد کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو

کر مسلمان ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کی زبان سے اپنے چچا کے قتل کی خونی داستان سنی اور رنج وغم میں ڈوب گئے مگر ان کو بھی آپ نے معاف فرما دیا۔ لیکن یہ فرمایا کہ وحشی! تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اس کا بے حد ملال رہتا تھا۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مسیلمۃ الکذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لشکر اسلام نے اس ملعون سے جہاد کیا تو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بھی اپنا نیزہ لے کر جہاد میں شامل ہوئے اور مسیلمۃ الکذاب کو قتل کر دیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَقَتَلْتُ شَرَّ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ یعنی میں نے دور جاہلیت میں بہترین انسان (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور اپنے دور اسلام میں بدترین آدمی (مسیلمۃ الکذاب) کو قتل کیا۔ انہوں نے دربار اقدس میں اپنے جرائم کا اعتراف کر کے عرض کیا کہ کیا خدا مجھ جیسے مجرم کو بھی بخش دے گا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾﴾ 36

یعنی اے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر حد سے زیادہ گناہ کر لیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ۔ اللہ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ یقیناً بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔ 37

مکہ کا انتظام

حضور ﷺ نے مکہ کا نظم ونسق اور انتظام چلانے کے لئے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا حاکم مقرر فرما دیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ وہ نو مسلموں کو مسائل واحکام اسلام کی تعلیم دیتے رہیں۔ 38

اس میں اختلاف ہے کہ فتح کے بعد کتنے دنوں تک حضور اقدس ﷺ نے مکہ میں قیام فرمایا۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ سترہ دن تک آپ مکہ میں مقیم رہے۔ اور ترمذی کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ اٹھارہ دن آپ کا قیام رہا۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انیس دن آپ مکہ میں ٹھہرے۔ 39

ان تینوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں مکہ میں داخل ہونے اور مکہ سے روانگی کے دونوں دنوں کو شمار نہیں کیا ہے اس لئے سترہ دن مدت اقامت بتائی ہے اور ترمذی کی روایت میں مکہ میں آنے کے دن کو تو شمار کر لیا۔ کیونکہ آپ صبح کو مکہ میں داخل ہوئے تھے اور مکہ سے روانگی کے دن کو شمار نہیں کیا۔ کیونکہ آپ صبح سویرے ہی مکہ سے حنین کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور امام بخاری کی روایت میں آنے اور جانے کے

دونوں دنوں کو بھی شمار کر لیا گیا ہے۔ اس لئے انیس دن آپ مکہ میں مقیم رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی طرح اس میں بڑا اختلاف ہے کہ مکہ کونسی تاریخ میں فتح ہوا؟ اور آپ کس تاریخ کو مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے؟ امام بیہقی نے ۱۳ رمضان، امام مسلم نے ۱۶ رمضان، امام احمد نے ۱۸ رمضان بتایا اور بعض روایات میں ۱۷ رمضان اور ۱۸ رمضان بھی مروی ہے۔ مگر محمد بن اسحاق نے اپنے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ۲۰ رمضان ۸ ھ کو مکہ فتح ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (40)

حوالہ جات سبق نمبر 21

(1) بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۰۰

(2) زرقانی ج ۲ ص ۳۰۱ تا ص ۳۰۲

(3) زرقانی ج ۲ ص ۳۰۳

(4) بخاری ج ۲ ص ۶۱۳

(5) بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ باب این رکز النبی رایۃ

(6) زرقانی ج ۲ ص ۳۰۳

(7) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۰۳

(8) زرقانی ج ۲ ص ۳۰۶

(9) بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ باب این رکز النبی رایۃ

(10) زرقانی ج ۲ ص ۳۱۳

(11) بخاری ج ۲ ص ۶۱۳ و زرقانی ج ۲ ص ۳۱۰

(12) زرقانی ج ۲ ص ۳۱۰

(13) بخاری ج ۲ ص ۶۱۵

(14) زرقانی ج ۲ ص ۳۲۶

(15) بخاری ج ۲ ص ۶۱۴ وغیرہ

(16) بخاری ج ۲ ص ۶۱۴ فتح مکہ وغیرہ

(17) بخاری ج ۱ ص ۲۱۸

(18) زرقانی ج ۲ ص ۲۳۹

(19) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۱۲

(20) زرقانی ج ۲ ص ۳۲۸

(21) بخاری ج ۲ ص ۶۱۷ فتح مکہ

(22) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۱۶

(23) زرقانی ج ۲ ص ۳۳۳

(24) اصابہ تذکرہ عتاب بن اسید ج ۲ ص ۴۵۱

(25) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۱۳ و ص ۴۳۰

(26) بخاری ج ۱ ص ۳۷۵ کتاب الشروط

(27) طبری ج ۳ ص ۶۴۳ مختصراً

(28) بخاری ج ۱ ص ۵۳۹

(29) زرقانی ج ۲ ص ۳۳۶

(30) زرقانی ج ۲ ص ۳۳۹

(31) زرقانی ج ۲ ص ۳۳۷ تا ص ۳۳۹

(32) زرقانی ج ۲ ص ۳۲۲

(33) موطا امام مالک کتاب النکاح وغیرہ

(34) طبری ج ۳ ص ۶۴۵

(35) مدارج ج ۲ ص ۳۳۸

(36) الزمر: ۵۳

(37) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۰۲

(38) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۳

(39) بخاری ج ۲ ص ۶۱۵

(40) زرقانی ج ۲ ص ۲۹۹

مشق سبق نمبر 21

سوال نمبر 1 ذیل میں دیے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. مکہ پر حملہ کرتے وقت مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی؟

....

....

2. حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قریش کے بارے میں کیا فکر تھی؟

....

....

3. ابوسفیان اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کیا مکالمہ ہوا تھا؟

....

....

4. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرکہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

....

....

5. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے دن جو خطبہ دیا اس کا مضمون کیا تھا؟

....

....

6. مکہ سے فرار ہونے اشخاص کے نام کیا ہیں؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. اس لئے دن آپ مکہ میں مقیم رہے۔

☐ اکیس ☐ تئیس ☐ انیس ☐ بیس

2. حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور سلطنت میں ان کو دس ہزار درہم پیش کیا کہ یہ مقدس ہمیں دے دو

☐ قمیص ☐ چادر ☐ تلوار ☐ کتاب

3. اُمِ حکیم خود گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔

☐ کوفہ ☐ بصرہ ☐ یمن ☐ مکہ

4. انہوں نے کہا تھا کہ پھر میں اپنے معبود کو کیا کروں گا

☐ لات ☐ عزیٰ ☐ منات ☐ اساف

5. میں اپنے (ابوسفیان) کے مال میں سے کچھ لے لیا کرتی ہوں۔

☐ داماد ☐ بیٹے ☐ شوہر ☐ بھائی

6. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا "حجون" میں جس کو آج کل کہتے ہیں

☐ جنت البقیع ☐ جنت عدن ☐ جنت خلد ☐ جنۃ المعلیٰ

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
آج کعبہ میں خونریزی حلال کردی جائے گی۔	پھر راستہ میں بعض قبائل
اس کے لئے امان ہے	اب تو ہماری زندگی اور وفات
اس لشکر میں شامل ہو گئے ہوں	یہ دنیا کے سلاطین کا دربار نہیں ہے
بلکہ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ رحمت ہے	لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
تمہارے ہی ساتھ ہے	جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا
تم لوگوں میں رہے گی	آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. ....کی آواز سن کر ان کے دلوں میں غیرت کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔
2. عزیٰ کو حضرت............نے توڑا تھا۔
3. حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور سلطنت میں ان کو............درہم پیش کیا
4. حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اس کا بے حد............رہتا تھا۔
5. جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کے لئے............ہے۔
6. لیکن رسول کریم ﷺ جن کو قرآن نے............کے لقب سے یاد کیا ہے۔

ہجرت کا آٹھواں سال

حصہ سوم

۱ جنگِ حنین

"حنین" مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام "غزوہ ہوازن" بھی ہے۔ اس لئے کہ اس لڑائی میں "بنی ہوازن" سے مقابلہ تھا۔

فتح مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف کر رہے تھے اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر چونکہ عرب کے دلوں میں کعبہ کا بے حد احترام تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ پر کسی باطل پرست کا قبضہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے حضور ﷺ نے جب مکہ کو فتح کرلیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین ہوگیا اور وہ سب کے سب جوق در جوق بلکہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا سکیں۔

لیکن مقام حنین میں "ہوازن" اور "ثقیف" نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگجو اور فنون جنگ سے واقف تھے۔ ان لوگوں پر فتح مکہ کا اُلٹا اثر پڑا۔ ان لوگوں پر غیرت سوار ہوگئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کرلیا کہ فتح مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لئے ان لوگوں نے یہ طے کرلیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لئے بھیجا۔ جب

انہوں نے وہاں سے واپس آکر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کر لیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف ان تمام افواج کا سپہ سالار ہے اور سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا۔ "درید بن الصمہ" جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا بہادر تھا بطور مشیر کے میدانِ جنگ میں لایا گیا ہے اور یہ لوگ اپنی عورتوں بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدانِ جنگ میں لائے ہیں تاکہ کوئی سپاہی میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کر سکے۔

حضور ﷺ نے بھی شوال ۸ ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ دس ہزار تو مہاجرین وانصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان وشوکت کے ساتھ حنین کا رُخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ" آج بھلا ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔"

لیکن خداوند عالم عزوجل کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنی فوجوں کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ اس فخر و نازش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلہ ہوازن وثقیف کے تیر اندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لیکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفار مکہ جو لشکر اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ حضور تاجدار دو عالم ﷺ نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر خدا عزوجل کے رسول ﷺ کے پائے استقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ ﷺ اکیلے ایک لشکر بلکہ ایک عالم کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ ﷺ کی زَبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

؎ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ　　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی حالت میں آپ ﷺ نے داہنی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پکارا کہ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ فوراً آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں، یا رسول اللہ! پھر بائیں جانب رخ کر کے فرمایا کہ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فوراً آواز آئی کہ" ہم حاضر ہیں، یا

رسول اللہ! حضرت عباس رضی اللہ عنہ چونکہ بہت ہی بلند آواز تھے۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ انصار و مہاجرین کو پکارو۔ انہوں نے جو یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اور یَا لَلْمُهَاجِرِیْنَ کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس قدر تیزی کے ساتھ دوڑ پڑے کہ جن لوگوں کے گھوڑے ازدحام کی وجہ سے نہ مڑ سکے انہوں نے ہلکا ہونے کے لئے اپنی زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود کود کر دوڑے اور کفار کے لشکر پر جھپٹ پڑے اور اس طرح جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے کچھ قتل ہو گئے جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔ قبیلہ ثقیف کی فوجیں بڑی بہادری کے ساتھ جم کر مسلمانوں سے لڑتی رہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ستر بہادر کٹ گئے۔ لیکن جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اُکھڑ گئے۔ اور فتح مبین نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ر1

یہی وہ مضمون ہے جس کو قرآن حکیم نے نہایت مؤثر انداز میں بیان فرمایا کہ

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾﴾ ر2

اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول اور مسلمانوں پر اور ایسے لشکروں کو اتار دیا جو تمہیں نظر نہیں آئے اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

حنین میں شکست کھا کر کفار کی فوجیں بھاگ کر کچھ تو "اوطاس" میں جمع ہو گئیں اور کچھ "طائف" کے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئیں۔ اس لئے کفار کی فوجوں کو مکمل طور پر شکست دینے کے لئے "اوطاس" اور "طائف" پر بھی حملہ کرنا ضروری ہو گیا۔

جنگ اوطاس

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھوڑی سی فوج "اوطاس" کی طرف بھیج دی۔ درید بن الصمہ کئی ہزار کی فوج لے کر نکلا۔ درید بن الصمہ کے بیٹے نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے زانو پر ایک تیر مارا حضرت ابو عامر اشعری حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔ اپنے چچا کو زخمی دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ دوڑ کر

اپنے چچا کے پاس آئے اور پوچھا کہ چچا جان! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے بتایا کہ وہ شخص میرا قاتل ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جوش میں بھرے ہوئے اس کافر کو قتل کرنے کے لئے دوڑے تو وہ بھاگ نکلا۔ مگر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا پیچھا کیا اور یہ کہہ کر کہ اے او بھاگنے والے! کیا تجھ کو شرم اور غیرت نہیں آتی؟ جب اس کافر نے یہ گرم گرم طعنہ سنا تو ٹھہر گیا پھر دونوں میں تلوار کے دو دو ہاتھ ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آخر اس کو قتل کر کے دم لیا۔

پھر اپنے چچا کے پاس آئے اور خوشخبری سنائی کہ چچا جان! خدا نے آپ کے قاتل کا کام تمام کر دیا۔ پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا کے زانو سے وہ تیر کھینچ کر نکالا تو چونکہ زہر میں بجھایا ہوا تھا اس لئے زخم سے بجائے خون کے پانی بہنے لگا۔ حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو فوج کا سپہ سالار بنایا اور یہ وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور میرے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ یہ وصیت کی اور ان کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب اس جنگ سے فارغ ہو کر میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنے چچا کا سلام اور پیغام پہنچایا تو اس وقت تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بان کی چار پائی پر تشریف فرما تھے اور آپ کی پشت مبارک اور پہلوئے اقدس میں بان کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی منگا کر وضو فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ میں نے آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور اس طرح آپ نے دعا مانگی کہ "یا اللہ! عزوجل تو ابو عامر رضی اللہ عنہ کو قیامت کے دن بہت سے انسانوں سے زیادہ بلند مرتبہ بنا دے۔" یہ کرم دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے لئے بھی دعا فرما دیجئے؟ تو یہ دعا فرمائی کہ "یا اللہ! عزوجل تو عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو بخش دے اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما۔" عبداللہ بن قیس حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ ر3

بہر کیف حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے درید بن الصمہ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور اسلامی علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ درید بن الصمہ بڑھاپے کی وجہ سے ایک ہودج پر سوار تھا۔ اس کو حضرت ربیعہ بن رفیع رضی اللہ عنہ نے خود اسی کی تلوار سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد کفار کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیا اور سب گرفتار ہو گئے۔ ان قیدیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن حضرت "شیماء رضی اللہ عنہا" بھی تھیں۔ یہ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ جب لوگوں نے ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے نبی کی بہن ہوں۔ مسلمان ان کو شناخت کے لئے بارگاہ نبوت میں

لائے تو حضور ﷺ نے ان کو پہچان لیا اور جوشِ محبت میں آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آپ نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر ان کو بٹھایا اور کچھ اونٹ کچھ بکریاں ان کو دے کر فرمایا کہ تم آزاد ہو۔ اگر تمہارا جی چاہے تو میرے گھر پر چل کر رہو اور اگر اپنے گھر جانا چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں۔ انہوں نے اپنے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی تو نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ وہ ان کے قبیلے میں پہنچا دی گئیں۔ ر4

طائف کا محاصرہ

یہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ حنین سے بھاگنے والی کفار کی فوجیں کچھ تو اوطاس میں جا کر ٹھہری تھیں اور کچھ طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ گزیں ہو گئی تھیں۔ اوطاس کی فوجیں تو آپ پڑھ چکے کہ وہ شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئیں اور سب گرفتار ہو گئیں۔ لیکن طائف میں پناہ لینے والوں سے بھی جنگ ضروری تھی۔ اس لئے حضور ﷺ نے حنین اور اوطاس کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو "مقام جعرانہ" میں جمع کر کے طائف کا رخ فرمایا۔

طائف خود ایک بہت ہی محفوظ شہر تھا جس کے چاروں طرف شہر پناہ کی دیوار بنی ہوئی تھی اور یہاں ایک بہت ہی مضبوط قلعہ بھی تھا۔ یہاں کا رئیس اعظم عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو ابوسفیان کا داماد تھا۔ یہاں ثقیف کا جو خاندان آباد تھا وہ عزت و شرافت میں قریش کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا۔ کفار کی تمام فوجیں سال بھر کا راشن لے کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئی تھیں۔ اسلامی افواج نے طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا مگر قلعہ کے اندر سے کفار نے اس زور و شور کے ساتھ تیروں کی بارش شروع کر دی کہ لشکر اسلام اس کی تاب نہ لا سکا اور مجبوراً اس کو پسپا ہونا پڑا۔ اٹھارہ دن تک شہر کا محاصرہ جاری رہا مگر طائف فتح نہیں ہو سکا۔ حضور ﷺ نے جب جنگ کے ماہروں سے مشورہ فرمایا تو حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! "لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن اگر چھوڑ دی جائے تو بھی اس سے کوئی اندیشہ نہیں۔" یہ سن کر حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔ ر5

طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔ زخمیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہو گئے تھے۔ پھر اچھے بھی ہو گئے، لیکن ایک مدت کے بعد پھر ان کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسی زخم سے ان کی وفات ہو گئی۔ ر6

طائف کی مسجد

یہ مسجد جس کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا ایک تاریخی مسجد ہے۔ اس جنگ طائف میں ازواجِ مطہرات میں سے دو ازواج ساتھ تھیں حضرت اُمِ سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما ان دونوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خیمے گاڑے تھے اور جب تک طائف کا محاصرہ رہا آپ ان دونوں خیموں کے درمیان میں نمازیں پڑھتے رہے۔ جب بعد میں قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تو ان لوگوں نے اسی جگہ پر مسجد بنالی۔ ر7

جنگ طائف میں بت شکنی

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہ "ذوالکفین" کے بت خانہ کو برباد کردیں۔ یہاں عمر بن حممہ دوسی کا بت تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر بت خانہ کو منہدم کردیا اور بت کو جلادیا۔ بت کو جلاتے وقت وہ ان اشعار کو پڑھتے جاتے تھے:

يَاذَا الْكَفَيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَا
مِيْلَادُنَا اَقدم مِنْ مِيْلَادِكَا
اِنِّيْ حَشَوْتُ النَّارَ فِيْ فُؤَادِكَا

اے ذالکفین! میں تیرا بندہ نہیں ہوں میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے میں نے تیرے دل میں آگ لگادی ہے

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ چار دن میں اس مہم سے فارغ ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طائف میں پہنچ گئے۔ یہ "ذوالکفین" سے قلعہ توڑنے کے آلات منجنیق وغیرہ بھی لائے تھے۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلی یہی منجنیق ہے جو طائف کا قلعہ توڑنے کے لئے لگائی گئی۔ مگر کفار کی فوجوں نے تیراندازی کے ساتھ ساتھ گرم گرم لوہے کی سلاخیں پھینکنی شروع کردیں اس وجہ سے قلعہ توڑنے میں کامیابی نہ ہوسکی۔ ر8

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ طائف کے اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے بت خانے ہیں ان سب کو منہدم کردیں۔ چنانچہ آپ نے ان سب بتوں اور بت خانوں کو توڑ پھوڑ کر مسمار و برباد کردیا۔ اور جب لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دیر تک ان سے تنہائی میں گفتگو فرماتے رہے، جس سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ ر9 طائف سے روانگی کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض

کیا کہ یارسول اللہ! آپ قبیلہ ثقیف کے کفار کے لئے ہلاکت کی دعا فرما دیجئے۔ تو آپ نے دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا وَأْتِ بِھِمْ یا اللہ! عزوجل ثقیف کو ہدایت دے اور انکو میرے پاس پہنچادے۔ [10] چنانچہ آپ ﷺ کی یہ دعا مقبول ہوئی کہ قبیلہ ثقیف کا وفد مدینہ پہنچا اور پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

طائف سے محاصرہ اُٹھا کر حضور ﷺ "جعرانہ" تشریف لائے۔ یہاں اموال غنیمت کا بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں، کئی من چاندی، اور چھ ہزار قیدی۔ اسیرانِ جنگ کے بارے میں آپ ﷺ نے ان کے رشتہ داروں کے آنے کا انتظار فرمایا۔ لیکن کئی دن گزرنے کے باوجود جب کوئی نہ آیا تو آپ نے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمادینے کا حکم دے دیا مکہ اور اس کے اطراف کے نومسلم رئیسوں کو آپ نے بڑے بڑے انعاموں سے نوازا۔ یہاں تک کہ کسی کو تین سو اونٹ، کسی کو دو سو اونٹ، کسی کو سو اونٹ انعام کے طور پر عطا فرما دیا۔ اسی طرح بکریوں کو بھی نہایت فیاضی کے ساتھ تقسیم فرمایا۔ [11]

انصاریوں سے خطاب

جن لوگوں کو آپ ﷺ نے بڑے بڑے انعامات سے نوازا وہ عموماً مکہ والے نومسلم تھے۔ اس پر بعض نوجوان انصاریوں نے کہا کہ "رسول اللہ عزوجل و ﷺ قریش کو اس قدر عطا فرما رہے ہیں اور ہم لوگوں کا کچھ بھی خیال نہیں فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے۔" [12]

اور انصار کے کچھ نوجوانوں نے آپس میں یہ بھی کہا اور اپنی دل شکنی کا اظہار کیا کہ جب شدید جنگ کا موقع ہوتا ہے تو ہم انصاریوں کو پکارا جاتا ہے اور غنیمت دوسرے لوگوں کو دی جارہی ہے۔ [13]

آپ ﷺ نے جب یہ چرچا سنا تو تمام انصاریوں کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! کیا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے سرداروں میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے۔ ہاں چند نئی عمر کے لڑکوں نے ضرور کچھ کہہ دیا ہے۔ حضور ﷺ نے انصار کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے میرے ذریعہ سے خدا نے تم کو ہدایت دی، تم متفرق اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق واتحاد پیدا فرمایا، تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی بنا دیا۔ [14]

حضور ﷺ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار آپ کے ہر جملہ کو سن کر یہ کہتے جاتے تھے کہ اللہ اور رسول کا ہم پر

بہت بڑا احسان ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے انصار! تم لوگ یوں مت کہو، بلکہ مجھ کو یہ جواب دو کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو ہم لوگوں نے آپ کی تصدیق کی۔ جب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا تو ہم لوگوں نے آپ کو ٹھکانا دیا۔ جب آپ بے سروسامانی کی حالت میں آئے تو ہم نے ہر طرح سے آپ کی خدمت کی۔ لیکن اے انصاریو! میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں تم مجھے اس کا جواب دو۔ سوال یہ ہے کہ کیا تم لوگوں کو یہ پسند نہیں کہ سب لوگ یہاں سے مال و دولت لے کر اپنے گھر جائیں اور تم لوگ اللہ کے نبی کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔ خدا کی قسم! تم لوگ جس چیز کو لے کر اپنے گھر جاؤ گے وہ اس مال و دولت سے بہت بڑھ کر ہے جس کو وہ لوگ لے کر اپنے گھر جائیں گے۔

یہ سن کر انصار بے اختیار چیخ پڑے کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس پر راضی ہیں۔ ہم کو صرف اللہ عزوجل کا رسول چاہیے اور اکثر انصار کا تو یہ حال ہو گیا کہ وہ روتے روتے بے قرار ہو گئے اور آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ بالکل ہی نو مسلم ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو جو کچھ دیا ہے یہ ان کے استحقاق کی بنا پر نہیں ہے بلکہ صرف ان کے دلوں میں اسلام کی اُلفت پیدا کرنے کی غرض سے دیا ہے، پھر ارشاد فرمایا کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا اور اگر تمام لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں چلیں اور انصار کسی دوسری وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔ 15

قیدیوں کی رہائی

آپ جب اموالِ غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو چکے تو قبیلہ بنی سعد کے رئیس زہیر ابوصرد چند معززین کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسیران جنگ کی رہائی کے بارے میں درخواست پیش کی۔ اس موقع پر زہیر ابو صرد نے ایک بہت مؤثر تقریر کی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہا اے محمد! (ﷺ) آپ نے ہمارے خاندان کی ایک عورت حلیمہ کا دودھ پیا ہے۔ آپ نے جن عورتوں کو ان چھپروں میں قید کر رکھا ہے ان میں سے بہت سی آپ کی (رضاعی) پھوپھیاں اور بہت سی آپ کی خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم! اگر عرب کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ہمارے خاندان کی کسی عورت کا دودھ پیا ہوتا تو ہم کو اس سے بہت زیادہ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ ہماری توقعات وابستہ ہیں۔ لہٰذا آپ ان سب قیدیوں کو رہا کر دیجئے۔

زہیر کی تقریر سن کر حضور ﷺ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ لوگوں کا بہت زیادہ

انتظار کیا مگر آپ لوگوں نے آنے میں بہت زیادہ دیر لگا دی۔ بہر کیف میرے خاندان والوں کے حصہ میں جس قدر لونڈی غلام آئے ہیں۔ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔لیکن اب عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے وقت جب مجمع ہو تو آپ لوگ اپنی درخواست سب کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ نماز ظہر کے وقت ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی اور حضور ﷺ نے مجمع کے سامنے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ کو صرف اپنے خاندان والوں پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں کہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے یہ سن کر تمام انصار و مہاجرین اور دوسرے تمام مجاہدین نے بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل و ﷺ) ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ آپ ان لوگوں کو بھی آزاد فرما دیں۔اس طرح دفعۃً چھ ہزار اسیران جنگ کی رہائی ہوگئی۔ 16ر

بخاری شریف کی روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ دس دنوں تک "ہوازن" کے وفد کا انتظار فرماتے رہے۔ جب وہ لوگ نہ آئے تو آپ نے مالِ غنیمت اور قیدیوں کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما دیا۔اس کے بعد جب "ہوازن" کا وفد آیا اور انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان کر کے یہ درخواست پیش کی کہ ہمارے مال اور قیدیوں کو واپس کر دیا جائے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سچی بات ہی پسند ہے۔ لہٰذا سن لو! کہ مال اور قیدی دونوں کو تو میں واپس نہیں کر سکتا۔ ہاں ان دونوں میں سے ایک کو تم اختیار کر لو یا مال لے لو یا قیدی۔ یہ سن کر وفد نے قیدیوں کو واپس لینا منظور کیا۔اس کے بعد آپ نے فوج کے سامنے ایک خطبہ پڑھا اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانوں! یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ میں ان کے قیدیوں کو واپس کر دوں تو تم میں سے جو خوشی خوشی اس کو منظور کرے وہ اپنے حصہ کے قیدیوں کو واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ ان قیدیوں کے بدلے میں دوسرے قیدیوں کو لے کر ان کو واپس کرے تو میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھے جو غنیمت عطا فرمائے گا میں اس میں سے اس کا حصہ دوں گا۔ یہ سن کر ساری فوج نے کہہ دیا کہ یارسول اللہ! ہم سب نے خوشی خوشی سب قیدیوں کو واپس کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح پتا نہیں چلتا کہ کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی؟ لہٰذا تم لوگ اپنے اپنے چودھریوں کے ذریعہ مجھے خبر دو۔ چنانچہ ہر قبیلہ کے چودھریوں نے دربارِ رسالت میں آ کر عرض کر دیا کہ ہمارے قبیلہ والوں نے خوش دلی کے ساتھ اپنے حصہ کے قیدیوں کو واپس کر دیا ہے۔ 17ر

غیب داں رسول ﷺ

رسول اللہ عزوجل و ﷺ نے ہوازن کے وفد سے دریافت فرمایا کہ مالک بن عوف کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا

کہ وہ "ثقیف" کے ساتھ طائف میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مالک بن عوف کو خبر کر دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آ جائے تو میں اس کا سارا مال اس کو واپس دے دوں گا۔ اس کے علاوہ اس کو ایک سو اونٹ اور بھی دوں گا۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلمان ہو کر حاضر ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کل مال ان کے سپرد فرما دیا اور وعدہ کے مطابق ایک سو اونٹ اس کے علاوہ بھی عنایت فرمائے۔ مالک بن عوف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خلق عظیم سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا جس کے دو شعر یہ ہیں:

مَا اِنْ رَاَیْتُ وَ لَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٖ

اَوْفٰي وَ اَعْطٰي لِلْجَزِيْلِ اِذَا اجْتُدِي وَ مَتٰي تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِيْ غَدٖ

یعنی تمام انسانوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ میں نے دیکھا نہ سنا جو سب سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والے اور سب سے زیادہ مال کثیر عطا فرمانے والے ہیں۔ اور جب تم چاہو ان سے پوچھ لو وہ کل آئندہ کی خبر تم کو بتا دیں گے۔

روایت ہے کہ نعت کے یہ اشعار سن کر حضور علیہ السلام ان سے خوش ہو گئے اور ان کے لئے کلمات خیر فرماتے ہوئے انہیں بطور انعام ایک حلہ بھی عنایت فرمایا۔ [18]

عمرۂ جعرانہ

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور احرام باندھ کر مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے اور ذوالقعدہ ۸ ھ کو مدینہ میں داخل ہوئے۔ [19]

۸ ھ کے متفرق واقعات

1 اسی سال رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی۔ تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اتفاق سے جس دن ان کی وفات ہوئی سورج گرہن ہوا چونکہ عربوں کا عقیدہ تھا کہ کسی عظیم الشان انسان کی موت پر سورج گرہن لگتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا نتیجہ ہے۔

جاہلیت کے اس عقیدہ کو دور فرمانے کے لئے حضور ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ چاند اور سورج میں کسی کی موت وحیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ پڑھی۔ ر20

2 اسی سال حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ یہ صاحبزادی صاحبہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں۔ انہوں نے ایک فرزند جس کا نام "علی" تھا اور ایک لڑکی جن کا نام "امامہ" تھا، اپنے بعد چھوڑا۔ حضرت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پر عمل کیا۔ ر21

3 اسی سال مدینہ میں غلہ کی گرانی بہت زیادہ بڑھ گئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ غلہ کا بھاؤ مقرر فرما دیں تو حضور ﷺ نے غلہ کی قیمت پر کنٹرول فرمانے سے انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ!

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّزَّاقُ

اللہ وہی بھاؤ مقرر فرمانے والا ہے وہی روزی کو تنگ کرنے والا، کشادہ کرنے والا، روزی رساں ہے۔ ر23

4 بعض مؤرخین کے بقول اسی سال مسجد نبوی میں منبر شریف رکھا گیا۔ اس سے قبل حضور ﷺ ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے اور بعض مؤرخین کا قول ہے کہ منبر ۷ ھ میں رکھا گیا۔ یہ منبر لکڑی کا بنا ہوا تھا جو ایک انصاری عورت نے بنوا کر مسجد میں رکھوایا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ میں اس منبر کو تبرکاً ملک شام لے جاؤں مگر انہوں نے جب اس کو اس کی جگہ سے ہٹایا تو اچانک سارے شہر میں ایسا اندھیرا چھا گیا کہ دن میں تارے نظر آنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معذرت خواہ ہوئے اور انہوں نے اس منبر کے نیچے تین سیڑھیوں کا اضافہ کر دیا۔ جس سے منبر نبوی کی تینوں پرانی سیڑھیاں اوپر ہو گئیں تاکہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم جن سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اب دوسرا کوئی خطیب ان پر قدم نہ رکھے۔ جب یہ منبر بہت زیادہ پرانا ہو کر انتہائی کمزور ہو گیا تو خلفاء عباسیہ نے بھی اس کی مرمت کرائی۔ ر23

5 اسی سال قبیلہ عبد القیس کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا اور ان لوگوں کے حق میں یوں دعا فرمائی کہ "اے اللہ! عزوجل تو عبد القیس کو بخش دے" جب یہ لوگ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو اپنی

سواریوں سے کود کر دوڑ پڑے اور حضور ﷺ کے مقدس قدم کو چومنے لگے اور آپ ﷺ نے ان لوگوں کو منع نہیں فرمایا۔ [24]

توبہ کی فضیلت

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ عزوجل کے محبوب، منزہ عن العیوب ﷺ کا فرمان رحمت نشان ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ [25]

حوالہ جات سبق نمبر 22

(1) بخاری ج ۲ ص ۶۲۱ غزوہ طائف
(2) التوبہ: ۲۵، ۲۶
(3) بخاری ج ۲ ص ۶۱۹
(4) طبری ج ۳ ص ۲۶۸
(5) زرقانی ج ۳ ص ۳۳
(6) زرقانی ج ۳ ص ۳۰
(7) زرقانی ج ۳ ص ۳۱
(8) زرقانی ج ۳ ص ۳۱
(9) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۸
(10) مسلم ج ۲ ص ۳۰۷
(11) سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۸۹
(12) بخاری ج ۲ ص ۶۲۰
(13) بخاری ج ۲ ص ۶۲۱
(14) بخاری ج ۲ ص ۶۲۰
(15) بخاری ج ۲ ص ۶۲۰
(16) سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۸۸ و ص ۴۸۹
(17) بخاری ج ۱ ص ۴۴۵
(18) سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۹۱
(19) زرقانی ج ۳ ص ۳۱
(20) بخاری ج ۱ ص ۱۴۲
(21) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۵
(22) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۵
(23) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۷
(24) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۳۰
(25) سنن ابن ماجہ ص ۴۷۳۵

مشق سبق نمبر 22

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. درید بن الصمہ کون تھا؟

....

....

2. حضرت "شیماء" رضی اللہ عنہا کون تھیں؟

....

....

3. طائف کے محاصرہ میں کتنے مسلمان زخمی وشہید ہوئے؟

....

....

4. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف بن مالک کے لئے کیا وعدہ فرمایا تھا؟

....

....

5. حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کب وفات پائی اور ان کتنی اولاد تھی؟

....

....

6. توبہ کی فضیلت بیان کریں؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. جب یہ بہت زیادہ پرانا ہو کر انتہائی کمزور ہو گیا

☐ گھر ☐ منبر ☐ درخت ☐ تعلق

2. یہ سن کر وفد نے کو واپس لینا منظور کیا

☐ قیدیوں ☐ مال ☐ سامان ☐ جانور

3. حالانکہ ہماری سے خون ٹپک رہا ہے

☐ باتوں ☐ رویوں ☐ تلواروں ☐ کمانوں

4. یہاں کا رئیس اعظم عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو ابوسفیان کا تھا

☐ بیٹا ☐ بھائی ☐ چچا ☐ داماد

5. جب لوگوں نے ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے نبی کی ہوں

☐ خالہ ☐ پھوپھی ☐ بہن ☐ نواسی

6. باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں اٹھا سکیں

☐ ہاتھ ☐ زبان ☐ ہتھیار ☐ بوجھ

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

دوسرا کالم	پہلا کالم
خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی بنا دیا	آج بھلا ہم پر کون
آخر اس کو قتل کر کے دم لیا۔	تم مفلس تھے،
غالب آسکتا ہے	جس کے چاروں طرف
میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔	اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے
جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔	میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے
شہر پناہ کی دیوار بنی ہوئی تھی	اور دو ہزار نو مسلم تھے

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. تو میں ....کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا
2. کہ مجھ کو صرف اپنے ....والوں پر اختیار ہے
3. میری وفات کے بعد آپ حضرت ....سے نکاح کر لیں
4. یہ منبر ....کا بنا ہوا تھا جو ایک انصاری عورت نے بنوا کر مسجد میں رکھوایا تھا
5. گناہ سے ....کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں
6. اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ....جماعت کے ساتھ پڑھی

ہجرت کا نواں سال

حصہ اول

عاملوں کا تقرر

حضور ﷺ نے ۹ ھ محرم کے مہینے میں زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لئے عاملوں اور محصلوں کو مختلف قبائل میں روانہ فرمایا۔ ان امراء و عاملین کی فہرست میں مندرجہ ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن کو ابن سعد نے ذکر فرمایا ہے۔

1. حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو بنی تمیم کی طرف
2. حضرت یزید بن حصین رضی اللہ عنہ کو اسلم وغفار
3. حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو سلیم ومزینہ
4. حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ کو جہینہ کی طرف
5. حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بنی فزارہ
6. حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنی کلاب
7. حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنی کعب
8. حضرت ابن اللبتیہ رضی اللہ عنہ کو بنی ذبیان
9. حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو صنعاء
10. حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ کو حضرموت
11. حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو قبیلہ طی و بنی اسعد
12. حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ کو بنی حنظلہ
13. حضرت زبرقان رضی اللہ عنہ کو بنی سعد کے نصف حصہ
14. حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کو
15. حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین
16. حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نجران

یہ حضور شہنشاہ رسالت ﷺ کے امراء اور عاملین ہیں جن کو آپ ﷺ نے زکوٰۃ وصدقات و جزیہ وصول کرنے

کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ ر1

1 بنی تمیم کا وفد

محرم ۹ھ میں حضور ﷺ نے بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنی خزاعہ کے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے صدقات وصول کر کے جمع کئے کہ ناگہاں ان پر بنی تمیم نے حملہ کر دیا وہ اپنی جان بچا کر کسی طرح مدینہ آ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور ﷺ نے بنی تمیم کی سرکوبی کے لئے حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے بنی تمیم پر ان کے صحرا میں حملہ کر کے ان کے گیارہ مردوں، اکیس عورتوں اور تیس لڑکوں کو گرفتار کر لیا اور ان سب قیدیوں کو مدینہ لائے۔ ر2

اس کے بعد بنی تمیم کا ایک وفد مدینہ آیا جس میں اس قبیلے کے بڑے بڑے سردار تھے اور ان کا رئیس اعظم اقرع بن حابس اور ان کا خطیب "عطارد" اور شاعر "زبرقان بن بدر" بھی اس وفد میں ساتھ آئے تھے۔ یہ لوگ دندناتے ہوئے کاشانہ نبوت کے پاس پہنچ گئے اور چلانے لگے کہ آپ نے ہماری عورتوں اور بچوں کو کس جرم میں گرفتار کر رکھا ہے۔

اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ ہر چند حضرت بلال اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو منع کیا کہ تم لوگ کاشانۂ نبوی کے پاس شور نہ مچاؤ۔ نماز ظہر کے لئے خود حضور ﷺ مسجد میں تشریف لانے والے ہیں۔ مگر یہ لوگ ایک نہ مانے شور مچاتے ہی رہے جب آپ ﷺ باہر تشریف لا کر مسجد نبوی میں رونق افروز ہوئے تو بنی تمیم کا رئیس اعظم اقرع بن حابس بولا کہ اے محمد! ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم گفتگو کریں کیونکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ جس کی مدح کر دیں تو وہ مزین ہو جاتا ہے اور ہم لوگ جس کی مذمت کر دیں تو وہ عیب سے داغدار ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ غلط کہتے ہو۔ یہ خداوند تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ اس کی مدح زینت اور اس کی مذمت داغ ہے تم لوگ یہ کہو کہ تمہارا مقصد کیا ہے؟ یہ سن کر بنی تمیم کہنے لگے کہ ہم اپنے خطیب اور اپنے شاعر کو لے کر یہاں آئے ہیں تا کہ ہم اپنے قابل فخر کارناموں کو بیان کریں اور آپ اپنے مفاخر کو پیش کریں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ میں شعر و شاعری کے لئے بھیجا گیا ہوں نہ اس طرح کی مفاخرت کا مجھے خدا عزوجل کی طرف سے حکم ملا ہے۔ میں تو خدا کا رسول ہوں اس کے باوجود اگر تم یہی کرنا چاہتے ہو تو میں تیار ہوں۔

یہ سنتے ہی اقرع بن حابس نے اپنے خطیب عطارد کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کھڑے ہو کر اپنے مفاخر اور اپنے آباء و اجداد کے مناقب پر بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک دھواں دھار خطبہ پڑھا۔ آپ ﷺ نے انصار کے خطیب حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو جواب دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے اٹھ کر برجستہ ایسا فصیح و بلیغ اور موثر خطبہ دیا کہ بنی تمیم ان کے زورِ کلام اور مفاخر کی عظمت سن کر دنگ رہ گئے۔ اور ان کا خطیب عطارد بھی ہکا بکا ہو کر شرمندہ ہو گیا پھر بنی تمیم کا شاعر "زبرقان بن بدر" اٹھا اور اس نے ایک قصیدہ پڑھا۔ آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا تو انہوں نے فی البدیہہ ایک ایسا مرصع اور فصاحت و بلاغت سے معمور قصیدہ پڑھ دیا کہ بنی تمیم کا شاعر اُلو بن گیا۔ بالآخر اقرع بن حابس کہنے لگا کہ خدا کی قسم! محمد (ﷺ) کو غیب سے ایسی تائید و نصرت حاصل ہو گئی ہے کہ ہر فضل و کمال ان پر ختم ہے۔ بلاشبہ ان کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر ان لوگوں کی درخواست پر حضور ﷺ نے ان کے قیدیوں کو رہا فرما دیا اور یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے۔

انہی لوگوں کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ [3]

بے شک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [4]

حاتم طائی کی بیٹی اور بیٹا مسلمان

ربیع الآخر ۹ھ میں حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک سو پچاس سواروں کو اس لئے بھیجا کہ وہ قبیلہ "طی" کے بت خانہ کو گرا دیں۔ ان لوگوں نے شہر فلس میں پہنچ کر بت خانہ کو منہدم کر ڈالا اور کچھ اونٹوں اور بکریوں کو پکڑ کر اور چند عورتوں کو گرفتار کر کے یہ لوگ مدینہ لائے۔ ان قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم بھاگ کر ملکِ شام چلا گیا۔ حاتم طائی کی لڑکی جب بارگاہ رسالت میں پیش کی گئی تو اس نے

کہا یارسول اللہ! (ﷺ) میں "حاتم طائی" کی لڑکی ہوں۔ میرے باپ کا انتقال ہوگیا اور میرا بھائی "عدی بن حاتم" مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں ضعیفہ ہوں آپ مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ حضور ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور سفر کے لئے ایک اونٹ بھی عنایت فرمایا۔ یہ مسلمان ہوکر اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچی اور اس کو حضور ﷺ کے اخلاق نبوت سے آگاہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی بہت زیادہ تعریف کی۔ عدی بن حاتم اپنی بہن کی زبانی حضور علیہ السلام کے خلق عظیم اور عاداتِ کریمہ کے حالات سن کر بے حد متاثر ہوئے اور بغیر کوئی امان طلب کئے ہوئے مدینہ حاضر ہوگئے۔ لوگوں نے بارگاہ نبوت میں یہ خبر دی کہ عدی بن حاتم آ گیا ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے انتہائی کریمانہ انداز سے عدی بن حاتم کے ہاتھ کو اپنے دست رحمت میں لے لیا اور فرمایا کہ اے عدی! تم کس چیز سے بھاگے؟ کیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے تم بھاگے؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے؟ عدی بن حاتم نے کہا کہ "نہیں" پھر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہوگئے ان کے اسلام قبول کرنے سے حضور علیہ السلام کو اس قدر خوشی ہوئی کہ فرطِ مسرت سے آپ کا چہرۂ انور چمکنے لگا اور آپ نے ان کو خصوصی عنایات سے نوازا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بھی اپنے باپ حاتم کی طرح بہت ہی سخی تھے۔ حضرت امام احمد ناقل ہیں کہ کسی نے ان سے ایک سو درہم کا سوال کیا تو یہ خفا ہوگئے اور کہا کہ تم نے فقط ایک سو درہم ہی مجھ سے مانگا تم نہیں جانتے کہ میں حاتم کا بیٹا ہوں خدا کی قسم! میں تم کو اتنی حقیر رقم نہیں دوں گا۔ یہ بہت ہی شاندار صحابی ہیں، خلافت صدیق اکبر میں جب بہت سے قبائل نے اپنی زکوٰۃ روک دی اور بہت سے مرتد ہوگئے یہ اس دور میں بھی پہاڑ کی طرح اسلام پر ثابت قدم رہے اور اپنی قوم کی زکوٰۃ لاکر بارگاہ خلافت میں پیش کی اور عراق کی فتوحات اور دوسرے اسلامی جہادوں میں مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ۶۸ ھ میں ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وصال فرمایا اور صحاح ستہ کی ہر کتاب میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثیں مذکور ہیں۔ ر5

غزوۂ تبوک

"تبوک" مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ "تبوک" ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ "تبوک" ایک چشمہ کا نام ہے۔ ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں! یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا۔ طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو "جیش

العسرۃ" (تنگ دستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چونکہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی۔ اس وجہ سے اس کا ایک نام "غزوہ فاضحہ" (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لئے حضور ﷺ ماہ رجب ۹ ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔ (6)

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چونکہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کرلیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملکِ شام میں بہت بڑی فوج جمع کردی ہے۔ اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم وجذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔ ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کردینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

لیکن جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ اس وقت حجازِ مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہات سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہوگیا۔ مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیونکہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے۔ اس لیے حضور ﷺ نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

فہرست چندہ دہندگان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال اور گھر کا تمام اثاثہ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی لاکر بارگاہ نبوت میں پیش کردیئے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال اس چندہ میں دے دیا۔ منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنا نصف مال لے کر بارگاہ اقدس میں چلے تو اپنے دل میں یہ خیال کر کے چلے تھے کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا کیونکہ اس دن کاشانۂ فاروق میں اتفاق سے بہت زیادہ مال تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کتنا مال یہاں لائے اور کس قدر گھر پر چھوڑا؟

عرض کیا کہ یارسول اللہ! آدھا مال حاضر خدمت ہے اور آدھا مال اہل وعیال کے لئے گھر میں چھوڑ دیا ہے اور جب یہی سوال اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اِدَّخَرْتُ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اپنے گھر کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا بَیْنَکُمَا مَا بَیْنَ کَلِمَتَیْکُمَا تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلاموں میں فرق ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے مجاہدین کی سواری کے لئے اور ایک ہزار اشرفی فوج کے اخراجات کی مد میں اپنی آستین میں بھر کر لائے اور حضور علیہ السلام کی آغوش مبارک میں بکھیر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول فرما کر یہ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ ارْضِ عَنْ عُثْمَانَ فَاِنِّیْ عَنْہُ رَاضٍ اے اللہ تو عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں اس سے خوش ہو گیا ہوں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم دیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے گھر میں اس وقت اسی ہزار درہم تھے۔ آدھا بارگاہ اقدس میں لایا ہوں اور آدھا گھر پر بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم لائے اور اس میں بھی برکت عطا فرمائے جو تم نے گھر پر رکھا۔ اس دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت زیادہ مالدار ہو گئے۔

اسی طرح تمام انصار ومہاجرین نے حسب توفیق اس چندہ میں حصہ لیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات اتار اتار کر بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ نے کئی من کھجوریں دیں۔ اور حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ جو بہت ہی مفلس تھے فقط ایک صاع کھجور لے کر حاضر خدمت ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ! میں نے دن بھر پانی بھر بھر کر مزدوری کی تو دو صاع کھجوریں مجھے مزدوری میں ملی ہیں۔ ایک صاع اہل و عیال کو دے دی ہے اور یہ ایک صاع حاضر خدمت ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب نازک اپنے ایک مفلس جاں نثار کے اس نذرانہ خلوص سے بیحد متاثر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھجور کو تمام مالوں کے اوپر رکھ دیا۔ ر7

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ رازداری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام علانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا

ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کرلیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جیسا کہ لکھا جا چکا دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لئے سواریوں کا انتظام نہ ہو سکا۔ چنانچہ بہت سے جانباز مسلمان اسی بنا پر اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سروسامانی پر اس طرح بلبلا کر روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آہ وزاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔ چنانچہ قرآن مجید گواہ ہے کہ

﴿وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ 8

اور نہ ان لوگوں پر کچھ حرج ہے کہ وہ جب (اے رسول) آپ کے پاس آئے کہ ہم کو سواری دیجئے اور آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ واپس گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ افسوس ہمارے پاس خرچ نہیں ہے۔

تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لئے جا رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ

﴿اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِيَّ بَعْدِيْ﴾ 9

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لئے جا رہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام "ثنية الوداع" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین قسم قسم کے جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند حضرات رہ گئے ان میں یہ حضرات تھے، کعب بن مالک، ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع،

ابوخیثمہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تا کہ وہ چنگا ہو جائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ (10)

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر ناگہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام و چین سے بیٹھا رہوں اور خداعز وجل کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہو گئی کہ توشہ کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ (11)

راستے میں قوم عاد و ثمود کی وہ بستیاں ملیں جو قہر الٰہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے اس لئے کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب کی وادیوں سے جلد باہر نکل جائیں اور کوئی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔ اس غزوہ میں پانی کی قلت، شدید گرمی، سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

راستے کے چند معجزات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے الگ الگ چل رہے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے الگ ہی چلیں گے اور الگ ہی زندگی گزاریں گے اور الگ ہی وفات پائیں گے۔ چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو حکم دے دیا کہ آپ "ربذہ" میں رہیں آپ رضی اللہ عنہ ربذہ میں اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ کو غسل دے کر اور

ابوخیثمہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے ابوخیثمہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما تو بعد میں جا کر شریک جہاد ہو گئے لیکن تین اول الذکر نہیں گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کا اونٹ بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو چند دن چارہ کھلایا تاکہ وہ چنگا ہو جائے۔ جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا۔ مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر چل پڑے اور اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ 10

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے مگر وہ ایک دن شدید گرمی میں کہیں باہر سے آئے تو ان کی بیوی نے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر اس سایہ دار اور ٹھنڈی جگہ میں بیٹھے پھر ناگہاں ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آ گیا۔ اپنی بیوی سے کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ میں تو اپنی چھپر میں ٹھنڈک اور سایہ میں آرام و چین سے بیٹھا رہوں اور خدا عزوجل کے مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دھوپ کی تمازت اور شدید لو کے تھپیڑوں میں سفر کرتے ہوئے جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں ایک دم ان پر ایسی ایمانی غیرت سوار ہو گئی کہ توشہ کے لئے کھجور لے کر ایک اونٹ پر سوار ہو گئے اور تیزی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ لشکر والوں نے دور سے ایک شتر سوار کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوخیثمہ ہوں گے اس طرح یہ بھی لشکر اسلام میں پہنچ گئے۔ (11)

راستے میں قوم عاد و ثمود کی وہ بستیاں ملیں جو قہر الٰہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے اس لئے کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب کی وادیوں سے جلد باہر نکل جائیں اور کوئی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔ اس غزوہ میں پانی کی قلت، شدید گرمی، سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

راستے کے چند معجزات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے الگ الگ چل رہے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے الگ ہی چلیں گے اور الگ ہی زندگی گزاریں گے اور الگ ہی وفات پائیں گے۔ چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو حکم دے دیا کہ آپ "ربذہ" میں رہیں آپ رضی اللہ عنہ ربذہ میں اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ کو غسل دے کر اور

درخت کی شاخ میں الجھی ہوئی ہے۔

تبوک کا چشمہ

جب حضور ﷺ تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ رسول اللہ ﷺ جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہہ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگوا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی۔ پھر حکم دیا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو۔ لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔ ر14

رومی لشکر ڈر گیا

حضورِ اقدس ﷺ نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ مگر دور دور تک رومی لشکروں کا کوئی پتا نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آ رہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر اس قدر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواجِ الٰہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ اسی سفر میں "یلہ" کا سردار جس کا نام "یحنہ" تھا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کر لیا اور ایک سفید خچر بھی دربارِ رسالت میں نذر کیا جس کے صلہ میں تاجدارِ دو عالم ﷺ نے اس کو اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی اور اس کو ایک دستاویز تحریر فرما کر عطا فرمائی کہ وہ اپنے گرد و پیش کے سمندر سے ہر قسم کے فوائد حاصل کرتا رہے۔ ر15

اسی طرح "جرباء" اور "اذرح" کے عیسائیوں نے بھی حاضرِ خدمت ہو کر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک سو بیس سواروں کے ساتھ "دومۃ الجندل" کے بادشاہ "اکیدر بن عبد الملک" کی طرف روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ رات میں نیل گائے کا شکار کر رہا ہوگا تم اس کے پاس پہنچو تو اس کو قتل مت کرنا بلکہ اس کو زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لانا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چاندنی رات میں اکیدر اور اس کے بھائی حسان کو شکار کرتے ہوئے پا لیا۔ حسان نے چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے جنگ

شروع کردی۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کو توقتل کر دیا مگر اکیدر کو گرفتار کرلیا اور اس شرط پر اس کو رہا کیا کہ وہ مدینہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر صلح کرے۔ چنانچہ وہ مدینہ آیا اور حضور ﷺ نے اس کو امان دی۔ 16

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے۔ جب حضور ﷺ تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں نزولِ جلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے کسی سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک و ہلال بن امیہ و مرارہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم کا پچاس دنوں تک آپ ﷺ نے بائیکاٹ فرما دیا۔ پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ 17

جب حضور علیہ السلام مدینہ کے قریب پہنچے اور اُحد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا کہ ہٰذا **اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّہٗ** یہ اُحد ہے۔ یہ ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے مدینہ کی سرزمین میں قدم رکھا تو عورتیں، بچے اور لونڈی غلام سب استقبال کے لئے نکل پڑے اور استقبالیہ نظمیں پڑھتے ہوئے آپ کے ساتھ مسجد نبوی تک آئے۔ جب آپ ﷺ مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر تشریف فرما ہو گئے۔ تو حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا اور اہل مدینہ نے بخیر و عافیت اس دشوار گزار سفر سے آپ ﷺ کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا اور ان منافقین کے بارے میں جو جھوٹے بہانے بنا کر اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بارگاہ نبوت میں قسمیں کھا کھا کر عذر پیش کر رہے تھے قہر و غضب میں بھری ہوئی قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئیں اور ان منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔

ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی قبر

غزوۂ تبوک میں بجز ایک حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے نہ کسی صحابی کی شہادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کون تھے؟ اور ان کی وفات اور دفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ ایک بہت ہی ذوق آفریں اور لذیذ حکایت ہے۔ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے اور اپنے چچا کی پرورش میں تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے اور اسلام کا چرچا سنا تو ان کے دل میں بت پرستی سے نفرت اور اسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مگر ان کا چچا بہت ہی کٹر کافر تھا۔ اس کے خوف سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے اپنے چچا کو ترغیب دی کہ تم بھی دامن اسلام میں آ جاؤ کیونکہ میں قبول اسلام کے لئے بہت ہی بے

قرار ہوں۔ یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے ایک کمبل مانگ کر اس کو دو ٹکڑے کر کے آدھے کو تہبند اور آدھے کو چادر بنالیا اور اسی لباس میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ رات بھر مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے۔ نماز فجر کے وقت جب جمالِ محمدی کے انوار سے ان کی آنکھیں منور ہوئیں تو کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنا نام عبدالعزیٰ بتا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین (دو کمبلوں والا) ہے۔ حضور ﷺ ان پر بہت کرم فرماتے تھے اور یہ مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کی جماعت کے ساتھ رہنے لگے اور نہایت بلند آواز سے ذوق و شوق کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو کر چل پڑے اور بڑے ہی ذوق وشوق اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ درخواست کی کہ یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ مجھے خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کسی درخت کی چھال لاؤ۔ وہ تھوڑی سی ببول کی چھال لائے۔ آپ ﷺ نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی اور دعا کی کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا مقصد تو شہادت ہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم جہاد کے لئے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مرو گے جب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ خدا عزوجل کی شان کہ جب حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ تبوک میں پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا کہ حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور خود بہ نفس نفیس حضورِ اکرم ﷺ ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اپنے دستِ مبارک سے لحد میں سلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی کہ یااللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش! ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔ [18]

مسجد ضرار

منافقوں نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے مسجد قباء کے مقابلہ میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جو درحقیقت منافقین کی سازشوں اور ان کی دسیسہ کاریوں کا ایک زبردست اڈہ تھا۔ ابو عامر راہب جو انصار میں

سے عیسائی ہو گیا تھا جس کا نام حضور ﷺ نے ابو عامر فاسق رکھا تھا اس نے منافقین سے کہا کہ تم لوگ خفیہ طریقے پر جنگ کی تیاریاں کرتے رہو۔ میں قیصر روم کے پاس جا کر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں تا کہ اس ملک سے اسلام کا نام ونشان مٹا دوں۔ چنانچہ اسی مسجد میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف منافقین کمیٹیاں کرتے تھے اور اسلام و بانیٔ اسلام ﷺ کا خاتمہ کر دینے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔

جب حضور علیہ السلام جنگ تبوک کے لئے روانہ ہونے لگے تو مکار منافقوں کا ایک گروہ آیا اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بارگاہ اقدس میں یہ درخواست پیش کی کہ یا رسول اللہ! ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ چل کر ایک مرتبہ اس مسجد میں نماز پڑھا دیں تا کہ ہماری یہ مسجد خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس وقت تو میں جہاد کے لئے گھر سے نکل چکا ہوں لہٰذا اس وقت تو مجھے اتنا موقع نہیں ہے۔ منافقین نے کافی اصرار کیا مگر آپ ﷺ نے ان کی اس مسجد میں قدم نہیں رکھا۔ جب آپ ﷺ جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین کی چالبازیوں اور ان کی مکاریوں، دغابازیوں کے بارے میں "سورۂ توبہ" کی بہت سی آیات نازل ہو گئیں اور منافقین کے نفاق اور ان کی اسلام دشمنی کے تمام رموز و اسرار بے نقاب ہو کر نظروں کے سامنے آ گئے۔ اور ان کی اس مسجد کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ﴾ [19]

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے بنائی اور اس مقصد سے کہ جو لوگ پہلے ہی سے خدا اور اس کے رسول سے جنگ کر رہے ہیں ان کیلئے ایک کمین گاہ ہاتھ آ جائے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے

﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ [20]

اور خدا گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں آپ کبھی بھی اس مسجد میں نہ کھڑے ہوں وہ مسجد (مسجد قباء) جسکی بنیاد پہلے ہی دن سے پرہیز گاری پر رکھی ہوئی ہے وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اسمیں ایسے لوگ ہیں جو پاکی کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاکی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس آیت کے نازل ہو جانے کے بعد حضور اقدس ﷺ نے حضرت مالک بن دخشم و حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ اس مسجد کو منہدم کر کے اس میں آگ لگا دیں۔ ر21

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امیر الحج

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد حضور علیہ السلام نے ذوالقعدہ ۹ ھ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "امیر الحج" اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو "نقیب اسلام" اور حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلم بنا دیا اور اپنی طرف سے قربانی کے لئے بیس اونٹ بھی بھیجے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حرم کعبہ اور عرفات و منیٰ میں خطبہ پڑھا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور "سورۂ براءت" کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ اب کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا نہ کوئی برہنہ بدن اور ننگا ہو کر طواف کر سکے گا اور چار مہینے کے بعد کفار و مشرکین کے لئے امان ختم کر دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اعلان کی اس قدر زور زور سے منادی کی کہ ان لوگوں کا گلا بیٹھ گیا۔ اس اعلان کے بعد کفار و مشرکین فوج در فوج آ کر مسلمان ہونے لگے۔ ر22

۹ ھ کے واقعات متفرقہ

1. اس سال پورے ملک میں ہر طرف امن و امان کی فضا پیدا ہو گئی اور زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین اور محصلوں کا تقرر ہوا۔
2. جو غیر مسلم قومیں اسلامی سلطنت کے زیر سایہ رہیں ان کے لئے جزیہ کا حکم نازل ہوا اور قرآن کی یہ آیت اتری کہ
   ﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ﴾ ر23
3. سود کی حرمت نازل ہوئی اور اس کے ایک سال بعد ۱۰ ھ میں "حجۃ الوداع" کے موقع پر اپنے خطبوں میں حضور ﷺ نے اس کا خوب خوب اعلان فرمایا۔ ر24
4. حبشہ کا بادشاہ جن کا نام حضرت اصحمہ رضی اللہ عنہ تھا۔ جن کے زیر سایہ مسلمان مہاجرین نے چند سال حبشہ میں پناہ لی تھی ان کی وفات ہو گئی۔ حضور ﷺ نے مدینہ میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔
5. اسی سال منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی مر گیا۔ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ان کی

دلجوئی کے واسطے حضور علیہ السلام نے اس منافق کے کفن کے لئے اپنا پیرہن عطا فرمایا اور اس کی لاش کو اپنے زانوئے اقدس پر رکھ کر اس کے کفن میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار منع کرنے کے باوجود چونکہ ابھی تک ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی لیکن اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوگئی کہ

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [24]

(اے رسول) ان (منافقوں) میں سے جو مریں کبھی آپ ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیے اور انکی قبر کے پاس آپ کھڑے بھی نہ ہوں یقیناً ان لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور کفر کی حالت میں یہ لوگ مرے ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد پھر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی نہ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے۔ [25]

حوالہ جات سبق نمبر 23

(1) اصح السیر ص ۳۳۵
(2) زرقانی ج ۳ ص ۴۳
(3) الحجرات: ۴،۵
(4) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۳۲
(5) زرقانی ج ۳ ص ۵۳ و مدارج ج ۲ ص ۳۳۷
(6) زرقانی ج ۳ ص ۶۳
(7) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۵ تا ص ۳۴۶
(8) التوبہ: ۹
(9) بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ غزوہ تبوک
(10) زرقانی ج ۳ ص ۷۱
(11) زرقانی ج ۳ ص ۷۱
(12) سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۵۲۴
(13) زرقانی ج ۳ ص ۷۳
(14) زرقانی ج ۳ ص ۷۶
(15) بخاری ج ۱ ص ۴۴۸
(16) زرقانی ج ۳ ص ۷۷ و ص ۷۸
(17) بخاری ج ۲ ص ۶۳۴ تا ص ۶۳۷
(18) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۵۰ و ص ۳۵۱
(19) التوبہ: ۱۰۷
(20) التوبہ: ۱۰۸
(21) زرقانی ج ۳ ص ۸۰
(22) طبری ج ۲ ص ۱۷۲۱ و زرقانی ج ۳ ص ۹۰ تا ۹۳
(23) التوبہ: ۲۹
(24) التوبہ: ۸۴
(25) بخاری ج ۱ ص ۱۶۹ و ص ۱۸۰

مشق سبق نمبر 23

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. اقرع بن حابس نے حضور ﷺ کی شان میں کیا کلمات کہے تھے؟

....

....

2. غزوۂ تبوک کو اور کیا کیا نام دیئے گئے تھے؟

....

....

3. غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کتنا کتنا مال پیش کیا؟

....

....

4. حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا غزوہ تبوک میں شریک ہونے کا قصہ لکھیں؟

....

....

5. تبوک کے چشمے کے متعلق آپ ﷺ نے کیا حکم ارشاد فرمایا؟

....

....

6. مسجد ضرار کس نے بنائی اور اس کا انجام کیا ہوا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. حضور ﷺ نے میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

☐ مکہ ☐ مدینہ ☐ تبوک ☐ حنین

2. جب تم جہاد کے لئے نکلے ہو تو اگر میں بھی مروگے جب بھی تم شہید ہی ہوگے

☐ طاعون ☐ بخار ☐ سردرد ☐ پیٹ درد

3. اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر تھے۔

☐ نئے مسلمان ☐ ناواقف لوگ ☐ منافقین ☐ اعرابی

4. لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو کو ہاتھ نہ لگائے

☐ مال غنیمت ☐ پانی ☐ تلوار ☐ ہتھیار

5. اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر کے لئے جارہا ہوں۔

☐ حج ☐ نماز ☐ سفر ☐ جہاد

6. اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

☐ اپیل ☐ چندہ ☐ اعلان ☐ مطالبہ

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
کئی من کھجوریں دیں	ہم لوگ جس کی مذمت کردیں
وہ عیب سے داغدار ہو جاتا ہے۔	چنانچہ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے
مطیع وفرمانبردار ہو گئے	اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے
اپنا آدھا مال اس چندہ میں دے دیا۔	تو حضور ﷺ نے فرمایا
تنہا قبر سے اُٹھے گا	حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ نے
کہ ابوخیثمہ ہوں گے	تو تنہا چلے گا، تنہا مرے گا،

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگوا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں .... فرمائی۔
2. اور ان منافقوں کے .... کا پردہ چاک ہو گیا۔
3. یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو .... کر کے گھر سے نکال دیا۔
4. انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا مقصد تو .... ہی ہے۔
5. جس کا نام حضور ﷺ نے ابو عامر .... رکھا تھا۔
6. دغابازیوں کے بارے میں .... کی بہت سی آیات نازل ہو گئیں۔

ہجرت کا نواں سال

حصہ دوم

وفود العرب

حضور اقدس ﷺ تبلیغ اسلام کے لئے تمام اطراف و اکناف میں مبلغین اسلام اور عاملین و مجاہدین کو بھیجا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل تو مبلغین کے سامنے ہی دعوتِ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاتے تھے مگر بعض قبائل اس بات کے خواہش مند ہوتے تھے کہ براہِ راست خود بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کریں۔ چنانچہ کچھ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے نمائندہ بن کر مدینہ منورہ آتے تھے اور خود بانی اسلام ﷺ کی زبانِ فیض ترجمان سے دعوتِ اسلام کا پیغام سن کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور پھر اپنے اپنے قبیلوں میں واپس جا کر پورے قبیلہ والوں کو مشرف بہ اسلام کرتے تھے۔ انہی قبائل کے نمائندوں کو ہم "وفود العرب" کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

اس قسم کے وفود اور نمائندگان قبائل مختلف زمانوں میں مدینہ منورہ آتے رہے مگر فتح مکہ کے بعد ناگہاں سارے عرب کے خیالات میں ایک عظیم تغیر واقع ہو گیا اور سب لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے کیونکہ اسلام کی حقانیت واضح اور ظاہر ہو جانے کے باوجود بہت سے قبائل محض قریش کے دباؤ اور اہل مکہ کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ فتح مکہ نے اس رکاوٹ کو بھی دور کر دیا اور اب دعوتِ اسلام اور قرآن کے مقدس پیغام نے گھر گھر پہنچ کر اپنی حقانیت اور اعجازی تصرفات سے سب کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو

ایک لمحہ کے لئے اسلام کا نام سننا اور مسلمانوں کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے آج پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور جوق در جوق بلکہ فوج در فوج حضور ﷺ کی خدمت میں دور و دراز کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی شکل میں آنے لگے اور برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش بننے لگے چونکہ اس قسم کے وفود اکثر و بیشتر فتح مکہ کے بعد ۹ ھ میں مدینہ منورہ آئے اس لئے ۹ ھ کو لوگ "سنۃ الوفود" (نمائندہ کا سال) کہنے لگے۔ اس قسم کے وفود کی تعداد میں مصنفین سیرت کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ان وفود کی تعداد ساٹھ سے زیادہ بتائی ہے۔ ر1

اور علامہ قسطلانی و حافظ ابن قیم نے اس قسم کے چودہ وفود کا تذکرہ کیا ہے ہم بھی اپنی اس مختصر کتاب میں چند وفود کا تذکرہ کرتے ہیں۔

استقبالِ وفود

حضور سیدِ عالم ﷺ قبائل سے آنے والے وفود کے استقبال، اور ان کی ملاقات کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر وفد کے آنے پر آپ ﷺ نہایت ہی عمدہ پوشاک زیب تن فرما کر کاشانہ اقدس سے نکلتے اور اپنے خصوصی اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیتے تھے کہ بہترین لباس پہن کر آئیں پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانوں میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے اور ان مہمانوں سے ملاقات کے لئے مسجد نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے پھر ہر ایک وفد سے نہایت ہی خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور پھر ان کو ضروری عقائد و احکامِ اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے اور ہر وفد کو ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف اور انعامات کے طور پر عطا فرماتے۔

وفد ثقیف

جب حضور ﷺ جنگِ حنین کے بعد طائف سے واپس تشریف لائے اور "جعرانہ" سے عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو راستے ہی میں قبیلہ ثقیف کے سردار اعظم "عروہ بن مسعود ثقفی" رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر برضا و رغبت دامن اسلام میں آ گئے۔ یہ بہت ہی شاندار اور باوفا آدمی تھے اور ان کا کچھ تذکرہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم تحریر کر چکے ہیں۔ انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے

اجازت عطا فرمائیں کہ میں اب اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور یہ وہیں سے لوٹ کر اپنے قبیلہ میں گئے اور اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس علانیہ دعوت اسلام کو سن کر قبیلہ ثقیف کے لوگ غیظ وغضب میں بھر کر اس قدر طیش میں آ گئے کہ چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کرنے لگے یہاں تک کہ ان کو ایک تیر لگا اور یہ شہید ہو گئے۔ قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے ان کو قتل تو کر دیا لیکن پھر یہ سوچا کہ تمام قبائل عرب اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اب ہم بھلا اسلام کے خلاف کب تک اور کتنے لوگوں سے لڑتے رہیں گے؟ پھر مسلمانوں کے انتقام اور ایک لمبی جنگ کے انجام کو سوچ کر دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس لئے ان لوگوں نے اپنے ایک معزز رئیس عبد یالیل بن عمرو کو چند ممتاز سرداروں کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا۔ اس وفد نے مدینہ پہنچ کر بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ ہم اس شرط پر اسلام قبول کرتے ہیں کہ تین سال تک ہمارے بت "لات" کو توڑا نہ جائے۔

آپ نے اس شرط کو قبول فرمانے سے صاف انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسلام کسی حال میں بھی بت پرستی کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بت تو ضرور توڑا جائے گا یہ اور بات ہے کہ تم لوگ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑو بلکہ میں حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہما) کو بھیج دوں گا وہ اس بت کو توڑ ڈالیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کو جو اس قوم کے ایک معزز اور ممتاز فرد تھے اس قبیلے کا امیر مقرر فرما دیا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طائف بھیجا اور ان دونوں حضرات نے ان کے بت "لات" کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ (2)

وفد کندہ

یہ لوگ یمن کے اطراف میں رہتے تھے۔ اس قبیلے کے ستر یا اسی سوار بڑے ٹھاٹھ باٹ کے ساتھ مدینہ آئے۔ خوب بالوں میں کنگھی کئے ہوئے اور ریشمی گوٹ کے جبے پہنے ہوئے، ہتھیاروں سے سجے ہوئے مدینہ کی آبادی میں داخل ہوئے۔ جب یہ لوگ دربار رسالت میں باریاب ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ سب نے عرض کیا کہ "جی ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم لوگوں نے یہ ریشمی لباس کیوں پہن رکھا ہے؟ یہ سنتے ہی ان لوگوں نے اپنے جبوں کو بدن سے اتار دیا اور ریشمی گوٹوں کو پھاڑ پھاڑ کر جبوں سے الگ کر دیا۔ (3)

وفد بنی اشعر

یہ لوگ یمن کے باشندے اور "قبیلہ اشعر" کے معزز اور نامور حضرات تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے تو جوشِ محبت اور فرطِ عقیدت سے رجز کا یہ شعر آواز ملا کر پڑھتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے کہ

ع غَدًا نَلْقِي الْأَحِبَّة مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَ

کل ہم لوگ اپنے محبوبوں سے یعنی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ملاقات کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ یمن والے آ گئے۔ یہ لوگ بہت ہی نرم دل ہیں ایمان تو یمنیوں کا ایمان ہے اور حکمت بھی یمنیوں میں ہے۔ بکری پالنے والوں میں سکون و وقار ہے اور اونٹ پالنے والوں میں فخر اور گھمنڈ ہے۔

چنانچہ اس ارشاد نبوی کی برکت سے اہل یمن علم و صفائی قلب اور حکمت و معرفت الٰہی کی دولتوں سے ہمیشہ مالا مال رہے۔ خاص کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہ یہ نہایت ہی خوش آواز تھے اور قرآن شریف ایسی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا کوئی ہم مثل نہ تھا۔ علم عقائد میں اہل سنت کے امام شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ انہی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ [4]

وفد بنی اسد

اس قبیلے کے چند اشخاص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی خوش دلی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ لیکن پھر احسان جتانے کے طور پر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اتنے سخت قحط کے زمانے میں ہم لوگ بہت ہی دور دراز سے مسافت طے کر کے یہاں آئے ہیں۔ راستے میں ہم لوگوں کو کہیں شکم سیر ہو کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوا اور بغیر اس کے کہ آپ کا لشکر ہم پر حملہ آور ہوا ہو ہم لوگوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان لوگوں کے اس احسان جتانے پر خداوند قدوس نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

﴿ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [5]

اے محبوب! یہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے۔ آپ فرما دیجئے کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

وفد فزارہ

یہ لوگ عیینہ بن حصن فزاری کی قوم کے لوگ تھے۔ بیس آدمی دربار اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا اور بتایا کہ یارسول اللہ! ہمارے دیار میں اتنا سخت قحط اور کال پڑ گیا ہے کہ اب فقر و فاقہ کی مصیبت ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو چکی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ بارش کے لئے دعا فرمائیے۔ حضور ﷺ نے جمعہ کے دن منبر پر دعا فرما دی اور فوراً ہی بارش ہونے لگی اور لگاتار ایک ہفتہ تک موسلا دھار بارش کا سلسلہ جاری رہا پھر دوسرے جمعہ کو جب کہ آپ ﷺ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! چوپائے ہلاک ہونے لگے اور بال بچے بھوک سے بلکنے لگے اور تمام راستے منقطع ہو گئے۔ لہٰذا دعا فرما دیجئے کہ یہ بارش پہاڑوں پر برسے اور کھیتوں بستیوں پر نہ برسے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرما دی تو بادل شہر مدینہ اور اس کے اطراف سے کٹ گیا اور آٹھ دن کے بعد مدینہ میں سورج نظر آیا۔ ر6

وفد بنی مرہ

اس وفد میں بنی مرہ کے تیرہ آدمی مدینہ آئے تھے۔ انکا سردار حارث بن عوف بھی اس وفد میں شامل تھا۔ ان سب لوگوں نے بارگاہ اقدس میں اسلام قبول کیا اور قحط کی شکایت اور باران رحمت کی دعا کے لئے درخواست پیش کی۔ حضور ﷺ نے ان لفظوں کے ساتھ دعا مانگی کہ اَللّٰهُمَّ اسْقِهِمُ الْغَيْثَ (اے اللہ! ان لوگوں کو بارش سے سیراب فرما دے) پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر شخص کو دس دس اوقیہ چاندی اور چار چار سو درہم انعام اور تحفہ کے طور پر عطا کریں۔ اور آپ ﷺ نے ان کے سردار حضرت حارث بن عوف رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ چاندی کا شاہانہ عطیہ مرحمت فرمایا۔ جب یہ لوگ مدینہ سے اپنے وطن پہنچے تو پتا چلا کہ ٹھیک اسی وقت ان کے شہروں میں بارش ہوئی تھی جس وقت سرکار دو عالم ﷺ نے ان لوگوں کی درخواست پر مدینہ میں بارش کے لئے دعا مانگی تھی۔ ر7

وفد بنی البکاء

اس وفد کے ساتھ حضرت معاویہ بن ثور بن عباد رضی اللہ عنہ بھی آئے تھے جو ایک سو برس کی عمر کے بوڑھے تھے۔ ان سب حضرات نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا پھر حضرت معاویہ بن ثور بن عباد رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا اور یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ! آپ میرے اس بچے کے سر پر اپنا دست مبارک

پھیر دیں۔ ان کی درخواست پر حضور اکرم ﷺ نے ان کے فرزند کے سر پر اپنا مقدس ہاتھ پھیر دیا۔ اور ان کو چند بکریاں بھی عطا فرمائیں۔ اور وفد والوں کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمادی اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ ان لوگوں کے دیار میں جب بھی قحط اور فقر و فاقہ کی بلا آئی تو اس قوم کے گھر ہمیشہ قحط اور بھکمری کی مصیبتوں سے محفوظ رہے۔ ر8

وفد بنی کنانہ

اس وفد کے امیر کارواں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ سب لوگ دربار رسول علیہ السلام میں نہایت ہی عقیدت مندی کے ساتھ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیعت اسلام کر کے جب اپنے وطن میں پہنچے تو ان کے باپ نے ان سے ناراض و بیزار ہو کر کہہ دیا کہ میں خدا کی قسم! تجھ سے کبھی کوئی بات نہ کروں گا۔ لیکن ان کی بہن نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ یہ اپنے باپ کی حرکت سے رنجیدہ اور دل شکستہ ہو کر پھر مدینہ منورہ چلے آئے اور جنگ تبوک میں شریک ہوئے اور پھر اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں شامل ہو کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت کرنے لگے۔ حضور علیہ السلام کے بعد یہ بصرہ چلے گئے۔ پھر آخر عمر میں شام گئے اور ۸۵ھ میں شہر دمشق کے اندر وفات پائی۔ ر9

وفد بنی ہلال

اس وفد کے لوگوں نے بھی دربار نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اس وفد میں حضرت زیاد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ مسلمان ہو کر دندناتے ہوئے حضرت ام المؤمنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہو گئے کیونکہ وہ ان کی خالہ تھیں۔

یہ اطمینان کے ساتھ اپنی خالہ کے پاس بیٹھے ہوئے گفتگو میں مصروف تھے جب رسول خدا ﷺ مکان میں تشریف لائے اور یہ پتا چلا کہ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ ام المؤمنین کے بھانجے ہیں تو آپ ﷺ نے از راہ شفقت ان کے سر اور چہرہ پر اپنا نورانی ہاتھ پھیر دیا۔ اس دست مبارک کی نورانیت سے حضرت زیاد رضی اللہ عنہ کا چہرہ اس قدر پرنور ہو گیا کہ قبیلہ بنی ہلال کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم لوگ حضرت زیاد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر ہمیشہ ایک نور اور برکت کا اثر دیکھتے رہے۔ ر10

وفد ضمام بن ثعلبہ

یہ قبیلہ سعد بن بکر کے نمائندہ بن کر بارگاہ رسالت میں آئے۔ یہ بہت ہی خوبصورت سرخ و سفید رنگ کے گیسو

دراز آدمی تھے۔ مسجد نبوی میں پہنچ کر اپنے اونٹ کو بٹھا کر باندھ دیا پھر لوگوں سے پوچھا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟

لوگوں نے دور سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ گورے رنگ کے خوبصورت آدمی جو تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں وہی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور کہا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! میں آپ سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا اور میں اپنے سوال میں بہت زیادہ مبالغہ اور سختی برتوں گا۔ آپ اس سے مجھ پر خفا نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جو چاہو پوچھ لو۔ پھر حسب ذیل مکالمہ ہوا:

ضمام بن ثعلبہ: میں آپکو اس خدا کی قسم دے کر جو آپکا اور تمام انسانوں کا پروردگار ہے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؟

نبی ﷺ: ہاں

ضمام بن ثعلبہ: میں آپ کو خدا کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کو اللہ نے ہم لوگوں پر فرض کیا ہے؟

نبی ﷺ: ہاں

ضمام بن ثعلبہ: آپ نے جو کچھ فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں۔ میری قوم نے مجھے اس لئے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپ کے دین کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی قوم بنی سعد بن بکر تک اسلام کا پیغام پہنچا دوں۔

حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر اپنے وطن میں پہنچے اور ساری قوم کو جمع کر کے سب سے پہلے اپنی قوم کے تمام بتوں یعنی "لات و عزیٰ" اور "منات وہبل" کو برا بھلا کہنے لگے اور خوب خوب ان بتوں کی توہین کرنے لگے۔ ان کی قوم نے جو اپنے بتوں کی توہین سنی تو ایک دم سب چونک پڑے اور کہنے لگے کہ اے ثعلبہ کے بیٹے! تو کیا کہہ رہا ہے؟ خاموش ہو جا ورنہ ہم کو یہ ڈر ہے کہ ہمارے یہ دیوتا تجھ کو برص اور کوڑھ اور جنون میں مبتلا کر دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ سن کر طیش میں آ گئے اور تڑپ کر فرمایا کہ اے بے عقل انسانوں! یہ پتھر کے بت بھلا ہم کو کیا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ سنو! اللہ تعالیٰ جو ہر نفع و نقصان کا مالک ہے اس نے اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور ایک کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم انسانوں کو اس گمراہی اور جہالت سے نجات عطا فرمائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میں اللہ کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام کا پیغام تم لوگوں کے پاس لایا ہوں، پھر انہوں نے اعمال اسلام یعنی نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کو ان لوگوں کے

سامنے پیش کیا اور اسلام کی حقانیت پر ایسی پر جوش اور موثر تقریر فرمائی کہ رات بھر میں قبیلے کے تمام مرد و عورت مسلمان ہو گئے اور ان لوگوں نے اپنے بتوں کو توڑ پھوڑ کر پاش پاش کر ڈالا اور اپنے قبیلہ میں ایک مسجد بنالی اور نماز و روزہ اور حج و زکوۃ کے پابند ہو کر صادق الایمان مسلمان بن گئے۔ 11

وفد بلی

یہ لوگ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت ابو رویفع رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی سے مسلمان ہو کر خدمت اقدس میں موجود تھے۔ انہوں نے اس وفد کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ لوگ میری قوم کے افراد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اور تمہاری قوم کو "خوش آمدید" کہتا ہوں۔ پھر حضرت ابو رویفع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ سب لوگ اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور اپنی پوری قوم کے مسلمان ہونے کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔

اس وفد میں ایک بہت ہی بوڑھا آدمی بھی تھا۔ جس کا نام "ابو الضیف" تھا اس نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ مجھے مہمانوں کی مہمان نوازی کا بہت زیادہ شوق ہے تو کیا اس مہمان نوازی کا مجھے کچھ ثواب بھی ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان ہونے کے بعد جس مہمان کی بھی مہمان نوازی کرو گے خواہ وہ امیر ہو یا فقیر تم ثواب کے حق دار ٹھہرو گے۔ پھر ابو الضیف رضی اللہ عنہ نے یہ پوچھا کہ یارسول اللہ! مہمان کتنے دنوں تک مہمان نوازی کا حق دار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن تک اس کے بعد وہ جو کھائے گا وہ صدقہ ہوگا۔ 12

وفد تجیب

یہ تیرہ آدمیوں کا ایک وفد تھا جو اپنے مالوں اور مویشیوں کی زکوۃ لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا اور خوش آمدید کہہ کر ان لوگوں کا استقبال فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے اس مال زکوۃ کو اپنے وطن میں لے جاؤ اور وہاں کے فقرا و مساکین کو یہ سارا مال دے دو۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنے وطن کے فقراء و مساکین کو اس قدر مال دے چکے ہیں کہ یہ مال ان کی حاجتوں سے زیادہ ہمارے پاس بچ رہا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی اس زکوۃ کو قبول فرمالیا اور ان لوگوں پر بہت زیادہ کرم فرماتے ہوئے ان خوش نصیبوں کی خوب خوب مہمان نوازی فرمائی اور بوقت رخصت ان لوگوں کو اکرام و انعام سے بھی نوازا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری قوم میں کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے؟ جس نے میرا دیدار نہیں کیا

ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ جی ہاں۔ ایک نوجوان کو ہم اپنے وطن میں چھوڑ آئے ہیں جو ہمارے گھروں کی حفاظت کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اس نوجوان کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے وطن پہنچ کر اس نوجوان کو مدینہ طیبہ روانہ کر دیا۔ جب وہ نوجوان بارگاہ عالی میں باریاب ہوا تو اس نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے میری قوم کی حاجتوں کو تو پوری فرما کر انہیں وطن میں بھیج دیا اب میں بھی ایک حاجت لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ میری حاجت بھی پوری فرما دیں گے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے گھر سے یہ مقصد لے کر نہیں حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کچھ مال عطا فرمائیں بلکہ میری فقط اتنی حاجت اور دلی تمنا ہے جس کو دل میں لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور مجھ پر اپنا رحم فرمائے اور میرے دل میں بے نیازی اور استغناء کی دولت پیدا فرما دے۔ نوجوان کی اس دلی مراد اور تمنا کو سن کر محبوبِ خدا ﷺ بہت خوش ہوئے اور اس کے حق میں ان لفظوں کے ساتھ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَ ارْحَمْهُ وَ اجْعَلْ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِہٖ اے اللہ! عزوجل اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل میں بے نیازی ڈال دے۔

پھر آپ ﷺ نے اس نوجوان کو اس کی قوم کا امیر مقرر فرما دیا اور یہی نوجوان اپنے قبیلے کی مسجد کا امام ہو گیا۔ 13

وفد مزینہ

اس وفد کے سربراہ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کے چار سو آدمی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور جب ہم لوگ اپنے گھروں کو واپس ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! تم ان لوگوں کو کچھ تحفہ عنایت کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے گھر میں بہت ہی تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ یہ لوگ اتنے قلیل تحفہ سے شاید خوش نہ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے پھر یہی ارشاد فرمایا کہ اے عمر! جاؤ ان لوگوں کو ضرور کچھ تحفہ عطا کرو۔ ارشادِ نبوی سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان چار سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر مکان پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مکان میں کھجوروں کا ایک بہت ہی بڑا تودہ پڑا ہوا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے وفد کے لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جتنی اور جس قدر چاہو ان کھجوروں میں سے لے لو۔ ان لوگوں نے اپنی حاجت اور مرضی کے مطابق کھجوریں لے لیں۔ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سب سے آخر میں جب میں کھجوریں لینے کے لئے مکان میں داخل ہوا تو مجھے ایسا نظر آیا کہ گویا اس ڈھیر میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

یہ وہی حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ہیں، جو فتح مکہ کے دن قبیلہ مزینہ کے علم بردار تھے یہ اپنے سات بھائیوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ گھر تو ایمان کے ہیں اور کچھ گھر نفاق کے ہیں اور آل مقرن کا گھر ایمان کا گھر ہے۔ 14ر

وفد دوس

اس وفد کے قائد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ تھے یہ ہجرت سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا ہی عجیب ہے یہ ایک بڑے ہوش مند اور شعلہ بیان شاعر تھے۔ یہ کسی ضرورت سے مکہ آئے تو کفار قریش نے ان سے کہہ دیا کہ خبردار تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہ ملنا اور ہرگز ہرگز ان کی بات نہ سننا۔ ان کے کلام میں ایسا جادو ہے کہ جو سن لیتا ہے وہ اپنا دین و مذہب چھوڑ بیٹھتا ہے اور عزیز و اقارب سے اس کا رشتہ کٹ جاتا ہے۔ یہ کفار مکہ کے فریب میں آ گئے اور اپنے کانوں میں انہوں نے روئی بھر لی کہ کہیں قرآن کی آواز کانوں میں نہ پڑ جائے۔ لیکن ایک دن صبح کو یہ حرم کعبہ میں گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قراءت فرما رہے تھے ایک دم قرآن کی آواز جوان کے کان میں پڑی تو یہ قرآن کی فصاحت و بلاغت پر حیران رہ گئے اور کتاب الٰہی کی عظمت اور اس کی تاثیر ربانی نے ان کے دل کو موہ لیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانہ نبوت کو چلے تو یہ بے تابانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور مکان میں آ کر آپ کے سامنے مودبانہ بیٹھ گئے اور اپنا اور قریش کی بدگوئیوں کا سارا حال سنا کر عرض کیا کہ خدا کی قسم! میں نے قرآن سے بڑھ کر فصیح و بلیغ آج تک کوئی کلام نہیں سنا۔ للہ! مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے چند احکام ان کے سامنے بیان فرما کر ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

پھر انہوں نے درخواست کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسی علامت و کرامت عطا فرمائیے کہ جس کو دیکھ کر لوگ میری باتوں کی تصدیق کریں تاکہ میں اپنی قوم میں یہاں سے جا کر اسلام کی تبلیغ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی کہ الٰہی! تو ان کو ایک خاص قسم کا نور عطا فرما دے۔ چنانچہ اس دعاء نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت عطا ہوئی کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کے مانند ایک نور چمکنے لگا۔ مگر انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ نور میرے سر میں منتقل ہو جائے۔ چنانچہ ان کا سر قندیل کی طرح چمکنے لگا۔ جب یہ اپنے قبیلہ میں پہنچے اور اسلام کی دعوت دینے لگے تو ان کے ماں باپ اور بیوی نے تو اسلام قبول کر لیا مگر ان کی قوم مسلمان نہیں ہوئی بلکہ اسلام کی

مخالفت پر تل گئی۔ یہ اپنی قوم کے اسلام سے مایوس ہو کر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے اور اپنی قوم کی سرکشی اور سرتابی کا سارا حال بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم پھر اپنی قوم میں چلے جاؤ اور نرمی کے ساتھ ان کو خدا کی طرف بلاتے رہو۔ چنانچہ یہ پھر اپنی قوم میں آ گئے اور لگاتار اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ ستر یا اسی گھرانوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی اور یہ ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر خیبر میں تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر خیبر کے مال غنیمت میں سے ان سب لوگوں کو حصہ عطا فرمایا۔ 15

وفد بنی عبس

قبیلہ بنی عبس کے وفد نے دربار اقدس میں جب حاضری دی تو یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مبلغین نے ہم کو خبر دی ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام مقبول ہی نہیں ہے تو یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ حکم دیں تو ہم اپنے سارے مال و متاع اور مویشیوں کو بیچ کر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے ہجرت ضروری نہیں۔ ہاں! یہ ضروری ہے کہ تم جہاں بھی رہو خدا سے ڈرتے رہو اور زہد و تقویٰ کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہو۔ 16

وفد دارم

یہ وفد دس آدمیوں کا ایک گروہ تھا جن کا تعلق قبیلہ "لخم" سے تھا اور ان کے سربراہ اور پیشوا کا نام "ہانی بن حبیب" تھا۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفے میں چند گھوڑے اور ایک ریشمی جبہ اور ایک مشک شراب اپنے وطن سے لے کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں اور جبہ کے تحائف کو تو قبول فرما لیا لیکن شراب کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام فرما دیا ہے۔ ہانی بن حبیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اس شراب کو بیچ ڈالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس خدا نے شراب کے پینے کو حرام فرمایا ہے اسی نے اس کی خرید و فروخت کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا تم شراب کی اس مشک کو لے جا کر کہیں زمین پر اس شراب کو بہا دو۔

ریشمی جبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اس کو لے کر کیا کروں گا؟ جب کہ مردوں کے لئے اس کا پہننا ہی حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں جس قدر سونا ہے آپ اس کو اس میں سے جدا کر لیجئے اور اپنی بیویوں کے لئے زیورات بنوا لیجئے اور ریشمی کپڑے کو فروخت کر

کے اس کی قیمت کو اپنے استعمال میں لائیے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس جبہ کو آٹھ ہزار درہم میں بیچا۔ یہ وفد بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر نہایت خوش دلی کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ 17

وفد غامد

یہ دس آدمیوں کی جماعت تھی جو ۱۰ ھ میں مدینہ آئے اور اپنی منزل میں سامان کی حفاظت کے لئے ایک جوان لڑکے کو چھوڑ دیا۔ وہ سو گیا اتنے میں ایک چور آیا اور ایک بیگ چرا کر لے بھاگا۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ناگہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کا ایک بیگ چور لے گیا مگر پھر تمہارے جوان نے اس بیگ کو پا لیا۔ جب یہ لوگ بارگاہ اقدس سے اٹھ کر اپنی منزل پر پہنچے تو ان کے جوان نے بتایا کہ میں سو رہا تھا کہ ایک چور بیگ لے کر بھاگا مگر میں بیدار ہونے کے بعد جب اس کی تلاش میں نکلا تو ایک شخص کو دیکھا وہ مجھ کو دیکھتے ہی فرار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہاں کی زمین کھودی ہوئی ہے جب میں نے مٹی ہٹا کر دیکھا تو بیگ وہاں دفن تھا میں اس کو نکال کر لے آیا۔ یہ سن کر سب بول پڑے کہ بلا شبہ یہ رسول برحق ہیں اور ہم کو انہوں نے اسی لئے اس واقعہ کی خبر دیدی تاکہ ہم لوگ ان کی تصدیق کر لیں۔ ان سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور اس جوان نے بھی دربار رسول میں حاضر ہو کر کلمہ پڑھا اور اسلام کے دامن میں آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جتنے دن ان لوگوں کا مدینہ میں قیام رہے تم ان لوگوں کو قرآن پڑھنا سکھا دو۔ 18

وفد نجران

یہ نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا۔ اس میں ساٹھ سوار تھے۔ چوبیس ان کے شرفا اور معززین تھے اور تین اشخاص اس درجہ کے تھے کہ انہیں کے ہاتھوں میں نجران کے نصاریٰ کا مذہبی اور قومی سارا نظام تھا۔ ایک عاقب جس کا نام "عبدالمسیح" تھا دوسرا شخص سید جس کا نام "ایہم" تھا تیسرا شخص "ابوحارثہ بن علقمہ" تھا۔ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جوابات دیئے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ پر گفتگو چھڑ گئی۔ ان لوگوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری مریم کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جس کو "آیت مباہلہ" کہتے ہیں کہ

﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴿۶۱﴾ [19]

بیشک حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی طرح ہے انکو مٹی سے بنایا پھر فرمایا "ہوجا" وہ فوراً ہوجاتا ہے (اے سننے والے) یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تم شک والوں میں سے نہ ہونا پھر (اے محبوب) جو تم سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اسکے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان لوگوں کو اس مباہلہ کی دعوت دی تو ان نصرانیوں نے رات بھر کی مہلت مانگی۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے کاشانہ نبوت سے نکل پڑے مگر نجران کے نصرانیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے کا اقرار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی۔ [20]

حوالہ جات سبق نمبر [24]

(1) مدارج ج ۲ ص ۳۵۸
(2) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷
(3) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷
(4) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷
(5) الحجرات: ۱۷
(6) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۵۹
(7) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۰
(8) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۰
(9) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۰
(10) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۰
(11) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۴
(12) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۴
(13) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۴
(14) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷
(15) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۰
(16) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۰
(17) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۵
(18) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۴
(19) آل عمران: ۶۱-۵۹
(20) تفسیر جلالین وغیرہ

مشق سبق نمبر 24

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. وفود العرب کا کیا مطلب ہے؟

....

....

2. وفدہ کندہ کس لباس میں آیا تھا اور آپ ﷺ نے کیا حکم دیا؟

....

....

3. حضور ﷺ نے بارش کی دعا مانگی تو کتنے دن بارش برستی رہی؟

....

....

4. حضرت زیاد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پرنور کیسے ہو گیا تھا؟

....

....

5. کتنے دن تک مہمان کی مہمان نوازی کا حق ہے؟

....

....

6. حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کون تھے؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. نجران کے نصرانیوں نے ـــــــ کرنے سے انکار کر دیا

☐ مقابلہ ☐ مناظرہ ☐ جہاد ☐ مباہلہ

2. لہٰذا تم شراب کی اس مشک کو لے جا کر کہیں ـــــــ پر اس شراب کو بہا دو۔

☐ درخت ☐ پہاڑ ☐ زمین ☐ گھاٹی

3. آل مقرن کا گھر ـــــــ کا گھر ہے۔

☐ ایمان ☐ امن ☐ محبت ☐ سکون

4. آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اور تمہاری قوم کو ـــــــ کہتا ہوں

☐ الوداع ☐ خوش آمدید ☐ مبارک ☐ بہادر

5. پتا چلا کہ حضرت زیاد رضی اللہ عنہ ام المؤمنین کے ـــــــ ہیں

☐ بیٹے ☐ بھائی ☐ بھانجے ☐ بھتیجے

6. آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم لوگوں نے یہ ـــــــ لباس کیوں پہن رکھا ہے

☐ اونی ☐ ریشمی ☐ گرم ☐ نرم

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
اب ہم بھلا اسلام کے خلاف کب تک	شمعِ نبوت پر نثار ہونے لگے
آج پروانوں کی طرح	تعلیم و تلقین بھی فرماتے
پھر ان کو ضروری عقائد و احکامِ اسلام کی	اور کتنے لوگوں سے لڑتے رہیں گے
ان لوگوں نے اپنے بتوں کو توڑ پھوڑ کر	حضور ﷺ سے صلح کر لی
جزیہ دینے کا اقرار کر کے	امیر مقرر فرما دیا
اس نوجوان کو اس کی قوم کا	پاش پاش کر ڈالا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری .... کے شکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔
2. وہ سو گیا اتنے میں ایک چور آیا اور ایک .... چرا کر لے بھاگا۔
3. تاکہ میں اپنی قوم میں یہاں سے جا کر اسلام کی .... کروں۔
4. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے گھر میں بہت ہی تھوڑی سی .... ہیں۔
5. ہمارے یہ دیوتا تجھ کو برص اور .... اور .... میں مبتلا کر دیں گے۔
6. آپ ﷺ نے از راہ شفقت ان کے .... اور .... پر اپنا نورانی ہاتھ پھیر دیا۔

ہجرت کا دسواں سال

حجۃ الوداع

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ شاندار اور اہم ترین واقعہ "حجۃ الوداع" کا ہے۔ یہ آپ ﷺ کا آخری حج تھا اور ہجرت کے بعد یہی آپ کا پہلا حج تھا۔ ذوالقعدہ ۱۰ ھ میں آپ ﷺ نے حج کے لئے روانگی کا اعلان فرمایا۔ یہ خبر بجلی کی طرح سارے عرب میں ہر طرف پھیل گئی اور تمام عرب شرفِ ہم رکابی کے لئے اُمنڈ پڑا۔

حضور اقدس ﷺ نے آخر ذوقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ سے چھ میل دور اہل مدینہ کی میقات "ذوالحلیفہ" پر پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے "لبیک" پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں حدِ نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔ [1]

چوتھی ذوالحجہ کو آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے خاندان بنی ہاشم کے لڑکوں نے تشریف آوری کی خبر

سنی تو خوشی سے دوڑ پڑے اور آپ نے نہایت ہی پیار و محبت کے ساتھ کسی کو آگے کسی کو پیچھے اپنی اونٹنی پر بٹھالیا۔ [2]

فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام "ذی طوی" میں ادا فرمائی اور غسل فرمایا پھر آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور چاشت کے وقت یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ جب کعبہ معظمہ پر نگاہ مہر نبوت پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھی کہ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا وَّ تَكْرِيْمًا وَّ مَهَابَةً وَّ زِدْ مَنْ حَجَّهٗ وَ اعْتَمَرَهٗ تَكْرِيْمًا وَّ تَشْرِيْفًا وَّ تَعْظِيْمًا

اے اللہ! عزوجل تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے۔ اے رب! عزوجل ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! عزوجل اس گھر کی عظمت و شرف اور عزت و ہیبت کو زیادہ کر اور جو اس گھر کا حج اور عمرہ کرے تو اس کی بزرگی اور شرف و عظمت کو زیادہ کر۔

جب حجر اسود کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ شروع کے تین پھیروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "رمل" کیا اور باقی چار چکروں میں معمولی چال سے چلے ہر چکر میں جب حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو اپنی چھڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے چھڑی کو چوم لیتے تھے۔ حجر اسود کا استلام کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی کے ذریعہ سے کیا کبھی ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو چوم لیا کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھ کر بوسہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی رُکن یمانی کا بھی آپ نے استلام کیا۔ [3]

جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام فرمایا اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے قریب پہنچے تو اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ [4]

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے دین کے نشانوں میں سے ہیں۔

پھر صفا اور مروہ کی سعی فرمائی اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لئے عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ نے احرام نہیں اتارا۔

آٹھویں ذوالحجہ جمعرات کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے اور پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر،

منیٰ میں ادا فرما کر نویں ذوالحجہ جمعہ کے دن آپ عرفات میں تشریف لے گئے۔

زمانہ جاہلیت میں چونکہ قریش اپنے کو سارے عرب میں افضل و اعلیٰ شمار کرتے تھے اس لئے وہ عرفات کی بجائے "مزدلفہ" میں قیام کرتے تھے اور دوسرے تمام عرب "عرفات" میں ٹھہرتے تھے لیکن اسلامی مساوات نے قریش کے لئے اس تخصیص کو گوارا نہیں کیا اور اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ

﴿ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ ر5

(اے قریش) تم بھی وہیں (عرفات) سے پلٹ کر آؤ جہاں سے سب لوگ پلٹ کر آتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت سے ضروری احکامِ اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بیہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔ ر6

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلام کا عَلَم بلند فرماتے ہوئے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى اَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى ر7

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔

اسی طرح تمام دنیا میں امن و امان قائم فرمانے کے لئے امن و سلامتی کے شہنشاہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ

﴿فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ﴾

تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔ ر8

اپنا خطبہ ختم فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے سامعین سے فرمایا کہ وَاَنْتُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ تم سے خداعزوجل کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟

تمام سامعین نے کہا کہ ہم لوگ خدا سے کہہ دیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ ر9

عین اسی حالت میں جب کہ خطبہ میں آپ ﷺ اپنا فرض رسالت ادا فرما رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ر10

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

شہنشاہِ کونین ﷺ کا تختِ شاہی

یہ حیرت انگیز وعبرت خیز واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت شہنشاہ کونین، خداعزوجل کے نائب اکرم اور خلیفہ اعظم ہونے کی حیثیت سے فرمان ربانی کا اعلان فرما رہے تھے آپ ﷺ کا تختِ شہنشاہی یعنی اونٹنی کا کجاوہ اور عرق گیر شاید دس روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا نہ اس اونٹنی پر کوئی شاندار کجاوہ تھا نہ کوئی ہودج نہ کوئی محمل نہ کوئی چتر نہ کوئی تاج۔

کیا تاریخ عالم میں کسی اور بادشاہ نے بھی ایسی سادگی کا نمونہ پیش کیا ہے؟ اس کا جواب یہی اور فقط یہی ہے کہ "نہیں۔" یہ وہ زاہدانہ شہنشاہی ہے جو صرف شہنشاہ دوعالم ﷺ کی شہنشاہیت کا طرۂ امتیاز ہے!

خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے ظہر وعصر ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی پھر "موقف" میں تشریف لے گئے اور جبل رحمت کے نیچے غروبِ آفتاب تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے ایک لاکھ سے زائد حجاج کے ازدحام میں "مزدلفہ" پہنچے۔ یہاں پہلے مغرب پھر عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی۔ مشعرِ حرام کے پاس رات بھر امت کے لئے دعائیں مانگتے رہے اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہو گئے اور وادی محسر کے راستہ سے منیٰ میں آپ ﷺ "جمرہ" کے پاس تشریف لائے اور کنکریاں ماریں پھر آپ نے بآواز بلند فرمایا کہ

لِتَاْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ

حج کے مسائل سیکھ لو! میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کروں گا۔ ر11

منیٰ میں بھی آپ ﷺ نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں عرفات کے خطبہ کی طرح بہت سے مسائل و احکام کا اعلان فرمایا۔ پھر قربان گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے ایک سو اونٹ تھے کچھ کو تو آپ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا اور گوشت، پوست، جھول، نکیل سب کو خیرات کر دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری بھی اس میں سے نہ ادا کی جائے بلکہ الگ سے دی جائے۔

موئے مبارک

قربانی کے بعد حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے سر کے بال اتروائے اور کچھ حصہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور باقی موئے مبارک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ [12]

اس کے بعد آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور طوافِ زیارت فرمایا۔

ساقی کوثر چاہ زمزم پر

پھر چاہ زمزم کے پاس تشریف لائے خاندان عبدالمطلب کے لوگ حاجیوں کو زمزم پلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پینے لگیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پیتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زمزم شریف پیش کیا اور آپ ﷺ نے قبلہ رخ کھڑے کھڑے زمزم شریف نوش فرمایا۔ پھر منیٰ واپس تشریف لے گئے اور بارہ ذوالحجہ تک منیٰ میں مقیم رہے اور ہر روز سورج ڈھلنے کے بعد جمروں کو کنکری مارتے رہے۔ تیرہ ذوالحجہ منگل کے دن آپ ﷺ نے سورج ڈھلنے کے بعد منیٰ سے روانہ ہو کر "محصب" میں رات بھر قیام فرمایا اور صبح کو نماز فجر کعبہ کی مسجد میں ادا فرمائی اور طواف وداع کر کے انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

غدیر خم کا خطبہ

راستہ میں مقام "غدیر خم" پر جو ایک تالاب ہے یہاں تمام ہمراہیوں کو جمع فرما کر ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

حمد و ثنا کے بعد: اے لوگو! میں بھی ایک آدمی ہوں ممکن ہے کہ خدا عزوجل کا فرشتہ (ملک الموت) جلد آ جائے اور مجھے اس کا پیغام قبول کرنا پڑے میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا عزوجل کی کتاب جس میں ہدایت اور روشنی ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا

عزوجل کی یاددلاتا ہوں۔ [13]

اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشادفرمایا کہ

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ [14]

جس کا میں مولا ہوں علی بھی اسکے مولیٰ، خداوند عزوجل! جوعلی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

غدیرخم کے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کی کوئی تصریح کہیں حدیثوں میں نہیں ملتی۔ ہاں البتہ بخاری کی ایک روایت سے پتا چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے کوئی ایسا کام کرڈالا تھا جس کو ان کے یمن سے آنے والے ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے بارگاہ رسالت میں اس کی شکایت بھی کردی جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ علی کو اس سے زیادہ کا حق ہے۔ ممکن ہے اسی قسم کے شبہات وشکوک کو یمنی مسلمانوں کے دلوں سے دور کرنے کے لئے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل بھی بیان کردیئے ہوں۔ [15]

حوالہ جات سبق نمبر 25

(1) زرقانی ج ۲ص ۱۰۶ ومدارج ج ۲ص ۳۸۷

(2) نسائی باب استقبال الحاج ج ۲ص ۲۶ مطبوعہ رحیمیہ

(3) نسائی ج ۲ص ۳۰وص ۳۱

(4) البقرہ:۱۵۸

(5) البقرہ:۱۹۹

(6) ابوداؤدج ۱ص ۲۶۳ ومسلم ج ۱ص ۳۹۷ باب حجۃ النبی

(7) مسند امام احمد

(8) بخاری ومسلم وابوداؤد

(9) ابوداؤدج ۱ص ۲۶۳ باب صفۃ حج النبی

(10) المائدہ:۳

(11) مسلم ج ۱ص ۴۱۹ باب رمی جمرۃ العقبہ

(12) مسلم ج ۱ص ۴۲۱ باب بیان ان السنۃ یوم النحر الخ

(13) مسلم ج ۱ص ۲۷۹ باب من فضائل علی

(14) مشکوۃ ص ۵۶۵ مناقب علی

مشق سبق نمبر 25

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حجۃ الوداع میں کب ہوا اور کتنے لوگ آپ کے ساتھ تھے؟

....

....

2. آٹھ ذی الحجہ کو آپ ﷺ نے کون کون سے عمل کئے؟

....

....

3. حجۃ الوداع آپ ﷺ نے کتنی قربانیاں کی تھیں؟

....

....

4. آپ ﷺ نے کس کس جگہ کون کون سی نمازیں جمع فرمائیں؟

....

....

5. غدیر خم کا خطبہ تحریر کریں؟

....

....

6. خطبہ حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. میں اپنے کے بارے میں تمہیں خدا عزوجل کی یاد دلاتا ہوں

☐ صحابہ ☐ ازواج ☐ اہل بیت ☐ آباء

2. آپ ﷺ نے قبلہ رخ کھڑے کھڑے شریف نوش فرمایا۔

☐ دودھ ☐ شہد ☐ زمزم ☐ سرکہ

3. غروب آفتاب کے بعد عرفات سے ایک لاکھ سے زائد حجاج کے ازدحام میں پہنچے

☐ منٰی ☐ صفا ☐ مزدلفہ ☐ مروہ

4. یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اٹھائی

☐ نگاہ ☐ لاٹھی ☐ تلوار ☐ انگلی

5. شروع کے تین پھیروں میں آپ ﷺ نے کیا

☐ رمل ☐ طواف ☐ سعی ☐ وقوف

6. اپنی تمام کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا

☐ اولاد ☐ بنات ☐ قوم ☐ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے	آپ عرفات میں تشریف لے گئے۔
باقی موئے مبارک کو	جسم اطہر پر خوشبو لگائی
چوتھی ذوالحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم	مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔
نویں ذوالحجہ جمعہ کے دن	تمہارے دین کو مکمل کر دیا
مشعرِ حرام کے پاس رات بھر	امت کے لئے دعائیں مانگتے رہے
آج میں نے تمہارے لئے	مسلمانوں میں تقسیم کر دینے کا حکم صادر فرمایا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. فرمایا کہ............کی مزدوری بھی اس میں سے نہ ادا کی جائے
2. میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد میں دوسرا............نہ کروں گا۔
3. تین بار فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ! تو............رہنا
4. اس لئے وہ............کی بجائے............میں قیام کرتے تھے
5. کبھی لب مبارک کو............پر رکھ کر بوسہ دیا
6. ....کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام "ذی طویٰ" میں ادا فرمائی

ہجرت کا گیارہواں سال

جیش اُسامہ

اس لشکر کا دوسرا نام "سریہ اُسامہ" بھی ہے۔ یہ سب سے آخری فوج ہے جس کے روانہ کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔ ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن حضور اقدس ﷺ نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر لشکر مقرر کیا تم اپنے باپ کی شہادت گاہ مقام "اُبنیٰ" میں جاؤ اور نہایت تیزی کے ساتھ سفر کر کے ان کفار پر اچانک حملہ کر دو تا کہ وہ لوگ جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔ باوجودیکہ مزاج اقدس ناساز تھا مگر اسی حالت میں آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھا اور یہ نشانِ اسلام حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا:

أُغْزُ بِسْمِ اللّٰهِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَاتِلْ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ

اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کافروں کیساتھ جنگ کرو۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت بریدہ بن الحضیب رضی اللہ عنہ کو علمبردار بنایا اور مدینہ سے نکل کر ایک کوس دور مقام "جرف" میں پڑاؤ کیا تا کہ وہاں پورا لشکر جمع ہو جائے۔ حضور اقدس ﷺ نے انصار و مہاجرین کے تمام معززین کو بھی اس لشکر میں شامل ہو جانے کا حکم دے دیا۔ بعض لوگوں پر یہ شاق گزرا کہ ایسا لشکر جس میں انصار و مہاجرین کے اکابر و عمائد موجود ہیں ایک نوعمر لڑکا جس کی عمر بیس برس سے زائد نہیں کس طرح امیر لشکر بنا دیا گیا؟ جب حضور ﷺ

کو اس اعتراض کی خبر ملی تو آپ کے قلب نازک پر صدمہ گزرا اور آپ نے علالت کے باوجود سر میں پٹی باندھے ہوئے ایک چادر اوڑھ کر منبر پر ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے اُسامہ کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کی ہے تو تم لوگوں نے اس سے قبل اس کے باپ کے سپہ سالار ہونے پر بھی طعنہ زنی کی تھی حالانکہ خدا کی قسم! اس کا باپ (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) سپہ سالار ہونے کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا (اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ) بھی سپہ سالار ہونے کے قابل ہے اور یہ میرے نزدیک میرے محبوب ترین صحابہ میں سے ہے جیسا کہ اس کا باپ میرے محبوب ترین اصحاب میں سے تھا لہٰذا اُسامہ (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں تم لوگ میری نیک وصیت کو قبول کرو کہ وہ تمہارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ خطبہ دے کر مکان میں تشریف لے گئے اور آپ کی علالت میں کچھ اور بھی اضافہ ہو گیا۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حکم نبوی کی تکمیل کرتے ہوئے مقام جرف میں پہنچ گئے تھے اور وہاں لشکر اسلام کا اجتماع ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ ھ کو جہاد میں جانے والے خواص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے کے لئے آئے اور رخصت ہو کر مقام جرف میں پہنچ گئے۔ اس کے دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج پرسی اور رخصت ہونے کے لئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا مگر ضعف کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے، بار بار دست مبارک کو آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور ان کے بدن پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرتے تھے۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر اپنی فوج میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ کو کوچ کرنے کا اعلان بھی فرما دیا۔

اب سوار ہونے کے لئے تیاری کر رہے تھے کہ ان کی والدہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا فرستادہ آدمی پہنچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں۔ یہ ہوش ربا خبر سن کر حضرت اُسامہ و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم وغیرہ فوراً ہی مدینہ آئے تو یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکرات کے عالم میں ہیں اور اسی دن دوپہر کو یا سہ پہر کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ یہ خبر سن کر حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر مدینہ واپس چلا آیا مگر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود ربیع الآخر کی آخری تاریخوں میں اس لشکر کو روانہ فرمایا اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ مقام "اُبنیٰ" میں تشریف لے گئے اور وہاں بہت ہی خونریز

جنگ کے بعد لشکرِ اسلام فتح یاب ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے قاتل اور دوسرے کفار کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔ ✿

وفاتِ اقدس

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم میں تشریف لانا صرف اس لئے تھا کہ آپ خدا کے آخری اور قطعی پیغام یعنی دین اسلام کے احکام اُس کے بندوں تک پہنچا دیں اور خدا کی حجت تمام فرما دیں۔ اس کام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر انجام دیا؟ اور اس میں آپ کو کتنی کامیابی حاصل ہوئی؟ اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جب سے یہ دنیا عالمِ وجود میں آئی ہزاروں انبیاء و رُسل علیہم السلام اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کے لئے اس عالم میں تشریف لائے مگر تمام انبیاء و مرسلین کے تبلیغی کارناموں کو اگر جمع کر لیا جائے تو وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی شاہکاروں کے مقابلہ میں ایسے ہی نظر آئیں گے جیسے آفتاب عالم کے مقابلہ میں ایک چراغ یا ایک صحرا کے مقابلہ میں ایک ذرہ یا ایک سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ نے عالم میں ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ کائنات ہستی کی ہر پستی کو معراج کمال کی سربلندی عطا فرما کر ذلت کی زمین کو عزت کا آسمان بنا دیا اور دین حنیف کے اس مقدس اور نورانی محل کو جس کی تعمیر کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رسل معمار بنا کر بھیجے جاتے رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی شان سے اس قصرِ ہدایت کو اس طرح مکمل فرما دیا کہ حضرت حق جل جلالہ نے اس پر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی مہر لگا دی۔ جب دین اسلام مکمل ہو چکا اور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا مقصد پورا ہو چکا تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ محکم اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پہلے سے اپنی وفات کا علم حاصل ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر لوگوں کو اس کی خبر بھی دے دی تھی۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے لوگوں کو یہ فرما کر رخصت فرمایا تھا: "شاید اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں گا۔"

اسی طرح "غدیر خم" کے خطبہ میں اسی انداز سے کچھ اسی قسم کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ادا ہوئے تھے اگرچہ ان دونوں خطبات میں لفظ لعل (شاید) فرما کر ذرا پردہ ڈالتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دی مگر حجۃ الوداع سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبات ارشاد فرمائے اس میں لَعَلَّ (شاید) کا لفظ آپ نے نہیں فرمایا بلکہ

صاف صاف اور یقین کے ساتھ اپنی وفات کی خبر سے لوگوں کو آگاہ فرمادیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور شہداء احد کی قبروں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر پلٹ کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہارا پیش رو (تم سے پہلے وفات پانے والا) ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور میں خدا کی قسم! اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ 2

اس حدیث میں اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ فرمایا یعنی میں اب تم لوگوں سے پہلے ہی وفات پا کر جا رہا ہوں تا کہ وہاں جا کر تم لوگوں کے لئے حوض کوثر وغیرہ کا انتظام کروں۔ یہ قصہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن اس قصہ کو بیان فرمانے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا یقینی علم حاصل ہو چکا تھا کہ میں کب اور کس وقت دنیا سے جانے والا ہوں اور مرض وفات شروع ہونے کے بعد تو اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صاف صاف لفظوں میں بغیر "شاید" کا لفظ فرماتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دے دی۔

چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اپنے مرض وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور چپکے چپکے ان سے کچھ فرمایا تو وہ رو پڑیں۔ پھر بلایا اور چپکے چپکے کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس کے بارے میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ مجھ سے یہ فرمایا کہ میں اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا تو میں رو پڑی۔ پھر چپکے چپکے مجھ سے فرمایا کہ میرے بعد میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم وفات پا کر میرے پیچھے آؤ گی تو میں ہنس پڑی۔ 3

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے پہلے اپنی وفات کے وقت کا علم حاصل ہو چکا تھا کیوں نہ ہو کہ جب دوسرے لوگوں کی وفات کے اوقات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے آگاہ فرما دیا تھا تو اگر خداوند علام الغیوب کے بتا دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کے وقت کا قبل از وقت علم ہو گیا تو اس میں کونسا استبعاد ہے؟

علالت کی ابتداء

مرض کی ابتداء کب ہوئی؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے دنوں تک علیل رہے؟ اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بہر حال ۲۰ یا ۲۲ صفر ۱۱ھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنۃ البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان ہے آدھی رات میں تشریف لے گئے وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز ہو گیا یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا۔ 4

دوشنبہ کے دن آپ ﷺ کی علالت بہت شدید ہوگئی۔ آپ کی خواہش پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اجازت دے دی کہ آپ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عباس وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے سہارا دے کر آپ ﷺ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں پہنچا دیا۔ جب تک طاقت رہی آپ خود مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے۔ جب کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے مصلی پر امامت کریں۔ چنانچہ سترہ نمازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائیں۔

ایک دن ظہر کی نماز کے وقت مرض میں کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ سات پانی کی مشکیں میرے اوپر ڈالی جائیں۔ جب آپ غسل فرما چکے تو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ کا مقدس بازو تھام کر آپ کو مسجد میں لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ نے اشارہ سے ان کو روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مقتدی لوگ ارکان نماز ادا کرتے رہے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے ایک خطبہ بھی دیا جس میں بہت سی وصیتیں اور احکام اسلام بیان فرما کر انصار کے فضائل اور ان کے حقوق کے بارے میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے اور سورۂ والعصر اور ایک آیت بھی تلاوت فرمائی۔ ر5

گھر میں سات دینار رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم ان دیناروں کو لاؤ تا کہ میں ان دیناروں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دوں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعے آپ ﷺ نے ان دیناروں کو تقسیم کر دیا اور اپنے گھر میں ایک ذرہ بھر بھی سونا یا چاندی نہیں چھوڑا۔ ر6

آپ ﷺ کے مرض میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ خاص وفات کے دن یعنی دوشنبہ کے روز طبیعت اچھی تھی۔ حجرہ مسجد سے متصل ہی تھا۔ آپ نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر خوشی سے آپ ہنس پڑے لوگوں نے سمجھا کہ آپ مسجد میں آنا چاہتے ہیں مارے خوشی کے تمام لوگ بے قابو ہو گئے مگر آپ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ میں داخل ہو کر پردہ ڈال دیا یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جمال نبوت کی زیارت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کا رُخِ انور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن کا کوئی ورق ہے۔ یعنی سفید ہو گیا تھا۔ ر7

اس کے بعد بار بار غشی طاری ہونے لگی۔ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی زبان سے شدت غم میں یہ لفظ نکل گیا:

وَاكَرْبَ اَبَاه ہائے رے میرے باپ کی بے چینی! حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے بیٹی! تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہ ہوگا۔ 8

اس کے بعد بار بار آپ ﷺ یہ فرماتے رہے کہ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا انعام ہے اور کبھی یہ فرماتے کہ اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰي خداوندا! بڑے رفیق میں اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بھی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بے شک موت کے لئے سختیاں ہیں۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ وفات کو قبول کریں یا حیاتِ دنیا کو۔ جب حضور ﷺ کی زَبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ نے آخرت کو قبول فرمالیا۔ 9

وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تازہ مسواک ہاتھ میں لئے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے۔ انہوں نے فوراً ہی مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور دست اقدس میں دے دی آپ ﷺ نے مسواک فرمائی سہ پہر کا وقت تھا کہ سینۂ اقدس میں سانس کی گھرگھراہٹ محسوس ہونے لگی اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے کہ اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ نماز اور لونڈی غلاموں کا خیال رکھو۔

پاس میں پانی کی ایک لگن تھی اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے اور کلمہ پڑھتے۔ چادر مبارک کو کبھی منہ پر ڈالتے کبھی ہٹا دیتے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سر اقدس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اتنے میں آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ فرمایا اور تین مرتبہ یہ فرمایا کہ بَلِ الرَّفِيْقُ الْاَعْلٰي (اب کوئی نہیں) بلکہ وہ بڑا رفیق چاہیے۔ یہی الفاظ زبانِ اقدس پر تھے کہ ناگہاں مقدس ہاتھ لٹک گئے اور آنکھیں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کھلی کی کھلی رہیں اور آپ کی قدسی روح عالَمِ قدس میں پہنچ گئی۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ 10

تاریخ وفات میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے لیکن اس پر تمام علماء سیرت کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا بہرحال عام طور پر یہی مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کے دن تیسرے پہر آپ نے وصال فرمایا۔

وفات کا اثر

حضور اقدس ﷺ کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا

کیا حال ہوگیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم ﷺ کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا مبالغہ ہوش و حواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہوگئیں، آوازیں بند ہوگئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہوگیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہوگیا کہ وہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہوکر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہوگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں اِس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر و حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہوگئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور ﷺ کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوسکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "سُنح" میں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا وہیں رہتی تھیں۔ چونکہ دو شنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لئے حضور ﷺ نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم "سُنح" چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر "سُنح" سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور ﷺ کے رخ انور سے چادر ہٹا کر

آپ ﷺ پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ امابعد! جو شخص تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا عزوجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ﴾ ر11

اور محمد (ﷺ) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔ ر12

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے سورۂ آل عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی ﷺ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور ﷺ کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔ ر13

تجہیز و تکفین

چونکہ حضورِ اقدس ﷺ نے وصیت فرما دی تھی کہ میری تجہیز و تکفین میرے اہل بیت اور اہل خاندان کریں۔ اس

لئے یہ خدمت آپ ﷺ کے خاندان ہی کے لوگوں نے انجام دی۔ چنانچہ حضرت فضل بن عباس و حضرت قثم بن عباس و حضرت علی و حضرت عباس و حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے مل جل کر آپ ﷺ کو غسل دیا اور ناف مبارک اور پلکوں پر جو پانی کے قطرات اور تری جمع تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوش محبت اور فرط عقیدت سے اس کو زبان سے چاٹ کر پی لیا۔ [14]

غسل کے بعد تین سوتی کپڑوں کا جو "سحول" گاؤں کے بنے ہوئے تھے کفن بنایا گیا ان میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔ [15]

نماز جنازہ

جنازہ تیار ہوا تو لوگ نماز جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ جنازہ مبارکہ حجرہ مقدسہ کے اندر ہی تھا۔ باری باری سے تھوڑے تھوڑے لوگ اندر جاتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے آتے تھے لیکن کوئی امام نہ تھا۔ [16]

قبر انور

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قبر شریف تیار کی جو بغلی تھی۔ جسم اطہر کو حضرت علی و حضرت فضل بن عباس و حضرت عباس و حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر منور میں اتارا۔ [17]

لیکن ابوداؤد کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُسامہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی قبر میں اترے تھے۔ [18]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ اختلاف رونما ہوا کہ حضور ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ مسجد نبوی میں آپ ﷺ کا مدفن ہونا چاہیے اور کچھ نے یہ رائے دی کہ آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ ہر نبی اپنی وفات کے بعد اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اس کی وفات ہوئی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر لوگوں نے حضور ﷺ کے بچھونے کو اٹھایا اور اسی جگہ (حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا) میں آپ کی قبر تیار کی اور آپ اسی میں مدفون ہوئے۔ [19]

حضور اقدس ﷺ کے غسل شریف اور تجہیز و تکفین کی سعادت میں حصہ لینے کے لئے ظاہر ہے کہ شمع نبوت کے پروانے کس قدر بے قرار رہے ہوں گے؟ مگر جیسا کہ ہم تحریر کر چکے کہ چونکہ حضور ﷺ نے خود ہی یہ وصیت فرما دی

تھی کہ میرے غسل اور تجہیز و تکفین میرے اہل بیت ہی کریں ۔ پھر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بحیثیت امیر المؤمنین ہونے کے یہی حکم دیا کہ "یہ اہل بیت ہی کا حق ہے"اس لئے حضرت عباس اور اہل بیت رضی اللہ عنہم نے کواڑ بند کر کے غسل دیا اور کفن پہنایا مگر شروع سے آخر تک خود حضرت امیر المؤمنین اور دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حجرہ مقدسہ کے باہر حاضر رہے ۔ [20]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے ۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّ لَا دِيْنَارًا وَّ لَا عَبْدًا وَّ لَا اَمَةً وَّ لَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَ سِلَاحَهٗ وَ اَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے چھوڑا تھا ۔ [21]

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں ۔ 1 بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینیں 2 سواری کا جانور 3 ہتھیار ۔ یہ تینوں چیزیں قابل ذکر ہیں:

زمین

بنونضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء و مساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے ۔ [22]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیے ۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنادی کہ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے ۔ [23]

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں

وقف ہو چکی ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس ﷺ اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت و مصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اصرار سے بنونضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنا دیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنونضیر کی جائیداد تقسیم کر کے آدھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کو نامنظور فرما دیا۔ [24]

لیکن خیبر اور فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنا لی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عملدرآمد جاری کر دیا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔ [25]

سواری کے جانور

زرقانی علی المواہب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضور ﷺ کی ملکیت میں سات گھوڑے، پانچ خچر، تین گدھے، دو اونٹنیاں تھیں۔ [26]

لیکن اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ بوقت وفات ان میں سے کتنے جانور موجود تھے کیونکہ حضور ﷺ اپنے جانور دوسروں کو عطا فرماتے رہتے تھے۔ کچھ نئے خریدتے کچھ ہدایا اور نذرانوں میں ملتے بھی رہے۔

بہر حال روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات اقدس کے وقت جو سواری کے جانور موجود تھے ان میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام "لحیف" تھا ایک سفید خچر تھا جس کا نام "دلدل" تھا یہ بہت ہی عمر دراز ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے تھے اور آخر میں اندھا بھی ہو گیا تھا۔ ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جنگ خوارج میں اس پر سوار ہوئے تھے۔ [27]

ایک عربی گدھا تھا جس کا نام "عفیر" تھا ایک اونٹنی تھی جس کا نام "عضباء، قصواء" تھا یہ وہی اونٹنی تھی جس کو بوقت ہجرت آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خریدا تھا اس اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور اس کی پشت پر حجۃ الوداع میں آپ نے عرفات و منیٰ کا خطبہ پڑھا تھا۔

ہتھیار

چونکہ جہاد کی ضرورت ہر وقت درپیش رہتی تھی اس لئے آپ ﷺ کے اسلحہ خانہ میں نو یا دس تلواریں، سات لوہے کی زرہیں، چھ کمانیں، ایک تیردان، ایک ڈھال، پانچ برچھیاں، دو مغفر، تین جبے، ایک سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا باقی سفید و زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے تھے اور ایک خیمہ بھی تھا۔ ہتھیاروں میں تلواروں کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب تلواریں بیک وقت جمع تھیں یا مختلف اوقات میں آپ کے پاس رہیں۔ (28)

ظروف ومختلف سامان

ظروف اور برتنوں میں کئی پیالے تھے ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا۔ ایک پیالہ لکڑی کا تھا جو پھٹ گیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کے شگاف کو بند کرنے کیلئے ایک چاندی کی زنجیر سے اس کو جکڑ دیا تھا۔ (29)

چمڑے کا ایک ڈول، ایک پرانی مشک، ایک پتھر کا تغار، ایک بڑا سا پیالہ جس کا نام "السعہ" تھا، ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ ﷺ آئینہ، قینچی اور مسواک رکھتے تھے، ایک کنگھی، ایک سرمہ دانی، ایک بہت بڑا پیالہ جس کا نام "الغراء" تھا، صاع اور مد دو ناپنے کے پیمانے۔

ان کے علاوہ ایک چارپائی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے۔ یہ چارپائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔ بچھونا اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، مقدس جوتیاں، یہ حضور ﷺ کے اسباب وسامان کی ایک فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔

تبرکاتِ نبوت

حضور ﷺ کے ان متروکہ سامان کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موئے مبارک، نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔ (30)

اسی طرح ایک موٹا کمبل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی

خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں حضور ﷺ نے وفات پائی۔ (31)

حضور ﷺ کی ایک تلوار جس کا نام "ذوالفقار" تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی ان کے بعد ان کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ یہ تلوار کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد ان کے فرزند و جانشین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو مشہور صحابی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ کو کوئی حاجت ہو یا میرے لائق کوئی کار خدمت ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے کوئی حاجت نہیں پھر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ گزارش کی کہ آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی جو تلوار (ذوالفقار) ہے کیا آپ وہ مجھے عنایت فرما سکتے ہیں؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یزید کی قوم آپ پر غالب آ جائے اور یہ تبرک آپ کے ہاتھ سے جاتا رہے اور اگر آپ نے اس مقدس تلوار کو مجھے عطا فرما دیا تو خدا کی قسم! جب تک میری ایک سانس باقی رہے گی ان لوگوں کی اس تلوار تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی مگر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس مقدس تلوار کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ (32)

آپ ﷺ کی انگوٹھی اور عصائے مبارک پر جانشین ہونے کی بنا پر خلفائے کرام حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اپنے اپنے دور خلافت میں قابض رہے مگر انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کنوئیں میں گر کر ضائع ہو گئی۔ اس کنوئیں کا نام "بیر اریس" ہے جس کو لوگ "بیر خاتم" بھی کہتے ہیں۔ (33)

اسی قسم کے دوسرے اور بھی تبرکات نبویہ ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس محفوظ تھے جن کا تذکرہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں جا بجا متفرق طور پر مذکور ہے اور ان مقدس تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کو اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ ان کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

حوالہ جات سبق نمبر 26

(1) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۹ تا ص ۴۱۱ و زرقانی ج ۳ ص ۱۰۷ تا ۱۱۲
(2) بخاری کتاب الحوض ج ۲ ص ۹۷۵
(3) بخاری باب مرض النبی ج ۲ ص ۶۳۸
(4) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۱۷
(5) بخاری ج ۲ ص ۶۳۹
(6) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۲۴)

(7) بخاری ج ۲ ص ۶۴۰

(8) بخاری ج ۲ ص ۶۴۱

(9) بخاری ج ۲ ص ۶۴۰

(10) بخاری ج ۲ ص ۶۴۰ و ص ۶۴۱

(11) آل عمران: ۱۴۴

(12) بخاری ج ۱ ص ۱۶۶

(13) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۳۲

(14) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۳۸ و ص ۴۳۹

(15) بخاری ج ۱ ص ۱۶۹

(16) ابن ماجہ ص ۱۱۸ باب ذکر وفاتہ

(17) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۲

(18) ابوداؤد ج ۲ ص ۴۵۸ باب کم یدخل القبر

(19) ابن ماجہ ص ۱۱۸ باب ذکر وفاتہ

(20) مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷

(21) بخاری ج ۱ ص ۳۸۲ کتاب الوصایا

(22) ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱۲ باب فی صفایا رسول اللہ

(23) ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱۳ و بخاری ج ۱ ص ۴۳۶

(24) بخاری ج ۱ ص ۴۳۶ باب فرض الخمس

(25) ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱۷

(26) زرقانی ج ۳ ص ۳۸۶ تا ص ۳۹۱

(27) زرقانی ج ۳ ص ۳۸۹

(28) مدارج النبوۃ ج ۳ ص ۵۹۵

(29) بخاری ج ۱ ص ۴۳۸ باب ماذکر من درع النبی

(30) بخاری ج ۱ ص ۴۳۸

(31) بخاری ج ۱ ص ۴۳۸ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(32) بخاری ج ۱ ص ۴۳۸ باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(33) بخاری ج ۲ ص ۸۷۲ باب خاتم الفضہ

مشق سبق نمبر 26

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے امیر لشکر بنانے پر اعتراض کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟

....

....

2. کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا پہلے علم ہو گیا تھا؟

....

....

3. وفات سے قبل دیناروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم ارشاد فرمایا تھا؟

....

....

4. حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کیا اثر تھا؟

....

....

5. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر کیا خطبہ ارشاد فرمایا؟

....

....

6. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے ہوئی؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. سیدھے حضرت کے حجرے میں چلے گئے

☐ خدیجہ رضی اللہ عنہا ☐ عائشہ رضی اللہ عنہا ☐ میمونہ رضی اللہ عنہا ☐ صفیہ رضی اللہ عنہا

2. ہر نبی اپنی وفات کے بعد اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اس کی ہوئی ہو

☐ پیدائش ☐ وفات ☐ پرورش ☐ تعلیم وتربیت

3. ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر ہے۔

☐ صدقہ ☐ ہدیہ ☐ حرام ☐ ناجائز

4. حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی جنگ میں اس پر سوار ہوئے تھے

☐ صفین ☐ خندق ☐ خوارج ☐ حنین

5. حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے میں محفوظ رکھا تھا

☐ گھر ☐ دور ☐ کمرے ☐ زمانے

6. اس کنوئیں کا نام بیر ہے

☐ مؤتہ ☐ اریس ☐ رومہ ☐ زمزم

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
مقام "اُبنٰی" میں تشریف لے گئے	اسی حالت میں آپ ﷺ نے
آسمان کی طرف اٹھاتے تھے	حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ
خود اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھا	بار بار دست مبارک کو
اپنی وفات کی خبر سے لوگوں کو آگاہ فرمادیا۔	بلکہ صاف صاف اور یقین کے ساتھ
سونا یا چاندی نہیں چھوڑا۔	میں اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا
تو میں رو پڑی	اپنے گھر میں ایک ذرہ بھر بھی

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. گویا قرآن کا کوئی ورق ہے۔یعنی .... ہوگیا تھا۔
2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ .... کی خواہش ہے۔
3. ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کے دن تیسرے پہر آپ نے .... فرمایا۔
4. آپ اپنی .... اور .... دونوں حالتوں میں پاکیزہ رہے۔
5. جنازہ تیار ہوا تو لوگ نماز جنازہ کے لئے ٹوٹ پڑے۔
6. ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

یہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات ہیں۔ ان کے والد کا نام خویلد بن اسد اور ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ یہ خاندان قریش کی بہت ہی معزز اور نہایت ہی دولت مند خاتون تھیں۔ ہم اِس کتاب کے تیسرے باب میں لکھ چکے ہیں کہ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور پارسائی کی بنا پر انکو" طاہرہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت کو دیکھ کر خود ہی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی رغبت ظاہر کی اور پھر باقاعدہ نکاح ہو گیا جس کا مفصل تذکرہ گزر چکا۔ علامہ ابن اثیر اور امام ذہبی کا بیان ہے کہ اس بات پر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے یہی ایمان لائیں اور ابتداء اسلام میں جب کہ ہر طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا طوفان اُٹھ رہا تھا ایسے کٹھن وقت میں صرف انہیں کی ایک ذات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس حیات بن کر تسکین خاطر کا باعث تھی۔ انہوں نے اتنے خوفناک اور خطرناک اوقات میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح تن من دھن سے بارگاہ نبوت میں اپنی قربانی پیش کی اس خصوصیت میں تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن پر ان کو ایک خصوصی فضیلت

حاصل ہے۔ چنانچہ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ قول صحیح اور مذہب مختار یہی ہے کہ امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ افضل ہیں۔

ان کے فضائل میں چند حدیثیں وارد بھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خدیجہ ہیں جو آپ کے پاس ایک برتن لے کر آرہی ہیں جس میں کھانا ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آجائیں تو آپ ان سے ان کے رب کا اور میرا سلام کہہ دیں اور ان کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔ ر1

امام احمد و ابوداؤد و نسائی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت مریم و حضرت آسیہ ہیں۔ رضی اللہ عنہن۔ ر2

امام طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دنیا میں جنت کا انگور کھلایا۔ اس حدیث کو امام سہیلی نے بھی نقل فرمایا ہے۔ ر3

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پچیس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں، ہجرت سے تین برس قبل پینسٹھ برس کی عمر پا کر ماہ رمضان میں مکہ معظمہ کے اندر انہوں نے وفات پائی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان حجون (جنت المعلی) میں خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا چونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ ر4

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ان کے نکاحوں کی ترتیب کے بارے میں مؤرخین کا قدرے اختلاف ہے مگر گیارہ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ان میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہن کا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی انتقال ہوگیا تھا مگر نو بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ اقدس کے وقت موجود تھیں۔ ان گیارہ اُمت کی ماؤں میں سے چھ خاندان قریش کے اونچے گھرانوں کی چشم و چراغ تھیں جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں:

1 خدیجہ بنت خویلد 2 عائشہ بنت ابوبکر صدیق 3 حفصہ بنت عمر فاروق 4 اُمِ حبیبہ بنت ابو سفیان 5 اُمِ سلمہ بنت ابوامیہ 6 سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن

اور چار ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن خاندان قریش سے نہیں تھیں بلکہ عرب کے دوسرے قبائل سے تعلق رکھتی تھیں وہ یہ ہیں:

1 زینب بنت جحش 2 میمونہ بنت حارث 3 زینب بنت خزیمہ "ام المساکین" 4 جویریہ بنت حارث اور ایک بیوی یعنی صفیہ بنت حیی یہ عربی النسل نہیں تھیں بلکہ خاندان بنی اسرائیل کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں۔

اس بات میں بھی کسی مؤرخ کا اختلاف نہیں ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے عقد نہیں فرمایا۔ ر5

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

ان کے والد کا نام "زمعہ" اور ان کی والدہ کا نام شموس بنت قیس بن عمرو ہے۔ یہ پہلے اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے بیاہی گئی تھیں۔ یہ میاں بیوی دونوں ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی، لیکن جب حبشہ سے واپس آ کر یہ دونوں میاں بیوی مکہ مکرمہ آئے تو ان کے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہو گئیں ان کے ایک لڑکا بھی تھا جن کا نام "عبدالرحمن" تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے ان کی طرف تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا مقدس پاؤں رکھ دیا۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کو اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں یقیناً عنقریب ہی مر جاؤں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے نکاح فرمائیں گے۔ اس کے بعد دوسری رات میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چاند ٹوٹ کر ان کے سینے پر گرا ہے صبح کو انہوں نے اس خواب کا بھی اپنے شوہر سے ذکر کیا تو ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے چونک کر کہا کہ اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو میں اب بہت جلد انتقال کر جاؤں گا اور تم میرے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی دن حضرت سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور چند دنوں کے بعد وفات پا گئے۔ ر6

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے ہر وقت بہت زیادہ مغموم اور اداس رہا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیں تاکہ آپ کا خانہ معیشت آباد ہو جائے اور ایک وفادار اور خدمت گزار بیوی کی

صحبت و رفاقت سے آپ کا غم مٹ جائے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے باپ سے بات چیت کر کے نسبت طے کرا دی اور نکاح ہو گیا اور یہ اُمہات المؤمنین کے زمرے میں داخل ہو گئیں اور اپنی زندگی بھر حضور ﷺ کی زوجیت کے شرف سے سرفراز رہیں اور انتہائی والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ آپ کی وفادار اور خدمت گزار رہیں۔ یہ بہت ہی فیاض اور سخی تھیں ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے درہموں سے بھرا ہوا ایک تھیلا ان کی خدمت میں بھیجا آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والے نے بتایا کہ درہم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بھلا درہم کھجوروں کے تھیلے میں بھیجے جاتے ہیں یہ کہا اور اٹھ کر اسی وقت ان تمام درہموں کو مدینہ کے فقراو مساکین پر تقسیم کر دیا۔

حدیث کی مشہور کتابوں میں ان کی روایت کی ہوئی پانچ حدیثیں مذکور ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری شریف میں بھی ہے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہما ان کے شاگردوں میں بہت ہی ممتاز ہیں۔ ان کی وفات کے سال میں مختلف اور متضاد اقوال ہیں، امام ذہبی اور امام بخاری نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت ۲۳ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی لیکن واقدی نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ ان کی وفات کا سال ۵۴ھ ہے اور صاحب کمال نے بھی ان کا سنہ وفات شوال ۵۴ھ ہی تحریر کیا ہے مگر حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں یہ لکھا ہے کہ ان کی وفات شوال ۵۵ھ میں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ر7

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

یہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر اور دخترِ نیک اختر ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام "اُمِ رُومان" ہے یہ چھ برس کی تھیں جب حضور ﷺ نے اعلانِ نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا اور شوال ۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر یہ کاشانہ نبوت میں داخل ہو گئیں اور نو برس تک حضور ﷺ کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ ازواجِ مطہرات میں یہی کنواری تھیں اور سب سے زیادہ بارگاہ نبوت میں محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ بستر نبوت پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی الٰہی اترتی رہتی ہے۔ ر8

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تین راتیں میں خواب میں یہ دیکھتا

رہا کہ ایک فرشتہ تم کو ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لاتا رہا اور مجھ سے یہ کہتا رہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو ناگہاں وہ تم ہی تھیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس خواب کو پورا کر دکھائے گا۔ ر9

فقہ و حدیث کے علوم میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے اندر ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہیں اور چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری شریف میں ہیں اور اڑسٹھ حدیثیں وہ ہیں جن کو صرف امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔ ان کے علاوہ باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے تمام ازواجِ مطہرات پر ایسی دس فضیلتیں حاصل ہیں جو دوسری ازواجِ مطہرات کو حاصل نہیں ہوئیں۔

1. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی دوسری کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔
2. میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں۔
3. اللہ تعالیٰ نے میری برأت اور پاک دامنی کا بیان آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔
4. نکاح سے قبل حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دی تھی اور آپ تین راتیں خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔
5. میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے پانی لے لے کر غسل کیا کرتے تھے یہ شرف میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔
6. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے آگے سوئی رہتی تھی اُمہات المؤمنین میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئی۔
7. میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لحاف میں سوتی رہتی تھی اور آپ پر خدا کی وحی نازل ہوا کرتی تھی یہ وہ اعزاز خداوندی ہے جو میرے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔
8. وفات اقدس کے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لئے ہوئے بیٹھی تھی اور آپ کا سر انور میرے سینے اور

حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں حضور ﷺ کا وصال ہوا۔

9 حضور ﷺ نے میری باری کے دن وفات پائی۔

10 حضورِ اقدس ﷺ کی قبر انور خاص میرے گھر میں بنی۔ 10

عبادت میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روزانہ بلا ناغہ نماز تہجد پڑھنے کی پابند تھیں اور اکثر روزہ دار بھی رہا کرتی تھیں۔

سخاوت اور صدقات و خیرات کے معاملہ میں بھی تمام اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں۔ اُمِ دُرّہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اس وقت ایک لاکھ درہم کہیں سے آپ کے پاس آیا آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایک درہم بھی گھر میں باقی نہیں چھوڑا۔ اس دن میں وہ روزہ دار تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی باقی نہیں رکھا تا کہ آپ گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے اگر مجھ سے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگا لیتی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے ان کا بیان ہے کہ فقہ و حدیث کے علاوہ میں نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کسی کو اشعارِ عرب کا جاننے والا نہیں پایا وہ دوران گفتگو میں ہر موقع پر کوئی نہ کوئی شعر پڑھ دیا کرتی تھیں جو بہت ہی برمحل ہوا کرتا تھا۔

علم طب اور مریضوں کے علاج معالجہ میں بھی انہیں کافی بہت مہارت تھی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن حیران ہو کر حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے علم حدیث و فقہ پر کوئی تعجب نہیں کیونکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت اور صحبت کا شرف پایا ہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ مقدسہ ہیں اسی طرح مجھے اس پر بھی کوئی تعجب اور حیرانی نہیں ہے کہ آپ کو اس قدر زیادہ عرب کے اشعار کیوں اور کس طرح یاد ہو گئے؟ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر ہیں اور وہ اشعارِ عرب کے بہت بڑے حافظ و ماہر تھے مگر میں اس بات پر بہت ہی حیران ہوں کہ آخر یہ طبی معلومات اور علاج و معالجہ کی مہارت آپ کو کہاں سے اور کیسے حاصل ہو گئی؟ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی آخری عمر شریف میں اکثر علیل ہو جایا کرتے تھے اور عرب و عجم کے اطباء آپ ﷺ کے لئے دوائیں تجویز کرتے تھے اور میں ان دواؤں سے آپ کا علاج کیا کرتی تھی اس لئے مجھے طبی معلومات بھی

حاصل ہوگئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں صحابہ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے اور آپ کے فضائل ومناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ ۱۷ رمضان شب سہ شنبہ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں لوگوں نے آپ کو جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔ ر11

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو ہجرت بھی کی تھی لیکن ان کے شوہر جنگ بدر یا جنگ احد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے اور یہ بیوہ ہوگئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف ہوگئیں۔

یہ بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون ہیں۔ حق گوئی حاضر جوابی اور فہم وفراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوت قرآن مجید اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ ان کے مزاج میں کچھ سختی تھی اسی لئے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی کسی سخت کلامی سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بار بار ان سے فرمایا کرتے تھے کہ اے حفصہ! تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لیا کرو، خبردار کبھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی ہرگز ہرگز دل آزاری کرنا ورنہ یاد رکھو کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں باقی احادیث دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔

علم حدیث میں بہت سے صحابہ اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود ان کے

بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت مشہور ہیں۔ شعبان ۵۴ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازہ کو بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبر تک جنازہ کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے تین بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ و حضرت عبداللہ بن عبداللہ و حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قبر میں اتارا اور یہ جنت البقیع میں دوسری ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ یا تریسٹھ برس کی تھی۔ 12

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام ہند ہے اور کنیت "اُمِ سلمہ" ہے مگر یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے باپ کا نام "حذیفہ" اور بعض مؤرخین کے نزدیک "سہل" ہے مگر اس پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ان کی والدہ "عاتکہ بنت عامر" ہیں۔ ان کا نکاح پہلے حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے تھے اور سب سے پہلے ان دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی پھر یہ دونوں حبشہ سے مکہ مکرمہ آ گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور حضرت بی بی اُمِ سلمہ اور اپنے فرزند سلمہ کو کجاوہ میں سوار کر دیا مگر جب اونٹ کی نکیل پکڑ کر حضرت ابوسلمہ روانہ ہوئے تو حضرت اُمِ سلمہ کے میکے والے بنو مغیرہ دوڑ پڑے اور ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم اپنے خاندان کی اس لڑکی کو ہرگز ہرگز مدینہ نہیں جانے دیں گے اور زبردستی ان کو اونٹ سے اتار لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندانی لوگوں کو بھی طیش آ گیا اور ان لوگوں نے غضب ناک ہو کر کہا کہ تم لوگ اُمِ سلمہ کو محض اس بنا پر روکتے ہو کہ یہ تمہارے خاندان کی لڑکی ہے تو ہم اس کے بچہ "سلمہ" کو ہرگز ہرگز تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے اس لئے کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ایک فرد ہے۔ یہ کہہ کر ان لوگوں نے بچہ کو اس کی ماں کی گود سے چھین لیا مگر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ بیوی اور بچہ دونوں کو چھوڑ کر تنہا مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت بی بی اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اور بچے کی جدائی پر صبح سے شام تک مکہ کی پتھریلی زمین میں کسی چٹان پر بیٹھی ہوئی تقریباً سات دنوں تک زار و قطار روتی رہیں ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے ایک چچازاد بھائی کو ان پر رحم آ گیا اور اس نے بنو مغیرہ کو سمجھا بجھا کر یہ کہا کہ آخر اس مسکینہ کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟

تم لوگ کیوں نہیں اس کو اجازت دے دیتے کہ وہ اپنے بچہ کو ساتھ لے کر اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بالآخر بنو مغیرہ اس پر رضامند ہو گئے کہ یہ مدینہ چلی جائے۔ پھر حضرت ابوسلمہ کے خاندان والے بنوعبدالاسد نے بھی بچے کو حضرت اُمِ سلمہ کے سپرد کر دیا اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بچہ کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اکیلی مدینہ کو چل پڑیں مگر جب مقام "تنعیم" میں پہنچیں تو عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہوگئی جو مکہ کا مانا ہوا ایک نہایت ہی شریف انسان تھا اس نے پوچھا کہ اے اُمِ سلمہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہیں ہے؟ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے درد بھری آواز میں جواب دیا کہ نہیں میرے ساتھ اللہ اور میرے اس بچہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر عثمان بن طلحہ کی رگ شرافت پھڑک اُٹھی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم! میرے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ تمہاری جیسی ایک شریف زادی اور ایک شریف انسان کی بیوی کو تنہا چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی اور پیدل چلنے لگا حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف کسی عرب کو نہیں پایا۔ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو وہ الگ کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتا اور میں اپنے اونٹ کے پاس سو رہتی۔ پھر روانگی کے وقت جب میں اپنے بچہ کو گود میں لے کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تو وہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے لگتا۔ اسی طرح اس نے مجھے قبا تک پہنچا دیا اور وہاں سے وہ یہ کہہ کر مکہ چلا گیا کہ اب تم چلی جاؤ تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے۔ چنانچہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اس طرح بخیریت مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ [13]

یہ دونوں میاں بیوی عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہنے لگے مگر ۴ ہجری میں جب ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو باوجودیکہ ان کے چند بچے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا اور یہ اپنے بچوں کے ساتھ کاشانہ نبوت میں رہنے لگیں اور ام المؤمنین کے معزز لقب سے سرفراز ہو گئیں۔

حسن و جمال اور عقل و رائے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھی۔ تین سو اٹھتر حدیثیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بہت سے صحابہ و تابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں چوراسی برس کی عمر پا کر وفات پائی اور ان کی وفات کا سال ۵۳ھ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ان

کے وصال کا سال ۵۹ ھ ہے اور ابراہیم حربی نے فرمایا کہ ۶۲ ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ۶۳ ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔ 14

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اصلی نام "رملہ" ہے۔ یہ سردار مکہ ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ہیں اور ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابو العاص ہے جو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔

یہ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور میاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کیا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ لیکن حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش پر ایسی بدنصیبی سوار ہوگئی کہ وہ اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی ہوگیا اور شراب پیتے پیتے نصرانیت ہی پر وہ مر گیا۔

ابن سعد نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حبشہ میں ایک رات میں خواب دیکھا کہ ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش کی صورت اچانک بہت ہی بدنما اور بدشکل ہوگئی وہ اس خواب سے بہت زیادہ گھبرا گئیں۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے اچانک یہ دیکھا کہ ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے اسلام سے مرتد ہو کر نصرانی دین قبول کر لیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو اپنا خواب سنا کر ڈرایا اور اسلام کی طرف بلایا مگر اس بدنصیب نے اس پر کان نہیں دھرا اور مرتد ہونے ہی کی حالت میں مر گیا مگر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حالت معلوم ہوئی تو قلب نازک پر بے حد صدمہ گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی بادشاہِ حبشہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کر حضرت ام حبیبہ کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ نجاشی کو جب یہ فرمان نبوت پہنچا تو اس نے اپنی ایک خاص لونڈی کو جس کا نام "ابرہہ" تھا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی خبر دی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس خوشخبری کو سن کر اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنے کچھ زیورات اس بشارت کے انعام میں ابرہہ لونڈی کو انعام کے طور پر دے دیئے اور حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو جو ان کے ماموں کے لڑکے تھے اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیج دیا۔

نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے اس مجلس میں بلایا اور خود ہی خطبہ پڑھ کر سب کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا اور چار سو دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا جو اسی وقت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نکاح کی مجلس سے اٹھنے لگے تو نجاشی بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیے انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ نکاح کے وقت کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر نجاشی نے کھانا منگایا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شکم سیر کھانا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے پھر نجاشی نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المؤمنین کا معزز لقب پالیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت پاکیزہ ذات وحمیدہ صفات کی جامع اور نہایت ہی بلند ہمت اور سخی طبیعت کی مالک تھیں اور بہت ہی قوی الایمان تھیں۔ ان کے والد ابوسفیان جب کفر کی حالت میں تھے اور صلح حدیبیہ کی تجدید کے لئے مدینہ آئے تو بے تکلف ان کے مکان میں جا کر بستر نبوت پر بیٹھ گئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور یہ کہہ کر اپنے باپ کو بستر سے اٹھا دیا کہ یہ بستر نبوت ہے۔ میں کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ ایک ناپاک مشرک اس پاک بستر پر بیٹھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پینسٹھ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں موجود ہیں اور ایک حدیث وہ ہے جس کو تنہا مسلم نے روایت کیا ہے۔ باقی حدیثیں حدیث کی دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ اور ان کی صاحبزادی حضرت حبیبہ اور ان کے بھانجے ابوسفیان بن سعید رضی اللہ عنہ بہت مشہور ہیں۔ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حظیرہ میں مدفون ہوئیں۔ 15

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا تھا مگر چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاندانِ قریش کی ایک بہت ہی شاندار خاتون تھیں اور حسن و جمال میں بھی یہ خاندانِ قریش کی بے مثال عورت تھیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو گو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنا لیا تھا مگر پھر بھی چونکہ وہ پہلے غلام تھے اس لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان سے خوش نہیں تھیں اور اکثر میاں بیوی میں ان بن رہا کرتی تھی یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ سے فطری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازک پر صدمہ گزرا۔ چنانچہ جب ان کی عدت

گزر گئی تو محض حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ روایت ہے کہ یہ پیغام بشارت سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دو رکعت نماز ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر یہ دعا مانگی کہ خداوندا! تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے اگر میں تیرے نزدیک ان کی زوجیت میں داخل ہونے کے لائق عورت ہوں تو یا اللہ عزوجل! تو ان کے ساتھ میرا نکاح فرما دے ان کی یہ دعا فوراً ہی قبول ہوگئی اور یہ آیت نازل ہوگئی کہ

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾ [16]

جب زید نے اس سے حاجت پوری کر لی (زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی) تو ہم نے اس (زینب) کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور اس کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح اس کے ساتھ فرما دیا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خادمہ دوڑتی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں اور یہ آیت سنا کر خوشخبری دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنا زیور اتار کر اس خادمہ کو انعام میں دے دیا اور خود سجدہ میں گر پڑیں اور اس نعمت کے شکریہ میں دو ماہ لگاتار روزہ دار رہیں۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ناگہاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے آپ نے میرے ساتھ نکاح فرمالیا؟ ارشاد فرمایا کہ تیرے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح پر جتنی بڑی دعوت ولیمہ فرمائی اتنی بڑی دعوت ولیمہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے نکاح کے موقع پر بھی نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی دعوت ولیمہ میں تمام صحابہ کرام کو نان و گوشت کھلایا۔

ان کے فضائل و مناقب میں چند احادیث بھی مروی ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم ازواجِ مطہرات میں سے میری وہ بیوی سب سے پہلے وفات پا کر مجھ سے آن ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے۔ یہ سن کر تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے ایک لکڑی سے اپنا ہاتھ ناپا تو حضرت

سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا نکلا لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو اس وقت لوگوں کو پتا چلا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد کثرت سے صدقہ دینا تھا۔ کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے کچھ دستکاری کا کام کرتی تھیں اور اس کی آمدنی فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

ان کی وفات کی خبر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ہائے ایک قابل تعریف عورت جو سب کے لئے نفع بخش تھی اور یتیموں اور بوڑھی عورتوں کا دل خوش کرنے والی تھی آج دنیا سے چلی گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے بھلائی اور سچائی میں اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کے معاملہ میں حضرت زینب سے بڑھ کر کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ منقول ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے اکثر یہ کہا کرتی تھیں کہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے ایک ایسی فضیلت عطا فرمائی ہے جو ازواجِ مطہرات میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی کیونکہ تمام ازواجِ مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ داداؤں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔

انہوں نے گیارہ حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں۔ باقی نو حدیثیں دوسری کتب احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات کا حال امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے حکم دے دیا کہ مدینہ کے ہر کوچہ و بازار میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ تمام اہل مدینہ اپنی مقدس ماں کی نمازِ جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں ۵۳ برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ 17

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

زمانہ جاہلیت میں چونکہ یہ غرباء اور مساکین کو بکثرت کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ان کا لقب "ام المساکین" (مسکینوں کی ماں) ہے پہلے ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا مگر جب وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو ۳ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرما لیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے

زندہ رہیں اور ربیع الآخر ۴۰ھ میں تیس برس کی عمر پاکر وفات پا گئیں اور جنت البقیع کے قبرستان میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن ہوئیں یہ ماں کی جانب سے حضرت ام المؤمنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ 18

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

ان کے والد کا نام حارث بن حزن ہے اور ان کی والدہ ہند بنت عوف ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نام پہلے "برہ" تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر "میمونہ" (برکت دہندہ) رکھ دیا۔

یہ پہلے ابورہم بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھیں مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو یہ بیوہ ہو چکی تھیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی اور آپ نے ان سے نکاح فرمالیا اور عمرۃ القضاء سے واپسی پر مقام "سرف" میں ان کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں چار ہیں جن کے نام یہ ہیں:

1 ام الفضل لبابۃ الکبریٰ: یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان ہی کے شکم سے پیدا ہوئے۔

2 لبابۃ الصغریٰ: یہ حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

3 عصماء: یہ ابی بن خلف سے بیاہی گئی تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور صحابیات میں ان کا شمار ہے۔

4 عزہ: یہ بھی صحابیہ ہیں جو زیاد بن مالک کے گھر میں تھیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ان سگی بہنوں کے علاوہ وہ بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں وہ بھی چار ہیں جن کے نام یہ ہیں:

1 اسماء بنت عمیس: یہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں ان سے عبداللہ وعون ومحمد رضی اللہ عنہم تین فرزند پیدا ہوئے پھر جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ "جنگ موتہ" میں شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے عقد فرمالیا اور ان سے بھی ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام "یحییٰ" تھا۔

2 سلمیٰ بنت عمیس: یہ پہلے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ان سے ایک صاحبزادی پیدا

ہوئیں جن کا نام "امۃ اللہ" تھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا اور ان سے عبداللہ و عبدالرحمن رضی اللہ عنہما دو فرزند پیدا ہوئے۔

3 سلامہ بنت عمیس: ان کا نکاح عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

4 ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جو ام المساکین کے لقب سے مشہور ہیں جن کا ذکر خیر اوپر گزر چکا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ "ہند بنت عوف" کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ دامادوں کے اعتبار سے روئے زمین پر کوئی بڑھیا ان سے زیادہ خوش نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ان کے دامادوں کی فہرست میں مندرجہ ذیل ہستیاں ہیں:

1 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 2 حضرت ابوبکر 3 حضرت علی 4 حضرت حمزہ 5 حضرت عباس 6 حضرت شداد بن الہاد رضی اللہ عنہم یہ سب کے سب بزرگوار "ہند بنت عوف" رضی اللہ عنہا کے داماد ہیں۔ [19]

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے کل چھہتر حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات حدیثیں ایسی ہیں جو بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں مذکور ہیں اور ایک حدیث صرف بخاری میں ہے اور ایک ایسی حدیث ہے جو صرف مسلم میں ہے اور باقی حدیثیں احادیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا ان کے انتقال کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ مگر قول مشہور یہ ہے کہ انہوں نے ۵۱ھ میں بمقام "سرف" وفات پائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفاف فرمایا تھا۔ ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ۶۱ھ میں وفات پائی اور ابن اسحاق کا قول ہے کہ ۶۳ھ ان کے انتقال کا سال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ان کی وفات کے وقت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے اور انہوں ہی نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا، محدث عطاء کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک تھے۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بہ آواز بلند فرمایا کہ اے لوگو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ تم لوگ ان کے جنازہ کو بہت آہستہ آہستہ لے کر چلو اور ان کی مقدس لاش کو نہ جھنجھوڑو۔ حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف میں اسی چھپر کی جگہ میں دفن کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔ [20]

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ابوضرار کی بیٹی ہیں "غزوہ مریسیع" میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے تھے ان ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب قیدیوں کو لونڈی غلام بنا کر مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی یعنی یہ لکھ کر دے دیا کہ تم اتنی اتنی رقم مجھے دے دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے قبیلے کے سردار اعظم حارث بن ابوضرار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ ثابت بن قیس نے مجھے مکاتبہ بنا دیا ہے مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاؤں اس لئے آپ اس وقت میں میری مالی امداد فرمائیں کیونکہ میرا تمام خاندان اس جنگ میں گرفتار ہو چکا ہے اور ہمارے تمام مال و سامان مسلمانوں کے ہاتھوں میں مال غنیمت بن چکے ہیں اور میں اس وقت بالکل ہی مفلسی و بے کسی کے عالم میں ہوں۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی فریاد سن کر ان پر رحم آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کر لوگی؟ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میرے ساتھ اس سے بہتر سلوک کیا فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے بدل کتابت کی تمام رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کر دوں اور پھر تم کو آزاد کر کے میں خود تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے۔ یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادمانی و مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے اس اعزاز کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت کی ساری رقم ادا فرما کر اور ان کو آزاد کر کے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں شامل فرما لیا اور یہ ام المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز ہو گئیں۔

جب اسلامی لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تو تمام مجاہدین ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرما لیا اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام مجاہدین اسلام کے قبضہ میں تھے فوراً ہی سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرمایا کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ کے نکاح سے بڑھ کر مبارک نہیں ثابت ہوا کیونکہ اس نکاح کی وجہ سے تمام خاندان بنی مصطلق کو غلامی سے نجات حاصل ہو گئی۔ ر21

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے قبیلے میں تشریف لانے سے تین رات پہلے میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مدینہ کی جانب سے ایک چاند چلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر پڑا میں نے کسی سے اس خواب کا تذکرہ نہیں کیا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرما لیا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی اس خواب کی تعبیر ہے۔ ر22

ان کا اصلی نام "برہ" (نیکوکار) تھا لیکن چونکہ اس نام سے بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر "جویریہ" (چھوٹی لڑکی) رکھ دیا یہ بہت ہی عبادت گزار عورت تھیں نماز فجر سے نماز چاشت تک ہمیشہ اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ ر23

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے دو بھائی عمرو بن الحارث اور عبداللہ بن حارث اور ان کی ایک بہن عمرہ بنت حارث یہ تینوں بھی مسلمان ہو کر شرف صحابیت سے سربلند ہوئے۔

ان کے بھائی عبداللہ بن حارث کے اسلام لانے کا واقعہ بہت ہی تعجب خیز بھی ہے اور دلچسپ بھی، یہ اپنی قوم کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ چند اونٹنیاں اور لونڈی تھی۔ انہوں نے ان سب کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا اور تنہا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسیرانِ جنگ کی رہائی کے لئے درخواست پیش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیدیوں کے فدیہ کے لئے کیا لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری وہ اونٹنیاں کیا ہوئیں؟ اور تمہاری وہ لونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو۔ زبان رسالت سے یہ علم غیب کی خبر سن کر عبداللہ بن حارث حیران رہ گئے کہ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری لونڈی اور اونٹنیوں کی خبر کس طرح ہو گئی ایک دم ان کے اندھیرے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت کا نور چمک اٹھا اور وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ر24

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے سات حدیثیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے دو حدیثیں بخاری شریف میں اور دو حدیثیں مسلم شریف میں ہیں باقی تین حدیثیں دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبید بن سباق اور ان کے بھتیجے حضرت طفیل رضی اللہ عنہم وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ر25

۵۰ ھ میں پینسٹھ برس کی عمر پا کر انہوں نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور حاکم مدینہ مروان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ جنت البقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ ر26

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

ان کا اصلی نام زینب تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام "صفیہ" رکھ دیا۔ یہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور ان کی ماں کا نام ضرہ بنت سموئل ہے۔ یہ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنو نضیر کا رئیس اعظم تھا جو جنگ خیبر میں قتل ہو گیا۔

محرم ۷ ھ میں جب خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور تمام اسیران جنگ گرفتار کر کے اکٹھا جمع کئے گئے تو اس وقت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک لونڈی طلب کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پسند سے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا مگر ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) حضرت صفیہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی شاہ زادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ ان کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرمالیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لے لیا اور ان کے بدلے میں انہیں ایک دوسری لونڈی عطا فرما دی پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا اور جنگ خیبر سے واپسی میں تین دنوں تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ کے اندر اپنی قربت سے سرفراز فرمایا اور دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی، پنیر کا مالیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلایا

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں آپ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! (ﷺ) حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ہے کہ ہم دونوں دربار رسالت میں تم سے بہت زیادہ عزت دار ہیں کیونکہ ہمارا خاندان حضور ﷺ سے ملتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے صفیہ! تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور حضرت محمد ﷺ میرے شوہر ہیں۔ [27]

انہوں نے دس حدیثیں بھی حضور ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہے اور باقی نو حدیثیں دوسری کتابوں میں درج ہیں۔

ان کی وفات کے سال میں اختلاف ہے واقدی کا قول ہے کہ ۵۰ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ابن سعد نے لکھا ہے کہ ۵۲ ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ بوقت رحلت ان کی عمر ساٹھ برس کی تھی یہ بھی مدینہ کے مشہور قبرستان جنت

البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ [28]

یہ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ گیارہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں جن پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ان میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تو ہجرت سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جن کا لقب "ام المساکین" ہے۔ ہم پہلے بھی تحریر کر چکے ہیں کہ نکاح کے دو تین ماہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی یہ وفات پا گئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت آپ کی نو بیویاں موجود تھیں جن میں سے آٹھ کی آپ باریاں مقرر فرماتے رہے کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو مقدس ازواج میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور سب کے بعد آخر میں ۶۲ ھ یا ۶۳ ھ میں حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی ان کی وفات کے بعد دنیا امہات المؤمنین سے خالی ہو گئی۔

حوالہ جات سبق نمبر [27]

(1) بخاری جلد ا ص ۵۳۹
(2) زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۳ تا ۲۲۴
(3) زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۶
(4) زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۷
(5) زرقانی جلد ۳ ص ۲۱۸ تا ۲۱۹
(6) زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۷
(7) زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۹
(8) بخاری جلد ا ص ۵۳۲
(9) مشکوۃ جلد ۲ ص ۵۷۳
(10) زرقانی جلد ۳ ص ۳۲۳
(11) وزرقانی جلد ۳ ص ۲۳۴ تا ۲۳۵
(12) زرقانی جلد ۳ ص ۲۳۶ تا ۲۳۸
(13) زرقانی جلد ۳ ص ۲۳۹
(14) زرقانی جلد ۳ ص ۲۳۸ تا ۲۴۲ و اکمال وحاشیہ اکمال ص ۵۹۹
(15) زرقانی جلد ۳ ص ۲۴۲ تا ۲۴۵
(16) الاحزاب: ۳۷
(17) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۷۶ تا ۴۷۸ وغیرہ
(18) زرقانی جلد ۳ ص ۲۴۹
(19) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۱ و مدارج جلد ۲ ص ۴۸۳
(20) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۳
(21) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۴
(22) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۴
(23) مدارج جلد ۲ ص ۴۷۹
(24) کتاب الاستیعاب
(25) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۸۱
(26) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۵ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۸۱
(27) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۹
(28) زرقانی جلد ۳ ص ۲۵۹ و مدارج جلد ۲ ص ۴۸۳

مشق سبق نمبر 27

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تحریر کریں؟

....

....

2. حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کیا خواب دیکھا تھا؟

....

....

3. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کتنی احادیث مروی ہیں؟

....

....

4. حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں سے کون کون سے صحابہ ہیں؟

....

....

5. حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا مشورہ دیا تھا؟

....

....

6. حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ابوسفیان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی دعوت ولیمہ میں تمام صحابہ کرام کو کھلایا۔

☐ میٹھے اور نمکین چاول ☐ نان و گوشت ☐ ہریسہ ☐ بڑے پائے

2. لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا نکاح نے کر دیا۔

☐ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ☐ جبرائیل علیہ السلام ☐ اللہ تعالیٰ ☐ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

3. حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے کل حدیثیں مروی ہیں

☐ پچاس ☐ نوے ☐ اسی ☐ چھہتر

4. ۵۰ ھ میں پینسٹھ برس کی عمر پا کر انہوں نے میں وفات پائی

☐ مکہ معظمہ ☐ طائف ☐ مدینہ طیبہ

5. حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جن کا لقب ہے۔

☐ ام المؤمنین ☐ ام المساکین ☐ ام الخیر ☐ ام الفضل

6. سب سے پہلے حضرت نے وفات پائی

☐ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ☐ عائشہ رضی اللہ عنہا ☐ حفصہ رضی اللہ عنہا ☐ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

سوال نمبر 3 کالم ملائیے

پہلا کالم	دوسرا کالم
ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ	مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے
حضور ﷺ نے	اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں
یہ دونوں میاں بیوی اعلانِ نبوت کے بعد	آپ ان کو اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرمالیں
ثابت بن قیس نے مجھے مکاتبہ بنا دیا ہے	جلد ہی دامن اسلام میں آ گئے تھے
اور حضرت جبریل علیہ السلام	حضرت ام المؤمنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں
یہ ماں کی جانب سے	میری باری کے دن وفات پائی

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. میرے سوا ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کے ماں باپ دونوں .... ہوں۔
2. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام .... ہے
3. اور اٹھ کر اسی وقت ان تمام .... کو مدینہ کے فقرا و مساکین پر تقسیم کر دیا۔
4. بلکہ خاندان .... کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں۔
5. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا .... سال تک حضور ﷺ کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں
6. امہات المؤمنین میں .... سب سے زیادہ افضل ہیں۔

اولادِ اہل بیت

اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد چھ ہے۔ دو فرزند حضرت قاسم و حضرت ابراہیم اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب و حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہن) لیکن بعض مؤرخین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے ایک صاحبزادے عبداللہ بھی ہیں جن کا لقب طیب و طاہر ہے۔ اس قول کی بنا پر حضور ﷺ کی مقدس اولاد کی تعداد سات ہے۔ تین صاحبزادگان اور چار صاحبزادیاں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی مقدس اولاد کے بارے میں دوسرے اقوال بھی ہیں جن کا تذکرہ طوالت سے خالی نہیں۔

حضور ﷺ کی ان ساتوں مقدس اولاد میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے تولد ہوئے تھے باقی تمام اولاد کرام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔ [1]

1 حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

یہ سب سے پہلے فرزند ہیں جو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آغوش مبارک میں اعلانِ نبوت سے قبل پیدا ہوئے۔ حضورِ اقدس ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ یہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کی عمر شریف دو برس کی ہوئی مگر علامہ غلابی کہتے ہیں کہ یہ فقط سترہ ماہ زندہ رہے۔ واللہ اعلم۔ [2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

ان ہی کا لقب طیب وطاہر ہے۔ اعلانِ نبوت سے قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں۔ یہ ذوالحجہ ۸ ھ میں مدینہ منورہ کے قریب مقام "عالیہ" کے اندر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس لیے مقام عالیہ کا دوسرا نام "مشربۂ ابراہیم" بھی ہے۔ ان کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے مقام عالیہ سے مدینہ آکر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ یہ خوش خبری سن کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ اس کے بعد فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا ابا ابراہیم" (اے ابراہیم کے باپ) کہہ کر پکارا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے آپ نے ذبح فرمائے اور ان کے سر کے بال کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرادیا اور "ابراہیم" نام رکھا، پھر ان کو دودھ پلانے کے لیے حضرت "ام سیف" رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمایا۔ ان کے شوہر حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور کبھی کبھی آپ ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوسیف رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے تو یہ وہ وقت تھا کہ حضرت ابراہیم جان کنی کے عالم میں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عوف کے بیٹے! یہ میرا رونا ایک شفقت کا رونا ہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ جب چشمانِ مبارک سے آنسو بہے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلاَّ مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ

آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے مگر ہم وہی بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو جائے اور بلاشبہ اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بہت زیادہ غمگین ہیں۔

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اتفاق سے اسی دن سورج میں گرہن لگا۔ عربوں کے دلوں میں زمانہ جاہلیت کا یہ عقیدہ جما ہوا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت سے چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگوں

نے یہ خیال کیا کہ غالباً یہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں جاہلیت کے اس عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ [3]

یقیناً چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان دونوں میں گرہن نہیں لگتا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے فرزند ابراہیم نے دودھ پینے کی مدت پوری نہیں کی اور دنیا سے چلا گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بہشت میں ایک دودھ پلانے والی کو مقرر فرما دیا ہے جو مدت رضاعت بھر اس کو دودھ پلاتی رہے گی۔ [4]

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ [5]

بوقت وفات حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر شریف ۱۷ یا ۱۸ ماہ کی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

یہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ اعلانِ نبوت سے دس سال قبل جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس سال کی تھی مکہ مکرمہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ یہ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بلا لیا تھا اور یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔

اعلانِ نبوت سے قبل ہی ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہو گئی تھی۔ ابوالعاص حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سفارش سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص کے ساتھ نکاح فرما دیا تھا۔ حضرت زینب تو مسلمان ہو گئی تھیں مگر ابوالعاص شرک و کفر پر اڑا رہا۔ رمضان ۲ ھ میں جب ابوالعاص جنگِ بدر سے گرفتار ہو کر مدینہ آئے۔ اس وقت تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا مسلمان ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھیں۔ چنانچہ ابوالعاص کو قید سے چھڑانے کے لیے انہوں نے

مدینہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو ان کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ یہ ہار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ پا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس واپس بھیج دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے یہ وعدہ لے کر ان کو رہا کر دیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ ابو العاص نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں "بطن یاجج" تک بھیج دیا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے ساتھ پہلے ہی مقام "بطن یاجج" میں بھیج دیا تھا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات "بطن یاجج" سے اپنی حفاظت میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئیں تو کفار قریش نے ان کا راستہ روکا یہاں تک کہ ایک بدنصیب ظالم "ہبار بن الاسود" نے ان کو نیزہ سے ڈرا کر اونٹ سے گرا دیا جس کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ مگر ان کے دیور کنانہ نے اپنے ترکش سے تیروں کو باہر نکال کر یہ دھمکی دی کہ جو شخص بھی حضرت زینب کے اونٹ کا پیچھا کرے گا۔ وہ میرے ان تیروں سے بچ کر نہ جائے گا۔ یہ سن کر کفار قریش سہم گئے۔ پھر سردار مکہ ابو سفیان نے درمیان میں پڑ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے مدینہ منورہ کی روانگی کے لیے راستہ صاف کرا دیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کرنے میں یہ دردناک مصیبت پیش آئی اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہیَ اَفضَلُ بَنَاتِي اُصِيْبَتْ فِي یعنی یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت ہی زیادہ فضیلت والی ہیں کہ میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔ اس کے بعد ابو العاص محرم ۷ھ میں مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے لگے۔ [6]

۸ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی اور حضرت ام ایمن و حضرت سودہ بنت زمعہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن نے ان کو غسل دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن کے لیے اپنا تہبند شریف عطا فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کو قبر میں اتارا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ایک لڑکا جس کا نام "علی" اور ایک لڑکی حضرت "امامہ" تھیں۔ "علی" کے بارے میں ایک روایت ہے کہ اپنی والدہ ماجدہ کی حیات ہی میں بلوغ کے قریب پہنچ کر وفات پا گئے لیکن ابن عساکر کا بیان ہے کہ نسب ناموں کے بیان کرنے والے بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ یرموک میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ [7]

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ آپ ان کو اپنے دوش مبارک پر بٹھا کر مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک بہت ہی خوبصورت سونے کا ہار کسی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کیا جس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حیران رہ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس بیویوں سے فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تمام ازواجِ مطہرات نے یہ خیال کر لیا کہ یقیناً یہ ہار حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا اور اپنی پیاری نواسی کے گلے میں اپنے دستِ مبارک سے یہ ہار ڈال دیا۔ (8)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

یہ اعلان نبوت سے سات برس پہلے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا پیدا ہوئیں اور ابتداء اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے "عتبہ" سے ہوا تھا لیکن ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ "سورہ تبت یدا" نازل ہوگئی۔ ابولہب قرآن میں اپنی اس دائمی رسوائی کا بیان سن کر غصہ میں آگ بگولا ہوگیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو مجبور کر دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے۔ چنانچہ عتبہ نے طلاق دے دی۔

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مکہ واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور یہ میاں بیوی دونوں "صاحب الہجرتین" (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہوگئے۔ جنگِ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت سخت بیمار تھیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگِ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس دن جنگِ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا نے بیس سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کے سبب سے ان کے جنازہ میں

شریک نہ ہو سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اگرچہ جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور جنگِ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو مجاہدین کے برابر حصہ بھی عطا فرمایا اور شرکاء جنگِ بدر کے برابر اجرِ عظیم کی بشارت بھی دی۔ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند بھی پیدا ہوئے تھے جن کا نام "عبداللہ" تھا۔ یہ اپنی ماں کے بعد ۴ھ میں چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ [9]

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

یہ پہلے ابولہب کے بیٹے "عتیبہ" کے نکاح میں تھیں لیکن ابولہب کے مجبور کر دینے سے بدنصیب عتیبہ نے ان کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی اور اس ظالم نے بارگاہِ نبوت میں انتہائی گستاخی بھی کی۔ یہاں تک کہ بدزبانی کرتے ہوئے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر جھپٹ پڑا اور آپ کے مقدس پیراہن کو پھاڑ ڈالا۔ اس گستاخ کی بے ادبی سے آپ کے قلب نازک پر انتہائی رنج و صدمہ گزرا اور جوشِ غم میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ "یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرما دے۔

اس دعاء نبوی کا یہ اثر ہوا کہ ابولہب اور عتیبہ دونوں تجارت کے لیے ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام گئے اور مقامِ "زرقا" میں ایک راہب کے پاس رات میں ٹھہرے راہب نے قافلہ والوں کو بتایا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ آپ لوگ ذرا ہوشیار ہو کر سوئیں۔ یہ سن کر ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ اے لوگو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے بیٹے عتیبہ کے لیے ہلاکت کی دعا کر دی ہے۔ لہٰذا تم لوگ تمام تجارتی سامان کو اکٹھا کر کے اس کے اوپر عتیبہ کا بستر لگا دو اور سب لوگ اس کے اردگرد چاروں طرف سو رہو تا کہ میرا بیٹا درندوں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ چنانچہ قافلہ والوں نے عتیبہ کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کیا لیکن رات میں بالکل ناگہاں ایک شیر آیا اور سب کو سونگھتے ہوئے کود کر عتیبہ کے بستر پر پہنچا اور اس کے سر کو چبا ڈالا۔ لوگوں نے ہر چند شیر کو تلاش کیا مگر کچھ بھی پتا نہیں چل سکا کہ یہ شیر کہاں سے آیا تھا؟ اور کدھر چلا گیا۔ [10]

خدا کی شان دیکھئے کہ ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں شہزادیوں کو اپنے باپ کے مجبور کرنے سے طلاق دے دی مگر عتبہ نے چونکہ بارگاہِ نبوت میں کوئی گستاخی اور بے ادبی نہیں کی تھی۔ اس لیے وہ قہر الٰہی میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ فتح مکہ کے دن اس نے اور اس کے ایک دوسرے بھائی "معتب" دونوں نے اسلام

قبول کرلیا اور دستِ اقدس پر بیعت کر کے شرف صحابیت سے سرفراز ہو گئے۔ اور "عتیبہ" نے اپنی خباثت سے چونکہ بارگاہِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی کی تھی اس لیے وہ قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہو کر کفر کی حالت میں ایک خونخوار شیر کے حملہ کا شکار بن گیا۔

(والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ)

حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا مگر ان کے شکم مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ شعبان ۹ ھ میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ 11

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاجزادی ہیں بعثت نبوی کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 41 سال تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے القاب میں چند مشہور القاب زہرا، بتول، زکیہ، رافیہ، طاہرہ، سیدۃ النساء اہل الجنتہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی پرورش اور تربیت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور انہیں کی نگرانی میں سن شعور کو پہنچیں۔

مسلم شریف میں ہے: ''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہہ ہوتی تھی'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے قیام وقعود نشست و برخاست، عادات و اطوار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ آپ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے قریش کے چند شریروں نے شرارت کرتے ہوئے اونٹ کی اوجھڑی لا کر خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر رکھ دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت سجدہ میں تھے قریش اس حرکت پر مسرور ہوئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن تھا کسی نے جا کر بتلایا تو دوڑتی ہوئی تشریف لائیں اور اس بوجھ کو اتارا اور کفار سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن ابوجہل نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی بات پر تھپڑ مارا، کمسن سیدہ روتی ہوئی سید الاولین و لآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا بیٹی! جاؤ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی اس

حرکت سے آگاہ کرو۔ وہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور انہیں سارا واقعہ سنایا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے سیدہ کی انگلی پکڑی اور سیدھے ابوجہل کے پاس گئے اور سیدہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جس طرح اس نے تھپڑ مارا ہے تم بھی اسے تھپڑ مارو۔ اگر یہ کچھ بولے گا تو میں نمٹ لوں گا۔ چنانچہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے ابوجہل کو تھپڑ مارا اور گھر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی: ''اے اللہ ابوسفیان کے اس سلوک کو نہ بھولنا''۔

ماہ رجب 2 ہجری میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور نکاح کا مہر چار صد مثقال مقرر کیا گیا۔ نکاح کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس یا چوبیس برس اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ، اٹھارہ یا انیس سال تھی اس نکاح کی تقریب میں جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد شریک تھی۔ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!''فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے'' ر12

''فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی'' ر13

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین امت کی سردار ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے تنگ کیا اس نے مجھے تنگ کیا اور جس نے مجھے تنگ کیا اس نے اللہ کو تنگ کیا جس نے اللہ تعالیٰ کو تنگ کیا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کرے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان خانگی امور کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اندرون خانہ سارا کام سرانجام دیں گی۔ اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ بیرون خانہ کے فرائض انجام لائیں گے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں زخمی ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کی مرہم پٹی کا بے مثال کارنامہ سرانجام دینے والی شخصیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

اور بخاری شریف میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھو رہی تھیں۔ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔ جب دیکھا کہ پانی ڈالنے کی وجہ سے خون بہہ رہا ہے تو ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخموں پر لگائی جس سے خون بند ہو گیا۔ ر14

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے۔ جب ملنے کی غرض سے تشریف لاتیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے، ماتھے پر بوسہ دیتے اور اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا احتراماً کھڑی ہو جاتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی نشست پر بٹھا لیتی تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر 29 سال تھی۔ جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی حضور ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی کیونکہ اب صرف اولاد میں وہی حیات تھیں۔ حضور ﷺ نے وصال سے ایک دن قبل بلایا۔ اور جب تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں باتیں کیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہوئیں۔ پھر بلا کر کان میں کچھ کہا تو ہنس پڑیں۔ جب سیدہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ تو غرض کرنے لگیں کہ پہلی دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی حالت میں انتقال کروں گا تو مجھے رونا آ گیا۔ اور دوسری دفعہ فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھے آ کر ملو گی تو میں ہنسنے لگی۔ ر15

حضور ﷺ کی رحلت پر نہایت درد و سوز کے عالم میں فرمایا تھا۔ ''مجھ پر مصیبتوں کے اس قدر پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں کہ اگر یہ مصیبتوں کے پہاڑ دنوں پر ٹوٹتے تو دن بھی رات بن جاتے'' سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے تاکہ اس پر غیر مردوں کی نظر نہ پڑے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کو غسل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے دیا۔ معاونت میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ (جو حضور ﷺ کے غلام تھے) کی بیوی سلمٰی ام ایمن رضی اللہ عنہا شامل تھیں۔ اس سارے انتظام کی نگرانی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ سیدہ فاطمہ الزہراہ رضی اللہ عنہا سے خالق کائنات نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پانچ اولادیں عطا فرمائیں۔ تین لڑکے اور دو لڑکیاں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زینب، حضرت ام کلثوم اور حضرت محسن رضی اللہ عنہم

امام حسن رضی اللہ عنہ

نام مبارک:

آپ کا نام مبارک "حسن" اور کنیت "ابو محمد" ہے۔ آپ کا یہ نام خود سردار انبیاء حضور تاجدار مدینہ ﷺ نے رکھا تھا۔ اور آپ سے پہلے دنیا میں کسی بچے کا نام "حسن" نہیں رکھا گیا۔

نسب مبارک:

علامہ ابن اثیر جزری تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک یہ ہے۔ "حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی" آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول

اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہیں جو دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

تاریخ پیدائش:

آپ ۱۵ / شعبان المعظم سن ۳ / ہجری میں مدینہ منورہ کی سرزمین پر پیدا ہوئے۔

فضائل ومناقب:

کتب احادیث میں بہت ساری روایتیں موجود ہیں جس سے آپ کی عظمت شان بخوبی واضح ہوتی ہے، اور ساتھ ہی آپ کی حیات مبارکہ کے مختلف حالات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہاں پر بطور اختصار کچھ روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

1 سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب حسن کی پیدائش ہوئی تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا "حرب" حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ "حسن" ہے۔ پھر جب حسین پیدا ہوئے تو حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا "حرب" حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ "حسین" ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: پھر جب تیسرے لڑکے کی پیدائش ہوئی تو حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا "حرب" حضور نے فرمایا: نہیں وہ "محسن" ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے بیٹوں کا نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام "شبّر، شبّیر، مبشّر، پر رکھا ہے۔ 16

2 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ، حضرت حسن کو اپنے کاندھے پر بیٹھائے ہوئے تھے، تو ایک شخص نے کہا: اے بچے کتنی اچھی سواری ہے جس پر تو سوار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بھی تو دیکھو کہ وہ سوار کتنا اچھا ہے۔ 17

3 حضرت انس بن مالک رضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے "میرے دونوں بیٹے کو بلاؤ۔ {جب سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لایا جاتا} تو آپ ﷺ دونوں صاحبزادوں کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔ 18

4 حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھے اور آپ نے {حضرت سیدنا امام

حسن رضی اللہ عنہ} کے بارے میں ارشاد فرمایا: بے شک یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعت کے درمیان صلح کرادے گا۔ 19

5 حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میری والدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کتنے دنوں بعد جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ: اتنے اتنے دنوں سے میرا آنا جانا چھوٹا ہوا ہے۔ اس پر وہ ناراض ہو گئیں۔ تو میں نے کہا کہ: اچھا، اب آپ مان بھی جائیے۔ میں آج ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز مغرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کروں گا، اپنی اور آپ کی مغفرت کی دعا کرنے کی درخواست کروں گا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء تک نماز میں مشغول رہے، عشاء پڑھنے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری آواز سنی تو فرمایا: کون؟ حذیفہ، میں نے کہا: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک فرشتہ جو آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ آیا، آج اس نے اپنے رب سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھے اس بات کی خوشخبری دے کہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن، حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ 20

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بڑے حلیم، کریم اور متقی و پرہیز گار تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں دو بار اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ اس کے علاوہ جب بھی راہ خدا میں مال لٹانے کی باری آئی تو انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے ۵۰ / مرتبہ پیدل حج کیا۔ وہ کہتے تھے کہ: مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور اس تک پیدل چل کر نہ جاؤں۔

رمضان سن 40 / ہجری میں اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے، چالیس ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کیا۔ اور آپ نے چھ یا سات مہینے تک عراق، خراسان، حجاز اور یمن وغیرہ پر حکومت کیا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک شام سے آپ کے خلاف فوج کشی کی، آپ نے بھی اپنی فوج اُتاری اور جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور قریب تھا کہ جنگ کی آگ بھڑک جائے تو آپ نے سوچا کہ: کوئی فریق دوسرے پر اس وقت تک غالب نہ ہوگا جب تک کہ دونوں طرف سے بہت سارے مسلمانوں کا خون نہ بہہ جائے۔ یہ سوچ کر آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ پیغام بھیجا

کہ: وہ اس شرط پر حکومت ان کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ان کے بعد خلافت ہمارے پاس رہے اور یہ کہ ہمارے والد کے زمانے میں مدینہ، حجاز اور عراق کے لوگوں کے پاس جو کچھ تھا اس کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط کو منظور کر لیا اور اس طرح سے غیب داں پیغمبر ﷺ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ: آپ ﷺ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے بچپنے ہی میں فرمایا تھا کہ "یہ میرا بیٹا سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے گا"۔ جس ذات کے لئے حضور نے فرمایا ہو کہ: یہ سردار ہے اس کی عظمتوں کا اندازہ بھلا کون لگا سکتا ہے۔ ر21

شہادت:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال میں مورخین کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ سن 49 / ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ سن ۵۰ / ہجری میں ہوا، اور سن ۵۱ / ہجری کا بھی قول کیا گیا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ دشمنوں کی سازش سے آپ کو زہر پلا دیا گیا، جس کی وجہ سے آپ چالیس دن تک بیمار رہے پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

جب بیماری زیادہ بڑھی تو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: مجھے تین بار زہر دیا گیا لیکن اس بار سب سے زیادہ شدید زہر تھا جس سے میرا جگر کٹ رہا ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ سوال کیوں پوچھتے ہو؟ کیا تم ان سے جنگ کرو گے۔ میں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

کچھ لوگوں سے یہاں پر سخت غلطی واقع ہوئی، وہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی "جعدہ بنت الاشعث" کو دشمنوں نے بہلا پھسلا کر اپنی سازش کا حصہ بنا لیا اور وہ دشمنوں کے جھانسے میں آ کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دھوکے میں زہر پلا دی۔ یہ بات بالکل جھوٹ اور افترائے محض ہے۔ کیونکہ تمام مورخین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے زہر پلانے والے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کسی کا نام نہ بتایا اور صرف اتنا کہا کہ: میں ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ تو جب انہوں نے نام نہیں بتایا یہاں تک کہ کسی کے بارے میں اپنی شک کا اظہار بھی نہ فرمایا۔ جس کی وجہ سے اس وقت کسی سے قصاص نہ لیا جا سکا تو پھر دوسروں کو کیسے اس کا علم ہوا؟ اس لئے ایک ایسے مقدس امام جن سے اپنا رشتہ جوڑنے پر اس

زمانے کی عورتیں ہر دکھ گوارا کرنے کو تیار رہتی تھی، پھر جنہیں نوجوانان جنت کی سردار کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ان کے بارے میں ایسا خیال رکھنا اپنی تباہی اور بربادی کو دعوت دینا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور اپنے ان نیک بندوں کے صدقے دارین کی سرخروئی نصیب فرمائے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ

نام مبارک:

حسین

کنیت:

ابوعبداللہ، ریحانۃ الرسول۔

نسب نامہ:

حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قرشی ہاشمی۔

ولادت باسعادت:

4 / شعبان المعظم سن 4 / ہجری، بمقام مدینہ منورہ

شہادت:

10 / محرم الحرام سن 61 / ہجری بروز جمعہ سرزمین عراق میں کربلا کے مقام پر اسلام کی تحفظ کی خاطر دین کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔اس وقت آپ کی عمر مبارک 54 / سال کی تھی۔

ازواج:

1 شہربانو۔ 2 ام رباب۔ 3 ام لیلی۔ 4 ام اسحاق۔اولاد: 1 علی اکبر 2 علی، جو زین العابدین سے مشہور ہیں 3 علی اصغر 4 ام کلثوم 5 سکینہ 6 فاطمہ

فضائل ومناقب:

1 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ [22]

2 حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین میری اولاد میں سے ایک فرزند ہیں۔ [23]

3 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے محبت کیا اس نے مجھ سے محبت کیا اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ [24]

4 حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہتے "میرے دونوں بیٹے کو بلاؤ{ جب سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لایا جاتا} تو آپ ﷺ دونوں صاحبزادوں کو سونگھتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے۔ [25]

5 حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ایک دعوت کھانے نکلے۔ حضور نے گلی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو کھیلتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ ﷺ لوگوں سے آگے بڑھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور نبی کریم ﷺ اُن کو ہنساتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اُن کو پکڑ لیا پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا سر پر رکھ کر ان کو بوسہ دیا اور ارشاد فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے، اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ [26]

6 ام الفضل بنت حارث بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور میں نے حضور سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ، میں نے رات کو ایک بہت ہی غلط خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا دیکھا ہے؟ حضرت ام الفضل بنت حارث کہتی ہیں کہ: میں نے کہا: یارسول اللہ وہ بہت ہی خطرناک خواب تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے دیکھا کیا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ، میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ ان شاء اللہ، فاطمہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں رکھا جائے گا۔ پھر حضور ﷺ کے فرمانے

کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں رکھے گئے۔ پھر میں ایک دن حضور کے پاس گئی تو حضور ﷺ ان کو اپنے گود میں رکھے ہوئے تھے۔ میں تھوڑی دیر کے لئے دوسری طرف متوجہ ہوگئی، پھر دیکھا تو حضور کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یا رسول اللہ، آپ کو کیا ہوا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے بتایا کہ: میری امت کے لوگ میرے اس بیٹے کو قتل کر دیں گے، میں نے پوچھا: اِس بیٹے کو، حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں اِس بیٹے کو اور مجھے اس کی شہادت کی جگہ کی سرخ مٹی بھی لا کر دی۔ [27]

7 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ہمیں اور اہل بیت کرام کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما ارض "طف" یعنی کربلا میں شہید کئے جائیں گے۔ [28]

8 حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں نے حضور ﷺ کو ان کے کان میں اذان دیتے ہو دیکھا۔ [29]

9 حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب حسن کی پیدائش ہوئی تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دیکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا "حرب" حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ "حسن" ہے۔ پھر جب حسین پیدا ہوئے تو حضور تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دیکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا "حرب" حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں وہ "حسین" ہے۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ: پھر جب تیسرے لڑکے کی پیدائش ہوئی تو حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دیکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا "حرب" حضور نے فرمایا: نہیں وہ "محسن" ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے بیٹوں کا نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام "شبّر، شبّیر، مبشّر، پر رکھا ہے۔ [30]

10 حضرت عبد اللہ بن شداد الھاد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتے ہیں کہ: ظہر یا عصر کے وقت حضور ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ اپنے دونوں صاحبزادے "حسن یا حسین" میں سے کسی ایک کو اپنی گود میں لئے ہوئے تھے، آپ ﷺ جب نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے تو ان کو اپنے داہنے پیر کے پاس رکھ دیا۔ پھر جب آپ سجدے میں گئے بڑا لمبا سجدہ فرمایا۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ: میرے والد نے کہا کہ: میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضور سجدے میں ہیں اور صاحبزادہ حضور ﷺ کی پشت انور پر ہیں، تو

میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا۔ پھر جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ، آج آپ نے نماز میں جیسا سجدہ کیا ایسا کبھی نہ کرتے تھے، آپ کو اس کا حکم دیا گیا یا آپ کی طرف وحی کی جارہی تھی؟ حضور نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہیں ہے، "ولکن ارتحلنی ابنی فکرھت ان عجلہ حتی یقضی حاجتہ" بات یہ ہے کہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار تھا تو میں نے جلدی کرنا، ناپسند کیا یہاں تک کہ وہ اپنا جی بھر لے۔ [31]

11 حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آگئے۔ وہ دونوں چل رہے تھے اور گر رہے تھے۔ تو حضور ﷺ منبر سے اُترے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھا دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ "بے شک تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ [32] میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے اور گرتے دیکھا تو صبر نہ کرسکا اور اپنی بات کو کاٹ کر دونوں کو اٹھا لیا۔ [33]

چچاؤں کی تعداد

حضورِ اقدس ﷺ کے چچاؤں کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تعداد نو، بعض نے کہا کہ دس اور بعض کا قول ہے کہ گیارہ مگر صاحب مواہب لدنیہ نے ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں:

1. حارث
2. ابوطالب
3. زبیر
4. حمزہ
5. عباس
6. ابولہب
7. غیداق
8. مقوم
9. ضرار
10. قثم
11. عبدالکعبہ
12. جحل

ان میں سے صرف حضرت حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے۔ ان کو حضورِ اقدس ﷺ نے اسد اللہ و اسد الرسول (اللہ و رسول کا شیر) کے معزز و ممتاز لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہ ۳ھ میں جنگِ اُحد کے اندر شہید ہو کر سید الشہداء کے لقب سے مشہور ہوئے اور مدینہ منورہ سے تین میل دور خاص جنگِ اُحد کے میدان میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزارِ پرانوار زیارت گاہ عالم اسلام ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ان کے اور ان کی اولاد کے بارے میں بہت سی بشارتیں دیں اور اچھی اچھی دعائیں بھی فرمائی ہیں۔

۳۲ھ یا ۳۳ھ میں ستاسی یا اٹھاسی برس کی عمر پاکر وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ 34

آپ ﷺ کی پھوپھیاں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھیوں کی تعداد چھ ہے جن کے نام یہ ہیں:

1 عاتکہ 2 امیمہ 3 ام حکیم 4 برہ 5 صفیہ 6 اروی

ان میں سے تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ یہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ غزوہ خندق میں انہوں نے ایک مسلح اور حملہ آور یہودی کو تنہا ایک چوب سے مار کر قتل کر دیا تھا۔ جس کا تذکرہ غزوہ خندق میں گزر چکا اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگِ اُحد میں بھی جب مسلمانوں کا لشکر بکھر چکا تھا یہ اکیلی کفار پر نیزہ چلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کو ان کی غیر معمولی شجاعت پر انتہائی تعجب ہوا اور آپ نے ان کے فرزند حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا کہ ذرا اس عورت کی بہادری اور جاں نثاری تو دیکھو۔ ۲۰ھ میں تہتر برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پا کر جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ 35

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اروی و عاتکہ و امیمہ کے اسلام میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعضوں نے ان تینوں کو مسلمان تحریر کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک ان کا اسلام ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم 37

خُدّامِ خاص

یوں تو تمام ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور شمع نبوت ﷺ کے پروانے تھے اور انتہائی جاں نثاری کے ساتھ آپ کی خدمت گزاری کے لیے بھی تن من دھن سے حاضر رہتے تھے مگر پھر بھی چند ایسے خوش نصیب ہیں جن کا شمار حضور تاجدارِ رسالت ﷺ کے خصوصی خدام میں ہے۔ ان خوش بختوں کی مقدس فہرست میں مندرجِ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

1 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

یہ حضورِ اقدس ﷺ کے سب سے زیادہ مشہور و ممتاز خادم ہیں۔ انہوں نے دس برس مسلسل ہر سفر و حضر میں آپ کی وفادارانہ خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان کے لیے حضور ﷺ نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی تھی کہ اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَا لَہٗ وَ وَلَدَہٗ وَ اَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ یعنی اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی ان تین دعاؤں میں سے دو دعاؤں کی مقبولیت کا جلوہ تو میں نے دیکھ لیا کہ ہر شخص کا باغ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے اور میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا ہے۔ اور پھلوں میں مشک کی خوشبو آتی ہے۔ اور میری اولاد کی تعداد ایک سو چھ ہے جن میں ستر لڑکے اور باقی لڑکیاں ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں تیسری دعا کا جلوہ بھی ضرور دیکھوں گا۔ یعنی جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ انہوں نے دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں حضور ﷺ سے روایت کی ہیں اور حدیث میں ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کی عمر سو برس سے زائد ہوئی۔ بصرہ میں ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں وفات پائی۔ 37

2 حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ

یہ حضور ﷺ کے لیے وضو کرانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔ یعنی پانی اور مسواک وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ 38

3 حضرت ایمن رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کی ایک چھوٹی مشک جس سے آپ استنجا اور وضو فرمایا کرتے تھے ہمیشہ آپ ہی کی تحویل میں رہا کرتی تھی۔ یہ جنگ حنین کے دن شہادت سے سرفراز ہوئے۔ 39

4 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ نعلین شریفین اور وضو کا برتن اور مسند و مسواک اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور سفر و حضر میں ہمیشہ یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ ساٹھ برس سے زیادہ عمر پا کر ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں بعض کا قول ہے کہ مدینہ میں اور بعض کے نزدیک کوفہ میں وصال فرمایا۔ 40

خصوصی محافظین

کفار چونکہ حضور اقدس ﷺ کے جانی دشمن تھے اور ہر وقت اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ اگر اک ذرا بھی موقع مل جائے تو آپ کو شہید کر ڈالیں۔ بلکہ بارہا قاتلانہ حملہ بھی کر چکے تھے۔ اس لیے کچھ جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باری باری سے راتوں کو آپ کی مختلف خوابگاہوں اور قیام گاہوں کا شمشیر بکف ہو کر پہرہ دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب کہ یہ آیت نازل ہوگئی کہ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی" اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں

سے بچائے گا۔" اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب پہرہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ وہ مجھ کو میرے تمام دشمنوں سے بچائے گا۔ ان جاں نثار پہرہ داروں میں چند خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

❶ حضرت ابوبکر صدیق ❷ حضرت سعد بن معاذ انصاری ❸ حضرت محمد بن مسلمہ ❹ حضرت ذکوان بن عبدقیس ❺ حضرت زبیر بن العوام ❻ حضرت سعد بن ابی وقاص ❼ حضرت عباد بن بشر ❽ حضرت ابو ایوب انصاری ❾ حضرت بلال ❿ حضرت مغیرہ بن شعبہ۔ (رضی اللہ عنہم)

مقدس باندیاں

مذکورہ بالا ازواجِ مطہرات کے علاوہ حضورِ اقدس ﷺ کی چار باندیاں بھی تھیں جو آپ کے زیر تصرف تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

ان کو مصر وسکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے بارگاہِ اقدس میں چند ہدایا اور تحائف کے ساتھ بطور ہبہ کے نذر کیا تھا۔ ان کی ماں رومی تھیں اور باپ مصری اس لیے یہ بہت ہی حسین وخوبصورت تھیں۔ یہ حضور ﷺ کی ام ولد ہیں کیونکہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ان ہی کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔

کنیز ہونے کے باوجود حضور اقدس ﷺ ان کو پردہ میں رکھتے تھے اور ان کیلئے مدینہ طیبہ کے قریب مقام عالیہ میں آپ نے ایک الگ گھر بنوادیا تھا جس میں یہ رہا کرتی تھیں اور حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی بھر ان کے نان ونفقہ کا انتظام کرتے رہے اور ان کے بعد حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کی وفات ہوگئی اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے خاص طور پر لوگوں کو جمع فرمایا اور خود ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھا کر ان کو جنت البقیع میں مدفون کیا۔ [41]

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

یہ یہود کے خاندان بنوقریظہ سے تھیں، گرفتار ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں مگر انہوں نے کچھ دنوں تک اسلام قبول نہیں کیا جس سے حضور اقدس ﷺ ان سے ناراض رہا کرتے تھے مگر ناگہاں ایک دن ایک صحابی نے

آ کر یہ خوشخبری سنائی کہ یا رسول اللہ! ریحانہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کرلیا۔ اس خبر سے آپ بے حد خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ریحانہ! اگر تم چاہو تو میں تم کو آزاد کر کے تم سے نکاح کرلوں۔ مگر انہوں نے یہ گزارش کی کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی لونڈی ہی بنا کر رکھیں۔ یہی میرے اور آپ دونوں کے حق میں اچھا اور آسان رہے گا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی جب آپ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے ۱۰ھ میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (42)

حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا

یہ پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مملوکہ لونڈی تھیں۔ انہوں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہبہ کے نذر کردیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانہ نبوت میں باندی کی حیثیت سے رہنے لگیں۔ (43)

چوتھی باندی صاحبہ

مذکورہ بالا باندیوں کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چوتھی باندی صاحبہ بھی تھیں جن کے بارے میں عام طور پر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں۔ یہ بھی کسی جہاد میں گرفتار ہو کر بارگاہِ اقدس میں آئی تھیں اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی بن کر آپ کی صحبت سے سرفراز ہوتی رہیں۔ (44)

حوالہ جات سبق نمبر 28

(1) زرقانی جلد ۲ ص ۱۹۳

(2) زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۴

(3) بخاری جلد ۱ ص ۱۴۵

(4) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۵۴

(5) مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۵۳

(6) زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۵ تا ۱۹۶

(7) زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۷

(8) زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۷

(9) زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۸ تا ۱۹۹

(10) زرقانی جلد ۳ ص ۱۹۷ تا ۱۹۸

(11) زرقانی جلد ۳ ص ۲۰۰

(12) البدایۃ

(13) کنز العمال

(14) بخاری جلد ثانی

(15) صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۳۶

(16) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ومن مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۴۷۷۳

(17) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۸۴

(18) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۷۵

(19) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۷۳

(20) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۸۱]

(21) اسد الغابہ، باب الحاء والسین، حسن بن علی رضی اللہ عنہ

(22) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۶۸

(23) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۷۵

(24) ابن ماجہ، فضل الحسن والحسین ابنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، حدیث: ۱۴۳

(25) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث: ۳۷۷۵

(26) ابن ماجہ، فضل الحسن والحسین ابنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، حدیث: ۱۴۳

(27) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، اول فضائل ابی عبداللہ الحسین بن علی الشہید، حدیث: ۴۸۱۸

(28) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، اول فضائل ابی عبداللہ الحسین بن علی الشہید، حدیث: ۴۸۲۶

(29) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، اول فضائل ابی عبداللہ الحسین بن علی الشہید، حدیث: ۴۸۲۷

(30) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ومن مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۴۷۷۳

(31) المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ومن مناقب الحسن والحسین ابنی بنت رسول اللہ ﷺ، حدیث: ۴۷۷۵

(32) سورہ تغابن، آیت: ۱۵۰

(33) ترمذی، کتاب المناقب

(34) زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۰ تا ۲۸۵ ومدارج جلد ۲ ص ۲۸۸

(35) زرقانی جلد ۳ ص ۲۸۷ تا ص ۲۸۸

(36) زرقانی جلد ۳ ص ۲۸۷

(37) زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۶ تا ص ۲۹۷

(38) زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۷

(39) زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۷

(40) زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۷ تا ۲۹۸

(41) زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۱ تا ۲۷۲

(42) زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۳

(43) زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۴

(44) زرقانی جلد ۳

مشق سبق نمبر 28

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حضور ﷺ کی بیٹیوں اور بیٹوں کے نام لکھیں؟

....

....

2. جس دن حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے اس دن کیا واقعہ پیش آیا؟

....

....

3. حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں کیوں نہیں شریک ہوئے تھے؟

....

....

4. حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کب ہوئی اور کیا مہر مقرر ہوا؟

....

....

5. حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کن دو لشکروں کے درمیان صلح کروائی تھی؟

....

....

6. حضور ﷺ نے نماز میں سجدہ لمبا کیوں فرمایا تھا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. بے شک تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے ہیں۔

☐ نعمت ☐ تحفہ ☐ آزمائش ☐ تجربہ

2. حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر تھی

☐ ۲۰۰ سال ☐ ۱۵۰ سال ☐ ۱۲۰ سال ☐ ۱۰۰ سال

3. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی بھر ان کے کا انتظام کرتے رہے

☐ نان ونفقہ ☐ سیروسیاحت ☐ کاروبار ☐ تعلیم وتربیت

4. جنگِ اُحد میں بھی جب مسلمانوں کا لشکر بکھر چکا تھا یہ اکیلی کفار پر چلاتی رہیں

☐ تلوار ☐ نیزہ ☐ برچھا ☐ تیر

5. تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے میں اذان دیتے ہودیکھا

☐ ناک ☐ سر ☐ سینہ ☐ کان

6. اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے کرتا ہے

☐ تعلق ☐ محبت ☐ پیار ☐ انس

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
جنتی عورتوں کی سردار ہے	حسن اور حسین رضی اللہ عنہما
کہ دشمنوں کی سازش سے آپ کو زہر پلا دیا گیا	جب تم لوگ گرہن دیکھو
جنتی جوانوں کے سردار ہیں	آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا
تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔	میرا جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے
تا کہ اس پر غیر مردوں کی نظر نہ پڑے	فاطمہ رضی اللہ عنہا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. ان کے شوہر حضرت ابو سیف رضی اللہ عنہ............کا پیشہ کرتے تھے۔
2. حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت............کے شکم سے تولد ہوئے۔
3. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ............حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔
4. یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر............فرما دے۔
5. فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی............ہے"
6. اللہ تعالی اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعت کے درمیان............کرا دے گا۔

ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت کی تعریف

اسلام کی بنیاد توحید اور آخرت کے علاوہ جس اساسی عقیدے پر ہے، وہ یہ ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام کا یہی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے نام سے معروف ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ کسی ادنی اختلاف کے بغیر اس عقیدے کو جزوِ ایمان قرار دیتی آئی ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت

ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے، جو اسلام کے اصول اور ضروریات دین میں شمار کئے گئے ہیں، اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بلا کسی تاویل اور تخصیص کے خاتم النبیین ہیں۔ قرآن مجید کی ایک سو آیات کریمہ، رحمت عالم ﷺ کی احادیث متواترہ (دوسو دس احادیث مبارکہ) سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی امت کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر منعقد ہوا کہ مدعی نبوت کو قتل کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ حیات میں اسلام کے تحفظ و دفاع کے لئے جتنی جنگیں لڑی گئیں، ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد 259 ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ و دفاع کے

لئے اسلام کی تاریخ میں پہلی جنگ جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی تعداد بارہ سو ہے جن میں سے سات سو قرآن مجید کے حافظ اور عالم تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کل کمائی اور گراں قدر اثاثہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کی بڑی تعداد اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے جام شہادت نوش کر گئی۔

اسلام کی باقی تمام جنگوں میں کفار کی عورتوں، بچوں، باغات اور فصلوں وغیرہ کو نقصان نہیں پہنچایا گیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان مرتدین کی عورتوں، بچوں، باغات اور فصلوں کو بھی ختم کر دیا جائے۔ اس سے ختم نبوت کے عقیدہ کی عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ کے قبیلہ بنوحنیفہ کے مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا، مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں، مسیلمہ نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں (مسیلمہ) بھی اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں بہرا ہوں تیری یہ بات نہیں سن سکتا، مسیلمہ بار بار سوال کرتا رہا، وہ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا حتی کہ حبیب رضی اللہ عنہ بن زید کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسئلہ ختم نبوت کی عظمت و اہمیت سے کس طرح والہانہ تعلق رکھتے تھے۔

اب حضرات تابعین رحمہم اللہ میں سے ایک تابعی رحمہ اللہ کا واقعہ بھی ملاحظہ ہو:

''حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ جن کا نام عبداللہ بن ثوب رضی اللہ عنہ ہے اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اسی طرح بے اثر فرمادیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو گلزار بنا دیا تھا۔ یہ یمن میں پیدا ہوئے تھے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں اسلام لا چکے تھے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دور میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا۔ جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لئے مجبور کیا کرتا تھا۔ اسی دوران اس نے حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی، حضرت ابومسلم رضی اللہ عنہ نے انکار کیا پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتے

ہو؟ حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایاہاں، اس پر اسود عنسی نے ایک خوفناک آگ دہکائی اور حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ کو اس آگ میں ڈال دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آگ کو بے اثر فرمادیا، اور وہ اس سے صحیح سلامت نکل آئے۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود عنسی اور اس کے رفقاء پر ہیبت سی طاری ہوگئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ ان کو جلاوطن کردو، ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمہارے پیروؤں کے ایمان میں تزلزل آجائے، چنانچہ انہیں یمن سے جلاوطن کردیا گیا۔ یمن سے نکل کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ان سے ملے تو فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شخص کی زیارت کرادی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا تھا۔''

عقیدہ ختم نبوت اور قرآن عزیز

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۴۰﴾ (سورۂ احزاب:40)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائیگا۔ خاتم النبیین کی نبوی تفسیر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ''خاتم النبیین'' کی تفسیر ''لا نبی بعدی'' کے ساتھ خود فرمادی ہے۔ اسی لئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت چند احادیث نقل کرنے کے بعد آٹھ سطر پر مشتمل ایک نہایت ایمان افروز ارشاد فرماتے ہیں۔ چند جملے آپ بھی پڑھ لیجئے:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث متواتر کے ذریعہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تاکہ لوگوں کو معلوم رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے بھی اس مقام (یعنی نبوت) کا

دعویٰ کیا وہ بہت جھوٹا' بہت بڑا افترا پرداز' بڑا ہی مکار اور فریبی' خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہوگا' اگر چہ وہ خوارق عادات اور شعبدہ بازی دکھائے اور مختلف قسم کے جادو اور طلسماتی کرشموں کا مظاہرہ کرے۔" (تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جلد 3 صفحہ 494)

خاتم النبیین کی تفسیر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا مسئلہ ختم نبوت سے متعلق موقف کیلئے یہاں پر صرف دو صحابہ رضی اللہ عنہم کی آراء مبارکہ درج کی جاتی ہیں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا "اور لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین یعنی آخر النبیین ہیں۔" (ابن جریر صفحہ 16 جلد 22)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے آیت خاتم النبیین کے بارہ میں یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے تمام انبیأ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسولوں میں سے جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے آخری ٹھہرے۔" (درِ منثور صفحہ 204 جلد 5)

کیا اس جیسی صراحتوں کے بعد بھی کسی شک یا تاویل کی گنجائش ہے؟ اور بروزی یا ظلی کی تاویل چل سکتی ہے؟

عقیدہ ختم نبوت اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث 1

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیأ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل بنایا مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔"

(صحیح بخاری کتاب صفحہ 501 جلد 1، صحیح مسلم صفحہ 248 جلد 2)

حدیث 2

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزوں میں انبیأ کرام علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے:

1 مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے 2 رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی 3 مال غنیمت میرے لئے حلال کردیا گیا ہے 4 روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنادیا گیا ہے 5 مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے 6 اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے۔" (صحیح مسلم صفحہ 199 جلد 1، مشکوٰۃ صفحہ 512)

اس مضمون کی ایک حدیث صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، اس کے آخر میں ہے:

"وکان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة۔" (مشکوٰۃ صفحہ 512)

"پہلے انبیأ کو خاص ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔"

حدیث 3

"سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ (علیہما السلام) سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (بخاری صفحہ 633 جلد 2)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: "میرے بعد نبوت نہیں۔" (صحیح مسلم صفحہ 278 جلد 2)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

حدیث 4

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیأ علیہم السلام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی آتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔"

(صحیح بخاری صفحہ 491 جلد 1، صحیح مسلم صفحہ 126 جلد 2، مسند احمد صفحہ 297 جلد 2)

حدیث 5

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔"

(ابوداؤد صفحہ 127 جلد 2، ترمذی صفحہ 45 جلد 2)

حدیث 6

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت و نبوت ختم

ہو چکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔" (ترمذی صفحہ 51 جلد 2، مسند احمد صفحہ 267 جلد 3)

حدیث 7

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم سب کے بعد آئے اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، صرف اتنا ہوا کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی۔" (صحیح بخاری صفحہ 120 جلد 1، صحیح مسلم صفحہ 282 جلد 1)

حدیث 8

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (ترمذی صفحہ 209 جلد 2)

حدیث 9

"حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ میرے چند نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائیں گے اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (سب کے بعد آنے والا) ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ صفحہ 515)

حدیث 10

متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "بعثت أنا والساعة كهاتين" مجھے اور قیامت کو ان دو انگلیوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔
(مسلم صفحہ 406 جلد 2)

عقیدہ ختم نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع

اسلامی تاریخ میں یہ بات حد تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مسیلمہ کذاب نے حضور ﷺ کی موجودگی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک بڑی جماعت نے اس کے دعویٰ نبوت کو تسلیم بھی کر لیا۔ ایک دفعہ مسیلمہ کذاب کا ایلچی حضور ﷺ کے پاس آیا تو حضور ﷺ نے اس سے مسیلمہ کذاب کے دعویٰ کے بارے میں پوچھا تو ایلچی نے کہا کہ میں مسیلمہ کذاب کو اسکے تمام دعووں میں سچا سمجھتا ہوں۔ تو جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل

کروا دیتا۔ کچھ عرصے بعد ایک صحابی نے اس مسیلمہ کذاب کے ایلچی کو ایک مسجد میں دیکھا تو اس کو قتل کروا دیا۔ حدیث کے الفاظ اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ: مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟ قَالَا: نَقُولُ كَمَا قَالَ. قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا.﴾

میں نے رسول اللہ ﷺ کو جس وقت آپ نے مسیلمہ کا خط پڑھا اس کے دونوں ایلچیوں سے کہتے سنا: تم دونوں مسیلمہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ نے کہا ہے، (یعنی اس کی تصدیق کرتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نہ ہوتا کہ سفیر قتل نہ کئے جائیں تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔

(ابوداؤد شریف حدیث نمبر 2761 باب فی الرسل)

مسیلمہ کذاب کے ایلچی کو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کروایا۔ یہ واقعہ درج ذیل روایت میں ہے۔

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ، فَقَالَ: مَا بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِنَةٌ، وَإِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنِيفَةَ فَإِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلِمَةَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَجِيءَ بِهِمْ فَاسْتَتَابَهُمْ غَيْرَ ابْنِ النَّوَّاحَةِ، قَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا أَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ، فَأَمَرَ قَرَظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فِي السُّوقِ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالسُّوقِ"

انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا: میرے اور کسی عرب کے بیچ کوئی عداوت ودشمنی نہیں ہے، میں قبیلہ بنوحنیفہ کی ایک مسجد سے گزرا تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ مسیلمہ پر ایمان لے آئے ہیں، یہ سن کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بلا بھیجا، وہ ان کے پاس لائے گئے تو انہوں نے ابن نواحہ کے علاوہ سب سے توبہ کرنے کو کہا، اور ابن نواحہ سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا آج تو ایلچی نہیں ہے۔ پھر انہوں نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا تو انہوں نے بازار میں اس کی گردن مار دی، اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص ابن نواحہ کو دیکھنا چاہے وہ بازار میں جا کر دیکھ لے وہ مرا پڑا ہے"

(ابوداؤد شریف حدیث نمبر 2762 باب فی الرسل)

جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا جن میں منکرین زکوۃ کا فتنہ بھی تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منکرین زکوۃ کے خلاف بھی جہاد کیا لیکن جہاد کرنے سے پہلے اس پر بحث و مباحثہ بھی ہوا کہ منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد کیا جائے یا جہاد نہ کیا جائے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے تو پھر منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد ہوا۔ لیکن جب مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کا حکم دیا تو کسی ایک صحابی نے یہ نہیں کہا کہ وہ کلمہ گو ہے اس کے خلاف جہاد نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروکاروں کو کفار سمجھ کر کفار کی طرح ان سے جہاد کیا۔

اور مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کی وجہ صرف اس کا دعوی نبوت تھا کیونکہ ابن خلدون کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی دوسری گھناونی حرکات کا علم اس کے مرنے کے بعد ہوا۔ اور یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ختم نبوت پر اجماع ہے۔

ختم نبوت اور پاکستان 7 ستمبر 1974ء پاکستان کی تاریخ کا وہ عظیم تاریخی دن تھا جس روز آئین میں عقیدہ ختم نبوت ﷺ کو اس کی مکمل روح کے مطابق نافذ کر دیا گیا اور اللہ کو ایک ماننے کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کو آخری نبی ماننے والے کو ہی صرف مسلمان تصور کئے جانے کا قانون متفقہ طور پر منظور ہوا جس کا سہرہ اس وقت کی مذہبی قیادت کے ساتھ ساتھ سیاسی رہنماؤں کے سر ہے۔ ملکی تاریخ میں قانون سازی میں سب سے اہم اور تاریخی کارنامہ ہوا۔

مسلمان ہونے کے لئے اللہ کو ایک ماننا اور حضور ﷺ کو آخری نبی ماننا ضروری ہے اس کے علاوہ کوئی بھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا اور یہی ہمارے وطن عزیز کے قانون میں بھی درج ہے۔ اس قانون کی منظوری سے قادیانی غیر مسلم قرار پائے۔ ختم نبوت ﷺ کے قانون کا تحفظ بطور مسلمان ہر ایک شخص پر فرض ہے اور اس کے لئے کسی عہدے 'لالچ' سمجھوتے یا ہیر پھیر کی کسی بھی طرح اسلام میں گنجائش نہیں کیونکہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا جس کی بنیاد ہی یہی ہے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ اللہ' محمد رسول اللہ''۔

مشق سبق نمبر 29

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. ختم نبوت کا عقیدہ کب سے ہے؟

....

....

2. ختم نبوت اور اس کا مفہوم اور حقیقت کیا ہے؟

....

....

3. قرآن پاک کی کس آیت سے عقیدہ ختم نبوت ثابت ہوتا ہے؟

....

....

4. کوئی سی تین احادیث عقیدہ ختم نبوت کی بیان کیجئے؟

....

....

5. مسیلمہ کذاب کو کیوں قتل کیا گیا تھا؟

....

....

6. پاکستان میں ختم نبوت کا قانون کب نافذ کیا گیا؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. اسلام کی بنیاد توحید اور آخرت کے علاوہ جس عقیدے پر ہے

☐ یقینی ☐ اساسی ☐ نظریاتی ☐ معاشرتی

2. ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد ہے

☐ 250 ☐ 260 ☐ 259 ☐ 251

3. حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام ہے

☐ عبداللہ بن عباس ☐ عبداللہ بن زبیر ☐ عبداللہ بن مسعود ☐ عبداللہ بن ثوب

4. جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا تھا

☐ اسماعیل ☐ یعقوب ☐ ابراہیم ☐ یوسف

5. اور کی تاویل چل سکتی ہے؟

☐ ظلی ☐ بروزی ☐ بروزی یا ظلی ☐ متنبی

6. حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ہے۔

☐ صحیح ☐ متواتر ☐ حسن ☐ شاذ

7. کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ہے

☐ شروع ☐ ختم ☐ جاری ☐ ناپید

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

دوسرا کالم	پہلا کالم
آگ کو بے اثر فرما دیا	اسلام کا یہی عقیدہ
البتہ خلفاء ہوں گے	جن کی بڑی تعداد اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے
''ختم نبوت'' کے نام سے معروف ہے	آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہی
جام شہادت نوش کر گئی۔	اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے
(کونے کی آخری) اینٹ ہوں	روئے زمین کو میرے لئے مسجد
اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے	میرے بعد کوئی نبی نہیں،

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. نہ آپ ﷺ کے بعد کسی پر.......... آسکتی ہے
2. مسیلمہ کذاب کے خلاف.......... کے میدان میں لڑی گئی
3. مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو.......... رہا
4. "محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے.......... نہیں ہیں
5. کہ ایک شخص نے بہت ہی.......... محل بنایا
6. اور مجھے تمام انسانوں کی طرف.......... کیا گیا۔"

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نظر میں

رسولِ کائنات، فخرِ موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خالق ارض وسما رب العلی نے نسلِ انسانی کے لیے نمونہ کاملہ اور اسوۂ حسنہ بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو فطری طریقہ قرار دیا ہے۔ محسن انسانیت صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے معمولات زندگی ہی قیامت تک کے لیے شعار ومعیار ہیں، یہی وجہ ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر گوشہ تابناک اور ہر پہلو روشن ہے یومِ ولادت سے لے کر روزِ رحلت تک کے ہر ہر لمحہ کو قدرت نے لوگوں سے محفوظ کرادیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متوالوں نے محفوظ رکھا ہے اور سند کے ساتھ تحقیقی طور پر ہم تک پہنچایا ہے، لہٰذا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت واکملیت ہر قسم کے شک وشبہ سے محفوظ ہے دنیائے انسانیت کسی بھی عظیم المرتب ہستی کے حالات زندگی، معمولات زندگی، انداز واطوار، مزاج ورجحان، حرکات وسکنات، نشست وبرخاست اور عادات وخیالات اتنے کامل ومدلل طریقہ پر نہیں ہیں جس طرح کہ ایک ایک جزئیہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحریری شکل میں دنیا کے سامنے ہے یہاں تک کہ آپ سے متعلق افراد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق اشیاء کی تفاصیل بھی سند کے ساتھ سیرت وتاریخ میں ہر خاص وعام کو مل جائیں گی۔

اس لیے کہ اس دنیائے فانی میں ایک پسندیدہ کامل زندگی گذارنے کے لیے اللہ رب العزت نے اسلام کو نظامِ حیات اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمونۂ حیات بنایا ہے وہی طریقہ اسلامی طریقہ ہوگا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً، فعلاً منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ سنت کہلاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من رغب عن سنتي فليس مني جس

نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

عبادات وطاعات سے متعلق آپ کی سیرت طیبہ اور عادات شریفہ پر برابر لکھا اور بیان کیا جاتا رہتا ہے۔ دنیا میں ہرلمحہ ہرآن آپ ﷺ کا ذکرِ خیر کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا آپ کی سیرت سنائی اور بتائی جاتی رہے گی پھر بھی سیرت النبی ﷺ کا عنوان پُرانا نہیں ہوگا یہی معجزہ ہے سیرت النبی ﷺ کا اور یہی تفسیر ہے "ورفعنالك ذكرك" کی۔

ولادت شریف اور حلیہ مبارکہ ﷺ:

۹ / یا ۱۲ / ربیع الاوّل عام الفیل کو آپ نے شکمِ مادر سے تولد فرمایا۔ شمائلِ ترمذی حلیہ مبارکہ بیان کرنے کا سب سے مستند و جامع ذریعہ ہے جس کو امام ترمذی ؒ نے ذکر فرمایا ہے:

آپ ﷺ میانہ قد، سرخی مائل، سفید گورا رنگ، سرِ اقدس پر سیاہ ہلکے گھنگھریالے ریشم کی طرح ملائم انتہائی خوبصورت بال جو کبھی شانہ مبارک تک دراز ہوتے تو کبھی گردن تک اور کبھی کانوں کی لوتک رہتے تھے۔ رخِ انور اتنا حسین کہ ماہِ کامل کے مانند چمکتا تھا، سینۂ مبارک چوڑا، چکلا کشادہ، جسم اطہر نہ دبلا نہ موٹا انتہائی سڈول چکنا کہیں داغ دھبہ نہیں، دونوں شانوں کے بیچ پشت پر مہرِ نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر سرخی مائل ابھری کہ دیکھنے میں بے حد بھلی لگتی تھی، پیشانی کشادہ بلند اور چمکدار، ابروئے مبارک کمان دار غیر پیوستہ، دہن شریف کشادہ، ہونٹ یاقوتی مسکراتے تو دندانِ مبارک موتی کے مانند چمکتے، دانتوں کے درمیان ہلکی ہلکی درازیں تھیں بولتے تو نور نکلتا تھا سینہ پر بالوں کی ہلکی لکیر ناف تک تھی باقی پیکر بالوں سے پاک تھا صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ جیسا خوبصورت نہیں دیکھا گیا۔ حضرت حسان بن ثابت ؓ شاعرِ رسول ﷺ ہیں وہ اپنے نعتیہ قصیدے میں نقشہ کھینچتے ہیں:

واحسن منك لم ترقط عيني
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرئا من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

آپ ﷺ سے حسین مرد میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت مرد کسی عورت نے نہیں جنا آپ ہرقسم کے ظاہری و باطنی عیب سے پاک پیدا ہوئے گویا آپ اپنی حسب مرضی پیدا ہوئے ہیں۔

نہ کبھی آپ چیخ کر بات کرتے تھے نہ قہقہہ لگاتے تھے نہ شور کرتے تھے نہ چلا کر بولتے تھے ہر لفظ واضح بولتے جو

مجمع سے مخاطب ہوتے تو تین بار جملہ کو بالکل صاف صاف دہراتے تھے اندازِ کلام باوقار، الفاظ میں حلاوت کہ بس سنتے رہنے کو دل مشتاق، لبوں پر ہمہ دم ہلکا سا تبسم جس سے لب مبارک اور رخِ انور کا حسن بڑھ جاتا تھا۔ راہ چلتے تو رفتار ایسی ہوتی تھی گویا کسی بلند جگہ سے اتر رہے ہوں نہ دائیں بائیں مڑ مڑ کر دیکھتے تھے نہ گردن کو آسمان کی طرف اٹھا کر چلتے تھے تواضع کی باوقار مردانہ خوددارانہ رفتار ہوتی، قدمِ مبارک کو پوری طرح رکھ کر چلتے تھے کہ نعلین شریفین کی آواز نہیں آتی تھی ہاتھ اور قدم ریشم کی طرح ملائم گداز تھے اور قدم پُر گوشت، ذاتی معاملہ میں کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے، اپنا کام خود کرنے میں تکلف نہ فرماتے تھے کہ کوئی مصافحہ کرتا تو اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے جب تک وہ الگ نہ کرلے جس سے گفتگو فرماتے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے کوئی آپ سے بات کرتا تو پوری توجہ سے سماعت فرماتے تھے، پھر بھی ایسا رعب تھا کہ صحابہ کو گفتگو کی ہمت نہ ہوتی تھی ہر فرد یہی تصور کرتا تھا کہ مجھ کو ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کا آغاز:

تاجِ رسالت اور خلعت نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ نے ایک ایسے سماج ومعاشرہ کو ایمان وتوحید کی دعوت دی جو گلے گلے تک شرک وکفر کی دلدل میں گرفتار تھا، ضلالت وجہالت کی شکار تھی انسانیت، شرافت مفقود تھی، درندگی اور حیوانیت کا راج تھا ہر طاقتور فرعون بنا ہوا تھا۔ قتل وغارت گری کی وبا ہر سُو عام تھی نہ عزت محفوظ، نہ عصمت محفوظ، نہ عورتوں کا کوئی مقام، نہ غریبوں کے لیے کوئی پناہ، شراب پانی کی طرح بہائی جاتی تھی، بے حیائی اپنے عروج پر تھی، روئے زمین پر وحدانیت حق کا کوئی تصور نہ تھا، خودغرضی، مطلب پرستی کا دور دورہ تھا، چوری، بدکاری اپنے عروج پر تھی اور ظلم وستم ناانصافی اپنے شباب پر تھی خدائے واحد کی پرستش کی جگہ معبودانِ باطل کے سامنے پیشانیاں جھکتی تھیں، نفرت وعداوت کی زہریلی فضا انسان کو انسان سے دور کرچکی تھی، انسانیت آخری سانس لے رہی تھی معاشرہ سے شرک کا تعفن اٹھ رہا تھا۔ کفر کی نجاست سے قلوب بدبودار ہو چکے تھے اس دور کا انسان قرآن کریم کے مطابق جہنم کے کنارے کھڑا تھا، ہلاکت سے دوچار ہونے کے قریب کہ رحمت حق کو رحم آیا اور کوہِ صفا سے صدیوں بعد انسانیت کی بقا کا اعلان ہوا کہ "یآ ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" اے لوگو! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاؤ فلاح وصلاح سے ہمکنار رہوگے۔ یہ آواز نہیں تھی بلکہ ایوان باطل میں بجلی کا کڑکا تھا۔ وہ بجلی کڑکا تھا یا صوتِ ہادیعرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی۔

یہی آوازِ حق ایک عظیم الشان انقلاب کی ابتداء تھی جس نے دنیائے انسانیت کی تاریخ بدل دی یہ اعلان توحید کی حیات نو کا پیغام تھا جس نے مردہ دل عربوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور پھر دنیا نے وہ منظر دیکھا جس کا تصور بھی نہ تھا کہ قاتل عادل بن گئے، بت پرست بن شکن بن گئے، ظلم وغضب کرنے والے حق پرست اور رحم دل بن گئے، سیکڑوں معبودانِ باطل کے سامنے جھکنے والی پیشانیاں خدائے واحد کے سامنے سرنگوں ہوگئیں، عورتوں کو جانور سے بدتر جاننے والے قطع رحمی اور کمزوروں پر ستم ڈھانے والے عورتوں کے محافظ، صلہ رحمی کے خوگر اور کمزوروں کا سہارا بن گئے، نفرت وعدوات کا آتش فشاں سرد ہوگیا محبت واخوت کی فصلِ بہاراں آگئی، راہزن راہبر اور ظالم عدل وانصاف کے پیامبر بن گئے۔ جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا۔

پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک امی لقب اعلیٰ نسب رسول کے فداکاروں نے ایمان وتوحید کی تاریخ مرتب کر ڈالی عدل ونصاف کے لازوال نقوش چھوڑے، وحدت مساوات کی لافانی داستان رقم کر دی، فتوحات کی انوکھی تاریخ لکھ دی جہانبانی وحکمرانی کے مثالی اصول مرتب کیے، عفت و پاکدامنی کا ریکارڈ چھوڑ گئے، وفاداری، فداکاری کی انمٹ تحریر دیے، عظمت ورفعت کے ان بلندیوں پر پہنچے جہاں سے اونچا مقام صرف انبیاء ومرسلین کو نصیب ہوسکتا ہے ایسا انقلاب دنیا نے کب دیکھا تھا اور کہاں سنا تھا۔

صبر واستقامت:

رسول اللہ ﷺ نے دعوت حق اور اعلانِ توحید کی راہ میں اپنے ہی لوگوں کے ایسے ایسے مصائب وآلام دیکھے کہ کوئی اور ہوتا تو ہمت ہار جاتا مگر آپ صبر واستقامت کے کوہِ گراں تھے، دشمنانِ اسلام نے قدم قدم پر آپ کو ستایا، جھٹلایا، بہتان لگایا، مجنون ودیوانہ کہا، ساحر وکاہن کا لقب دیا، راستوں میں کانٹے بچھائے جسم اطہر پر غلاظت ڈالی، لالچ دیا، دھمکیاں دیں، اقتصادی ناکہ بندی اور سماجی مقاطعہ کیا، آپ کے شیدائیوں پر ظلم وستم اور جبر واستبداد کے پہاڑ توڑے، نئے نئے لرزہ خیز عذاب کا جہنم کھول دیا کہ کسی طرح حق کا قافلہ رک جائے، حق کی آواز دب جائے، مگر دورِ انقلاب شروع ہوگیا تھا توحید کا نعرہ بلند ہو چکا تھا، اس کو غالب آنا تھا۔

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴿۳۲﴾﴾

کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (ایمان واسلام) کو اپنی پھنکوں سے بجھا دیں اور اللہ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو

اگرچہ کفار اس کا ناپسند کریں۔

خود رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ابتلاء و آزمائش میں جتنا مجھ کو ڈالا گیا کسی اور کو نہیں ڈالا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر جتنے مظالم ڈھائے گئے کسی اور امت میں نہیں ڈھائے گئے۔

ہجرتِ مبارکہ:

جب مکہ کی سرزمین آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پر بالکل تنگ کر دی گئی تب بحکم الٰہی آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور صحابہ کرام نے اللہ کے لیے اپنے گھر بار، آل و اولاد، زمین و جائداد سب کو چھوڑ چھاڑ کر حبشہ و مدینہ کا رخ کیا پہلی ہجرت صحابہ کے ایک گروہ نے حبشہ کی طرف کی تھی، پھر جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا، ہجرت رسول کے بارے میں مفکر اسلام علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جامع اقتباس بہت ہی معنویت رکھتا ہے کہ ہجرت کس جذبہ کا نام ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتنی زبردست قربانی دی تھی۔

"رسول اللہ ﷺ کی اس ہجرت سے سب سے پہلی بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ دعوت اور عقیدہ کی خاطر ہر عزیز اور ہر مانوس و مرغوب شئے اور ہر اس چیز کو جس سے محبت کرنے، جس کو ترجیح دینے اور جس سے بہر صورت وابستہ رہنے کا جذبہ انسان کی فطرت سلیم میں داخل ہے۔ بے دریغ قربان کیا جا سکتا ہے، لیکن ان دونوں اوّل الذکر چیزوں (دعوت و عقیدہ) کو ان میں سے کسی چیز کے لیے ترک نہیں کیا جا سکتا (نبی رحمت) اور ہجرت رسول ﷺ کا یہی پیغام آج بھی مسلمانوں کے سامنے ہے کہ ایمان و عقیدہ اور دعوت و تبلیغ کسی بھی صورت میں ترک کرنا گوارہ نہ کریں یہی دونوں تمام دنیوی واخروی عزت و کامیابی کا سرچشمہ ہے۔

غزوات وسرایا:

ہجرتِ رسول ﷺ کے بعد ایک طرف آنحضور ﷺ کو دعوت اسلام کی تحریک میں کشادہ میدان اور مخلص معاون افراد ملے جس کے باعث قبائل عرب میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا تو دوسری جانب مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کی برپا کردہ لڑائیوں کا سامنا بھی تھا مکہ میں مسلمان کمزور اور بے قوت و طاقت تھے اس لیے ان کو صبر و استقامت کی تاکید و تلقین تھی مدینہ میں مسلمانوں کو وسعت و قوت حاصل ہوئی اور اجتماعیت و مرکزیت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے لڑنے اور ان کو منھ توڑ جواب دینے کی اجازت عطا فرمائی اور غزوات و سرایا کا سلسلہ شروع ہوا جو اہم غزوات پیش آئے یہ ہیں۔

1 غزوۂ بدر ۲ ھ میں مومنین ومشرکین مکہ کے درمیان میدانِ بدر میں سب سے پہلا غزوہ پیش آیا جس میں رسول اللہ ﷺ کے سپہ سالاری میں تین سو تیرہ مجاہدین نے مشرکین کے ایک ہزار ہتھیار بند لشکر کو ہزیمت سے دوچار کیا اور ابوجہل، شیبہ، عتبہ سمیت ستر (۷۰) سردارانِ قریش مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اسی سے مسلمانوں کی دھاک قبائل عرب پر نقش ہوگئی۔

2 غزوۂ اُحد ۳ھ شوال میں یہ غزوہ ہوا مسلمان سات سو اور کفار تین ہزار تھے۔

3 غزوۂ ذات الرقاع ۴ھ میں پیش آیا اسی میں آپ نے صلوٰۃ الخوف ادا فرمائی۔

4 غزوۂ احزاب (خندق) ۵ھ میں ہوا مشرکین مکہ نے قبائل عرب کا متحد محاذ بنا کر حملہ کیا تھا۔ آنحضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے اردگرد چھ کلومیٹر لمبی خندق کھدوائی تھی اسی لیے اس کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

5 غزوۂ بنی المصطلق ۶ھ میں ہوا اسی میں منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔

6 صلحِ حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی جب کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا اور چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ روانہ ہوئے تھے کہ مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور وہیں صلح ہوئی کہ آئندہ سال عمرہ کر سکتے ہیں (پوری تفصیل کتابوں میں دیکھی جائے)

7 غزوۂ خیبر ۷ھ میں پیش آیا یہ یہودیوں سے آخری غزوہ تھا اس سے قبل غزوۂ بنو نضیر اور غزوۂ بنو قریظہ میں یہودیوں کو جلاوطن اور قتل کیا گیا تھا۔

8 غزوۂ تبوک ۹ھ میں پیش آیا ہرقل سے مقابلہ تھا دور کا سفر تھا شام جانا تھا گرمی کا زمانہ تھا اس لیے خلاف عادت آپ نے اس غزوہ کا اعلان فرمایا چندہ کی اپیل کی صحابہ نے دل کھول کر چندہ دیا اور تیس ہزار کا عظیم الشان لشکر لے کر آپ تبوک روانہ ہوئے، مگر ہرقل بھاگ گیا اور آپ مع صحابہ واپس بخیریت مدینہ تشریف لائے اس غزوہ میں بھی بہت سے اہم واقعات پیش آئے جن کی ایک ایک تفصیل سیر کی کتابوں میں درج ہے۔ ان غزوات کے علاوہ بہت سے سرایا صحابہ کرام کی سرکردگی میں مختلف مواقع پر روانہ فرمائے۔

کچھ اہم واقعات:

۲ھ میں ہجرت کے بعد سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے بعد تحویل قبلہ ہوا۔ ۲ھ میں

روزہ فرض کیا گیا، ۲ھ میں شراب حرام ہوئی۔

فتح مکہ وغزوہ حنین: ۸ھ میں اسلامی تاریخ کا وہ واقعہ یعنی فتحِ مکہ پیش آیا جس سے کلی طور پر اسلام کو عرب میں غلبہ حاصل ہوگیا اور مشرکین کا سارا زور ٹوٹ گیا فتح مکہ کے بعد واپسی میں غزوہ حنین پیش آیا جس میں پہلی بار مسلمان تعداد میں بارہ ہزار اور کفارِ طائف چار ہزار تھے ورنہ ہر غزوہ میں مسلمان کم اور دشمن کی تعداد دوگنا، تین گنا ہوتی تھی۔

اشیاء الرسول اوران کے اسماء:

رسولِ خدا ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ آپ اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے زاد المعاد میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام شمار کرائے ہیں امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رحمہ اللہ نے بھی "سیرہ نبویہ" میں آپ ﷺ کی اشیاء مبارکہ کے اسماء بیان کیے ہیں، نیز دوسرے سیرت نگار علماء نے بھی اس ضمن میں کام کیا ہے، انھیں کتب سیرت ومضامین سیرت سے مندرجہ ذیل اشیاء کے اسماء کا ذکر پیش کیا جارہا ہے:

1. عمامہ شریف کا نام سحاب تھا۔
2. دو پیالے لکڑی اور پتھر کے تھے ایک کا نام ریان اور دوسرے کا نام مضیَّب تھا۔
3. آبخورہ تھا جس کا نام صادِر تھا۔
4. خیمہ تھا جس کا نام رکی تھا۔
5. آئینہ تھا جس کا نام مُدِلہ تھا۔
6. قینچی تھی جس کا نام جامع تھا۔
7. جوتی مبارکہ تھی جس کا نام ممشوق تھا۔
8. ایک زمانہ میں آپ کے پاس دس گھوڑے تھے "سکب" نامی گھوڑے پر آپ ﷺ غزوہ اُحد میں سوار تھے ایک گھوڑے کا نام لزاز تھا، جس کو شاہ اسکندریہ مقوقس نے ہدیہ بھیجا تھا، باقی گھوڑوں کے نام یہ ہیں: ظرب، ورد، ضریس، ملاوح، سبحہ، بحر۔
9. تین خچر تھے ایک کا نام دُلدل تھا حبشہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا آپ نبوت کے بعد اسی پر پہلے پہل سوار

ہوئے آپ کے بعد حضرت علی اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہم اس پر سوار ہوتے تھے ان کے بعد محمد بن حنفیہ کے پاس رہا، دوسرے خچر کا نام فِضَہ تھا جس کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کیا تھا۔ تیسرے کا نام ایلیہ تھا شاہِ ایلہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔

10 ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔

11 سواری کی دو اونٹنیاں تھیں ایک کا نام قصواء اور دوسری کا نام عضباء تھا، ہجرت کے وقت آپ قصواء پر سوار تھے اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اسی پر سوار ہو کے دیا تھا۔

12 دو بکریاں خاص دودھ کے لیے تھیں ایک کا نام غوشہ اور دوسری کا نام یمن تھا۔

13 ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا جس کا نام "منقول" تھا۔

14 کل نو تلواریں تھیں۔ ذوالفقار نام کی تلوار غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی باقی تلواروں کے نام یہ تھے: قلعی، بتار، قسف، مخذم، رسوب، عضب، قضیب۔

15 چار نیزے تھے ایک کا نام ان میں سے "شوے" تھا اور بیضاء نام کا ایک بڑا حربہ تھا (جو نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے)۔

16 عرجون نام کی خمدار لاٹھی تھی، چار کمانیں تھیں ایک کا نام "کتوم" تھا۔

17 ترکش کا نام "کافور" اور ڈھال کا نام "زلوق" تھا۔

18 ایک خود تھا اس کا نام "ذوالسبوع" تھا۔

آنحضور ﷺ کی ان اشیاء مبارکہ کے اسماء سے معلوم ہوا کہ چیزوں کا نام رکھنا سنت ہے۔ یوں تو متمول افراد شوق سے اپنے کتوں کے نام رکھتے ہیں اور یہ سنت کی پیروی میں نہیں بلکہ یورپ کی تقلید میں، ورنہ دوسری اشیاء کے نام بھی رکھتے بعض گھروں میں بکرا وغیرہ پالنے کا شوق ہوتا ہے اور ان کے نام بھی رکھ دیئے جاتے ہیں عموماً یہ بھی اتباع سنت کے بجائے شوقیہ ہوتے ہیں۔

آنحضور ﷺ کے غلام اور ان کے نام:

آنحضور ﷺ کے پاس مختلف زمانوں میں کل ملا کر ستائیس غلام تھے آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا تھا بلکہ غلاموں کی آزادی کی تحریک بھی آپ کے مشنِ نبوت کا ایک حصہ تھی آخری وقت میں جب کہ مرض الوفات میں تھے غشی طاری

ہوجاتی تھی جب افاقہ ہوتا تو زبانِ مبارک پر صرف دو جملہ ہوتا تھا "الصلاة الصلاة،وما ملك يمينكم"

آپ کے غلاموں کے نام یہ تھے:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کو آپ نے اپنا منھ بولا بیٹا بنالیا تھا اور زید بن محمد کہلاتے تھے پھر جب متبنّیٰ سے متعلق آیت نازل ہوئی، تو اپنے والد حارثہ کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اسامہ بن زید، ثوبان، ابو کبشہ، انیسہ، شقران، رباح، یسار، ابورافع، ابومویہہ، فضالہ، رافع، مدعم، کرکرہ، زید جد ہلال، عبید، طہمان، نابور قبطی، واقد، ہشام، ابوضمیر، ابوعسیب، ابوعبید، سفینہ، ابوہند، الحبشہ، ابوامامہ (رضی اللہ عنہم)

باندیاں:

باندیوں کی تعداد دس تھی ان سب کو بھی آپ نے آزاد فرمادیا تھا ان کے نام درج ذیل ہیں:
سلمہ، ام رافع، رضویٰ، اُمیمہ، ام ضمیر، ماریہ، سیرین، ام ایمن میمونہ، خضرہ، خویلہ رضی اللہ عنہن۔
سیرین کو آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تحفہ میں دے دیا تھا (یا کسی اور صحابی کو عطا فرمادیا تھا)۔

خدام النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

یوں تو فدا کارانِ رسول میں سے ہر پروانہ شمع رسالت پر قربان ہونے کو ہر دم تیار رہتا تھا اور کسی بھی ادنیٰ سی خدمت کی سعادت ملنے کو دنیا و مافیہا سے بڑی نعمت سمجھتا تھا، لیکن آپ دوسروں سے کام لینا پسند نہیں فرماتے تھے آپ کے اخلاق حسنہ میں سے تھا کہ اپنا کام خود کرتے تھے پھر بھی آپ کے ذاتی اور گھریلوں کاموں کو انجام دینے کے لیے کچھ خاص خدام تھے جن کی تعداد گیارہ تھی جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (دس برس تک خادم خاص تھے) ہند بنت حارثہ، اسماء بنت حارثہ، ربیعہ بن کعب، عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، بلال بن رباح، سعد، ذومخمر (شاہ حبشہ کے بھتیجے) بکسر بن شداخ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔

شاہانِ ممالک کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم کے شاہانِ ممالک اور سربراہان حکومت کے پیس دعوتی خطوط بھیجے تھے ان کو ایمان و توحید اختیار کر کے فلاح یاب ہونے کی دعوت دی تھی جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ سفیرِ

رسول ﷺ کی حیثیت سے شہرت پائیں ان کے نام یہ ہیں:

1. عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو شاہ حبشہ نجاشی کے پاس بھیجا۔
2. دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا۔
3. عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسرائے فارس کے پاس بھیجا
4. حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کو شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا
5. عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کو شاہ عمان کے پاس بھیجا
6. سلیط بن عمر رضی اللہ عنہ کو یمامہ کے رئیس ہودہ بن علی کے پاس بھیجا
7. شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو شاہ بلقا کے پاس بھیجا
8. مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حارث حمیری شاہِ حمیر کے پاس بھیجا
9. علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو شاہ بحرین منذر بن ساوی کے پاس بھیجا
10. ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو اہل یمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر روانہ فرمایا۔

کاتبین وحی رسالت:

آنحضور ﷺ امی تھے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، امی ہونا آپ ﷺ کا خصوصی امتیاز ہے اور آپ ﷺ کی رسالت و نبوت کی ایک واضح دلیل ہے کہ ایک امی لقب رسول نے دنیائے انسانیت کو ایسا کلام دیا جس کی فصاحت و بلاغت اور لذت و حلاوت کے سامنے فصحائے عرب سرنگوں نظر آتے ہیں اور قیامت تک دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا جب قرآن مجید کی آیات کریمہ آپ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوتی تھیں تو آنحضور ﷺ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی کتابت کرواتے تھے کاتبین وحی کے اسماء حسب ذیل ہیں، نیز انھیں میں سے خطوط و فرامین لکھنے والے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، اُبی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید، حنظلہ بن ربیع، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم۔

جن کو خصوصیت حاصل تھی:

حضرت زید بن حارثہ اور ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے حد درجہ پیار فرماتے تھے، جب

زید بن حارثہ کہیں سفر سے واپس آتے تو فرطِ شوق سے لپک کر گلے لگاتے تھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کسی بات کو رد نہیں کرتے تھے یہ حب الرسول سے مشہور تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے سفارش کراتے تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ فرمایا سلمان منا اہل بیت کہ سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہیں۔ حضرت بلال اور حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوذر غفاری، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم محبوبین مخصوصین میں شمار ہوتے تھے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن:

وفات کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کل نو ازواج مطہرات تھیں، یہ بیویاں تھیں جن کے فضائل قرآن کریم میں آئے ہیں کہ تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو، یٰنسآء النبی لستن کاحدٍ من النساء (سورہ احزاب) یہ حرم نبی ہیں ان کو دنیا کی تمام عورتوں میں خصوصی امتیاز و فضیلت حاصل ہے۔

1. حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا ان سے قبلِ ہجرت نکاح فرمایا۔
2. حضرت عائشہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہا ان سے بھی ہجرت سے قبل نکاح ہوا اور رخصتی مدینہ میں ایک ہجری میں ہوئی۔
3. حضرت حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا ان سے شعبان ۳ھ میں نکاح فرمایا۔
4. حضرت ام سلمہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہا ان سے شعبان ۴ھ میں نکاح فرمایا۔
5. حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان سے ۵ھ میں نکاح فرمایا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔
6. حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ان سے ٦ھ میں نکاح فرمایا اور خلوت ۷ھ میں ہوئی۔
7. حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ان سے ٦ھ میں نکاح فرمایا۔
8. حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا ان سے ۷ھ میں نکاح فرمایا۔
9. حضرت صفیہ بنت حی بنت اخطب رضی اللہ عنہا ان سے ۷ھ میں نکاح فرمایا یہ یہودی سردار کی صاحبزادی تھیں۔
10. حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ نے سب سے پہلے انھیں کی خواہش و پیغام پر نکاح کیا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۵ سال تھی اور وہ بیوہ چالیس سال کی باعزت مالدار خاتون تھیں آپ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انھیں کے بطن سے ہیں یہ ہجرت سے قبل وفات پا گئیں تھیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت قدر فرماتے تھے ہمیشہ یاد کرتے رہے۔
11. حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا ان سے ۳ھ میں نکاح فرمایا مگر دو یا تین ماہ کے بعد یہ وفات پا گئیں۔

اولاد الرسول ﷺ:

آنحضور ﷺ کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم بن محمد علیہ السلام کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا پہلے رقیہ رضی اللہ عنہا سے، ان کی وفات کے بعد ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ آنحضور ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحبزادی تھیں، ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تھا۔ انھیں صاحبزادی سے آپ ﷺ کا سلسلہ نسب چلا ہے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما انھیں کے بطن سے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ کو جاری رکھنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ جن کا لقب طاہر اور طیب ہے اور حضرت قاسم یہ دونوں صاحبزادے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ہجرت سے قبل مکہ میں وفات پائے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ دو تین سال کے بعد وفات پائے۔

سیرۃ النبی ﷺ کی یہ ایک جھلک ہے سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر آپ ﷺ کو ایک مسلمان نمونہ کامل بنانے پر قادر نہیں ہوگا آپ ﷺ جہاں داعی برحق ہیں تو وہیں انسانِ کامل بھی ہیں۔ آپ ﷺ شوہر بھی ہیں آپ ﷺ باپ بھی ہیں، آپ ﷺ خسر بھی ہیں آپ ﷺ داماد بھی ہیں، آپ ﷺ تاجر بھی ہیں آپ ﷺ قائد بھی ہیں۔ آپ ﷺ سپہ سالار بھی ہیں آپ ﷺ مظلوم بھی ہیں، آپ ﷺ مہاجر بھی ہیں آپ ﷺ نے زخم بھی کھائے آپ ﷺ نے مشقت بھی جھیلی آپ ﷺ نے بھوک بھی برداشت کی، آپ ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں آپ نے سیادت بھی فرمائی۔ آپ ﷺ نے معاملات بھی کیے، آپ نے لین دین بھی فرمایا، آپ نے قرض بھی لیا، آپ ﷺ نے ایک انسان کی حیثیت سے معاشرہ کا ہر وہ کام کیا جو ایک انسان فطری طور پر کرتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کو نمونہ بنائے بغیر نہ کوئی کامیاب باپ، شوہر، خسر، داماد، تاجر و سپہ سالار بن سکتا ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی کما حقہ اپنی طاقت بھر اطاعت وعبادت کرسکتا ہے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ حیات انسانی کے ہر گوشہ کا کامل احاطہ کرتی ہے۔

مشق سبق نمبر 30

سوال نمبر 1 ذیل میں دیئے گئے سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجئے۔

1. حضرت حسان بن ثابت نے آپ ﷺ کی کن الفاظ سے تعریف کی ہے؟

....

....

2. غزوہ بدر کب اور کیسے پیش آیا؟

....

....

3. حضور ﷺ کے زیرِ استعمال چیزوں میں سے کوئی سے پانچ نام لکھیے؟

....

....

4. حضور ﷺ کی باندیوں کے نام لکھیں؟

....

....

5. کاتبین وحی میں سے پانچ کے نام لکھیں؟

....

....

6. سب سے پہلے کن سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا اور ان سے کتنی اولاد ہوئی؟

....

....

سوال نمبر 2 درج ذیل جوابات میں درست جواب کے سامنے ✓ کا نشان لگائیے۔

1. فرمایا سلمان منا اہل بیت کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔

☐ مسلمانوں ☐ لوگوں ☐ اہلِ بیت ☐ سب

2. ہونا آپ ﷺ کا خصوصی امتیاز ہے

☐ نبی ☐ خاتم الانبیا ☐ سخاوت ☐ اُمی

3. دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو کے پاس بھیجا۔

☐ شاہ عمان ☐ شاہ بلقا ☐ قیصر روم ہرقل ☐ شاہ حبشہ

4. جب افاقہ ہوتا تو زبانِ مبارک پر صرف دو جملہ ہوتا تھا

☐ الصلاۃ الصلاۃ ☐ یا امتی یا امتی ☐ یا ربی ربی ☐ الصلاۃ الصلاۃ، وما ملکت ایمانکم

5. ایک سفید رنگ کا بھی تھا جس کا نام "منقول" تھا۔

☐ بکرا ☐ اونٹ ☐ خچر ☐ مرغ

6. غزوات ذات الرقاع ۴ھ میں پیش آیا اسی میں آپ نے صلوٰۃ ادا فرمائی۔

☐ القصر ☐ التہجد ☐ الخوف ☐ التسبیح

سوال نمبر 3 کالم ملایئے

پہلا کالم	دوسرا کالم
مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ کو	کسی اور کو نہیں ڈالا گیا
چار نیزے تھے	جس کا نام ممشوق تھا۔
جوتی مبارکہ تھی	اور ستر گرفتار ہوئے
ابتلاء وآزمائش میں جتنا مجھ کو ڈالا گیا	ایک کا نام ان میں سے "شوے" تھا
ستر (۷۰) سردارانِ قریش مارے گئے	فلاح وصلاح سے ہمکنار رہو گے۔
لوگو! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاؤ	حارث حمیری شاہِ حمیر کے پاس بھیجا

سوال نمبر 4 خالی جگہ پُر کیجئے۔

1. حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا ان سے ۳ھ میں..........فرمایا۔
2. حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کسی بات کو..........نہیں کرتے تھے
3. حضرت ام سلمہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہا ان سے.......... ۴ھ میں نکاح فرمایا۔
4. حضرت قاسم رضی اللہ عنہ حضرت..........کے بطن سے تھے
5. آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں..........برحق ہیں تو وہیں انسانِ کامل بھی ہیں۔
6. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی..........حیات انسانی کے ہر گوشہ کا کامل احاطہ کرتی ہے۔

اہم کتب سیرت کا تعارف

سیرت ابن اسحاق

سیرت ابن اسحاق کے نام سے معروف اس مشہور کتاب کا اصل نام سیرۃ رسول اللہ ہے جو محمد ابن اسحاق، تابعی کی تصنیف ہے اور آٹھویں صدی عیسوی (دوسری صدی ہجری) میں تصنیف کی گئی۔ اسے اولین سیرت و تاریخ کی کتاب مانا جاتا ہے۔ اس کتاب کی جامعیت، تفصیل اور معلومات کی فراوانی کی بنا پر اکثر اہل علم نے اسے قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا۔ مصنف سے بعد کے سبھی مورخوں اور مصنفوں نے سیرت نبوی کے حوالے سے اس کتاب پر پورا پورا اعتماد کیا اور اسے اپنا مآخذ بنایا۔ سیرت ابن ہشام کی بنیاد اور اصل بھی یہی کتاب ہے بلکہ سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں فارس کے حکمران ابوبکر سعد زنگی کی فرمائش پر اس کتاب کا فارسی ترجمہ بھی ہوا جس کے قلمی نسخے دنیا کے بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔ چند برس پہلے مراکش میں اس کے کچھ اجزاء قلمی صورت میں ملے تھے جنہیں ڈاکٹر محمد حمید اللہ، (پیرس) نے شائع کرایا۔

سیرت ابن ہشام

سیرت ابن ہشام جس کا اصلی نام السیرۃ النبویۃ ہے اور کتاب کے مولف ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری ہیں جو ابن ہشام کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کتاب آٹھویں صدی عیسوی (دوسری صدی ہجری) میں تصنیف کی گئی اور اسے اولین سیرت و تاریخ کی کتاب مانا جاتا ہے۔ یہ کتاب دراصل سیرت ابن اسحاق کی تلخیص اور

تہذیب ہے، مثلاً اصل کتاب کا کچھ حصہ سیرت سے براہ راست متعلق نہ تھا اس لیے ابن ہشام نے اسے چھوڑ دیا، مشکل الفاظ کے معنی بیان کیے اور بعض واقعات کا اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ سیرت ابن اسحاق کو بطور سیرت ابن ہشام جو شکل ابن ہشام نے دی وہ اتنی مقبول ہوئی کہ لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصل کتاب فراموش ہوگئی۔ اب یہی کتاب یعنی سیرت ابن ہشام متداول ہے۔ اس کے متعدد ایڈیشن جرمنی اور مصر سے شائع ہو چکے ہیں۔ سیرت ابن ہشام کی مقبولیت اور اہمیت کی وجہ سے اس کی کئی شروحات بھی لکھی گئیں۔ سیرت ابن ہشام کی کئی تلخیصات بھی لکھی گئی ہیں جن میں سے بعض منظوم بھی ہیں۔ سیرت ابن ہشام کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں بالخصوص فارسی، اردو، جرمنی اور انگریزی میں ہو چکے ہیں۔

الشفاء بتعريف المصطفىٰ

سیرت نبوی کے موضوع پر قاضی عیاض (15 شعبان 476ھ۔544ھ/ 28 دسمبر 1083ء۔1149ء) کی یہ کتاب مختصراً الشفاء یا شفاء شریف کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ سیرت کی معروف اور مقبول عام کتاب ہے۔ مصنف نے کتاب میں رسول پاک کے فضائل، محاسن اور معجزات کو ایسے مؤثر اور دل پزیر پیرائے میں بیان کیا ہے کہ ان کے ایک ایک لفظ سے آنحضرت کے ساتھ انتہائی عقیدت اور محبت ٹپکتی ہے۔ قاضی عیاض کی یہ کتاب ایسی بے نظیر ہے جو بے تحاشا فائدے کی حامل ہے لاغر کردینے والی بیماریوں سے شفا اور مصائب و پریشانیوں سے نجات پانے کے لیے اس کی قرأت و تلاوت مجرب ہے، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن استنبول، قاہرہ، ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک مصری عالم اور ادیب الخفاجی (احمد شہاب الدین الخفاجی متوفی 1069ھ/ 1659ء) نے اس کی ایک مبسوط شرح نسیم الریاض کے نام سے لکھی جو چار ضخیم جلدوں میں استنبول اور قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے۔ اس کی ایک شرح محمد علی القادری نے بھی لکھی جو نسیم الریاض کے مصری ایڈیشن کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ الشفاء کے دو اردو تراجم لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔

المواهب اللدنية بالمنح المحمدية

المواهب اللدنية بالمنح المحمدية سیرت نبوی کے موضوع پر امام قسطلانی (851ھ۔923ھ/ 1448ء۔1517ء) کی مشہور اور مقبول کتاب ہے۔ کتاب دو ضخیم جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے۔ اس کی سب سے مفصل شرح علامہ زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ کے نام سے کی جو 8 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور مصر سے شائع

ہو چکی ہے۔اس کے صفحات کی مجموعی تعداد تین ہزار سے زائد ہے۔ یہ شرح سیرت نبوی کے متعلق ہر قسم کی معلومات کا ایک خزینہ ہے۔المواہب کی ایک تلخیص الانوار المحمدیہ فی المواہب اللدنیہ کے نام سے یوسف بن اسماعیل النبہانی نے لکھی جو بیروت سے شائع ہوئی جو اصل کتاب کا قریباً ایک تہائی ہے۔

زاد المعاد فی ھدی خیر العبادزاد المعاد فی ھدی خیر العباد

حافظ محمد ابن قیم الجوزی کی سیرت کے موضوع پر مشہور کتاب ہے۔کتب سیرت میں زاد المعاد کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف حالات اور واقعات کے بیان پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ہر موقع پر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آنحضرت کے فلاں قول اور فلاں عمل سے کیا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور آنحضرت کے حالات اور معمولات زندگی میں ہمارے لیے کیا کچھ سامانِ موعظت موجود ہے گویا اس کتاب میں امت کے سامنے رسول کریم کا اسوہ حسنہ اس طرح کھول کر رکھ دیا گیا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں اس سے ہدایت حاصل کر سکے۔ یہ قابل قدر کتاب اپنی غیر معمولی دلچسپی اور افادیت کی وجہ سے مصر سے کئی دفعہ چھپ چکی ہی۔ اصل کتاب چار جلدوں میں ہے۔اس کتاب کی ایک تلخیص ہدی الرسول کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔زاد المعاد کا مکمل چار جلدوں میں ایک ملخص اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

دلائل النبوۃ للبیھقی

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (متوفی 458ھ) کی سیرت النبی پر عظیم کتاب دلائل النبوۃ ہے۔امام بیہقی نے اس عظیم الشان تصنیف میں معجزات النبی ،دلائل النبوۃ ،رسول اکرم کی طہارت میلاد،اسماء وصفات اور حیات وممات کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے اس کتاب میں سیرت نبوی کو بڑے احسن اور منفرد انداز میں جمع فرما دیا علامہ بیہقی اپنے ہم عصروں میں حفظ حدیث، اتقان ،علوم وفنون میں پختگی اور حسنِ تصنیف میں منفرد و یگانہ روزگار تھے سیرتِ طیبہ پر''الدلائل النبوۃ۔۔'' تصنیف فرمائی جسے علامہ تاج الدین بکی بے نظیر کتاب قرار دیتے ہیں اور علامہ ابن کثیر سیرت وشائل کے باب میں تصنیف شدہ تمام کتب کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ امام بیہقی نے سیرت کو احادیث کی صحیح روایات کے ساتھ مزّین فرمایا ہر قول کے لیے سند پیش کی۔

دلائل النبوۃ لابی نعیم دلائل النبوۃ

امام ابونعیم اصفہانی کی یہ کتاب بہت مشہور و معروف ہے آپ کی یہ کتاب آنحضرت ﷺ کے خصائص و کمالات

اور فضائل ومکارم اور دلائل نبوت ومعجزات سے متعلق ہے۔امام صاحب نے سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے خصائص اوصاف قرآن مجید کی روشنی میں بیان کیے ہیں اور تائید میں احادیث رسول اللہ ﷺ پیش کی ہیں اس کے بعد قدیم کتابوں اور انبیائے کرام کے صحیفوں میں جو پیش گوئیاں آنحضرت ﷺ کے متعلق بیان کی گئی ہیں ان کو جمع کیا ہے اس کے بعد آپ ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے واقعات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

طبقات ابن سعدطبقات ابن سعد المعروف الطبقات الکبیر

محمد ابن سعد کی تصنیف ہے جو صحابہ کرام اور تابعین کے حالات پر ہے اور ضخیم ہونے کی وجہ سے اس کے نام کے ساتھ الکبیر کی صفت لگائی گئی ہے۔ابن سعد کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع ہاشمی ہے جو کاتب واقدی کے نام سے مشہور ہیں۔اس کتاب کے ابتدائی حصے میں سیرت طیبہ کا بیان ہے۔مکمل کتاب کی آٹھ حصوں میں سے پہلے دو حصے سیرت پر مشتمل ہیں۔اس کتاب کے بیشتر حصوں کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے اہتمام سے شائع ہو چکا ہے۔ یہ کتاب اسلام کی پہلی دو صدیوں کے مشاہیر کے حالات پر ایک بے مثال تالیف ہے اور سیرت نبوی کے نہایت قدیم اور قیمتی مصادر و مآخذ میں شمار ہوتی ہے۔ یہ 15 جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ان کی طبقات صغریٰ اور تاریخ کی کتاب بھی ہے۔

شمائل ترمذی

عظیم محدث امام ترمذی کی مشہور کتاب۔" شمائل ترمذی" جس میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے نہایت محنت وکاوش وعرق ریزی سے سیّد کائنات، سید ولد آدم، جناب محمد ﷺ کے عسر ویسر، شب وروز اور سفر وحضر سے متعلقہ معلومات کو احادیث کی روشنی میں جمع کر دیا ہے۔ کتاب پڑھنے والا کبھی مسکراتا اور ہنستا ہے تو کبھی روتا اور سسکیاں بھرتا ہے۔سیّد کائنات ﷺ کے رخ زیبا کا بیان پڑھتا ہے تو دل کی کلی کھل جاتی ہے اور جب گزراوقات پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار آنسوؤں کی لڑیاں گرنا شروع ہوجاتی ہیں۔شمائل ترمذی کا درجہ صحیحین کے بعد ہے؛ مگر بعض خصوصیات صحاح کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہیں، چنانچہ اسماعیل ہروی لکھتے ہیں کہ: "ترمذی"، بخاری اور مسلم سے زیادہ فائدہ بخش ہے، ان دونوں کتابوں سے صرف صاحب کمال اور صاحب نظر فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ترمذی میں احادیث کی ضروری شرح بھی کردی ہے۔اس لیے محدثین اور فقہا وغیرہ ہر طبقہ کے لوگ مستفید ہوسکتے ہیں۔صاحب "مواہب لدنیہ" جو شمائل ترمذی کے محشی ہیں لکھتے ہیں کہ امام ترمذی کی "جامع" تمام حدیثی اور فقہی فوائد اور سلف وخلف کے

مذاہب کی جامع ہے، مجتہد کے لیے کافی ہے اور مقلد کو دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے اور جس گھر میں یہ جامع ہو تو گویا اس گھر میں نبی بات کر رہا ہے۔ "قَالَ المصنِّفُ مَنْ كانَ فِي بَيتِهِ هَذا الكتابُ يَعنِي جامِعَه فَكأَنَّما فِي بيتِهِ نبِيٌّ يتَكلَّمُ"

سیرۃ النبی ﷺ

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ انیسویں اور بیسویں صدی کی ایک معروف محقق اور سیرت نگار ہیں جنھوں نے اپنی بے بہا اور قیمتی نگارشات سے علمی دنیا کو مالا مال کیا ہے۔ انھوں نے سیرۃ النبی کے نام سے کتاب لکھی ہے جس کا بدل غالباً عربی زبان میں بھی نہیں ہے۔ برصغیر میں قرآنی اور درایات حدیث پر پرکھنے کا جدید رجحان دینے والی علمی شخصیت علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علامہ موصوف سیرت نگاری کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ "میں نے سیرت نبوی پر ایک مبسوط کتاب لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن واقع یہ ہے کہ کوئی تصنیف اس تصنیف سے زیادہ دیر طلب اور جامع مشکلات نہیں ہو سکتی۔" ہر فرد کو بالخصوص اسلامیات سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کتاب کا بالاستعیاب ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

ضیاء النبی ﷺ

محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے اور سیرت کے ہر پہلو پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں تحقیقی انداز غالب ہے اور ہر بات حوالوں کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ مزید یہ کہ قدیم و جدید کے تمام ماخذوں سے بھر پور استفادہ کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اس میں دوسری کتابوں کے مقابلے میں خوبیاں نمایاں ہیں۔ حکومت پاکستان وزارت مذہبی امور نے اس کتاب کو 1994ء میں پہلے انعام کا مستحق ٹھہرایا۔

سیرت سرور عالم

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مایہ ناز تصنیف ہے۔ یہ اگر چہ مولانا مودودی کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے اس کو مولانا نعیم صدیقی اور مولانا عبدالوکیل علوی نے تفہیم القرآن اور کچھ دوسرے تصانیف سے مرتب کر کے دو جلدوں میں شائع کیا۔ اب اس کی تیسری جلد بھی شائع ہو چکی ہے۔ تینوں جلدوں میں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ مولانا محترم نے اس میں معتدل تجزیے کے ساتھ ساتھ منفرد اسلوب میں سیرت رسول کو روشناس کرایا۔

اصح السیر

حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری رحمۃ اللہ علیہ اصح السیر سیرت نبوی پر ایک بہترین تحفہ ہے اس کے مصنف حکیم ابو البرکات عبدالرؤف داناپوری ہیں۔ اس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ، پھر سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولادت تا وفات، انساب کا حال، مکمل کتاب المغازی، مکمل کتاب الاموال، کتاب بالوفود، حجۃ الوداع کا مفصل حال، ازواج النبی کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے اور یہ سب چیزیں صحیح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔

محاضرات سیرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ محاضرات سیرت دور جدید میں سیرتی لٹریچر میں ایک اہم اضافہ ہے۔ اس کے مصنف معروف مفکر ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں انھوں نے ان خطبات یا محاضرات میں بحر بے کراں کو بند کر کے کتاب کو صحیح معنوی میں دریا در کوزی کرنے کی مثال بن گیا ہے۔ یہ دراصل سیرت سے نہیں بلکہ علم سیرت سے بحث کرتی ہے۔ محاضرات سیرت بارہ خطبات پر مشتمل ہے جن میں نصف کا تعلق فن سیرت کی تاریخ اور تدوین سے ہے۔

النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی النبی الخاتم سیرت پر ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ یہ 450 عنوانات پر مشتمل ہے جن میں 300 سے زائد عناوین کا تعلق النبی الخاتم کی پاک زندگی و مقدس سیرت کے مختلف پہلوؤں کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کی ادبی چاشنی بھی لائق صد تحسین ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں "یوں آنے کو سب ہی آئے۔ سب میں آئے۔ سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) کہ بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے۔ لیکن کیا کیجیے، ان میں جو آیا جانے کے لیے آیا، پر ایک اور صرف ایک، جو آیا اور آنے ہی کے لیے آیا وہی جو آنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا چمکا اور چمکتا ہی چلا جارہا ہے۔ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ چڑھا اور چڑھتا ہی جارہا ہے۔"

محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی محمد عربی اردو زبان میں ایک مقبول عام کتاب ہے۔ دور جدید میں برصغیر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منفرد انداز سے لکھنے والے مولانا عنایت اللہ سبحانی کا ایک اہم رول ہے۔ مولانا کو سیرت لکھنے کا منفرد

انداز ہے۔ سیرت پر ان کی ایک کتاب ''محمد عربی'' پاک و ہند میں مشہور و معروف ہے۔ جو بڑے منفرد انداز سے لکھی گئی ہے۔ جو تذکیری پہلوؤں سے بھی مزین ہے۔ یہ کتاب 14 ضخیم ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب کے عناوین بھی بے حد دلچسپ ہے جو نہ صرف دل کو چھو لینے والی ہیں بلکہ ان میں سوز و گداز بھی ہے۔ کتاب کے چند عناوین یہ ہیں: ہوتی ہے سحر پیدا، کرنیں ابھرتی ہیں، خدا کی آواز، پہلی پکار طوفانی کشمکش، نازک مرحلے اور کارواں بنتا گیا، دعوت حق تلواروں کے چھاؤں میں وغیرہم

محسن انسانیت ﷺ

مولانا نعیم صدیقی ؒ محسن انسانیت بھی سیرت پر ایک شاہکار کتاب ہے۔ بقول ماہر القادری ''اردو زبان میں ہی نہیں بلکہ دوسری زبانوں میں بھی جن اہل نظر اور ارباب علم کی نگاہ سے سیرت کی کتابیں گزری ہیں وہ محسن انسانیت کو پڑھ کر اس کی انفرادیت کو ضرور محسوس کریں گے'' ضمیمے کے ساتھ یہ کتاب 7 ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب سیرت کا پیغام، نصب العین اور تاریخی مقام کے عنوان سے ہے۔ دوسرا باب شخصیت ایک نظر میں کے نام سے ہے تیسرا باب مکی دور سے تعرض کرتا ہے چوتھا باب مدنی دور سے بحث کرتا ہے۔ پانچواں باب تلواروں کی چھاؤں پر ہے جو نظریہ جہاد اور غزوات النبوی سے متعلق ہے۔

عہد نبوی کا تمدن

ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی عصر حاضر میں ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی کا شمار بڑے سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر قابل ذکر کام کیا ہے۔ 'عہد نبوی کا تمدن' بھی اس کی ایک کڑی ہے۔ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے پہلا باب عہد نبوی کے کھانوں پر ہے جس میں کھانے کی بنیادی ضروریات کو آیات قرآنی کے حوالے سے مختلف زاویوں سے اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا باب عہد نبوی کے ملبوسات پر ہے جس میں تمام ضروری لباسوں پر بحث کی گئی ہے۔ تیسرا باب آرائش بدن کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ چوتھواں باب عہد نبوی کے مکانات اور اسباب زیست سے تعرض کرتا ہے۔ پانچواں باب میں مختلف تقریبات کا ذکر ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

دروس سیرت

ڈاکٹر محمد سعید البوطی ؒ یہ کتاب دراصل عالم عرب کے معروف عالم دین اور مربی ڈاکٹر محمد سعید البوطی کی عربی

تصنیف فقہ السیرۃ النبویۃ کا اردو ترجمہ ہے جسے معروف اسکالر ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی صاحب نے نہایت شستہ انداز میں اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ سات ابواب پر مشتمل ہے پہلے باب میں سیرت نگاری پر بحث کی گئی ہے باقی ابواب کے نام یہ ہیں: ولادت سے بعثت تک، بعثت سے ہجرت تک، نئے معاشرے کی بنیادیں، دفاعی جنگ کا مرحلہ اور فتح، مقدمات اور نتائج۔ اس کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ قاری کو ہر موقع پر یہ نصیحت اور تحریک ملتی ہے کہ مجھے بھی سیرت پاک کی کرنوں میں اپنے آپ کو رنگنا چاہیے۔

الرحیق المختوم

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری ؒ الرحیق المختوم کا پس منظر یہ ہے کہ 1976ء میں کراچی کی بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے اختتام پر رابطہ عالم اسلام نے سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر مقالہ نویسی کا ایک عالمی مقابلہ کرنے کا اعلان کیا جس میں دنیا بھر کے اہل علم کو سیرت نبوی کے موضوع پر مقالہ لکھنے کے لیے دعوت دی گئی۔ اس مقابلہ میں دنیا بھر سے 171 مقالے پیش کیے گئے جن میں 84 مقالات عربی زبان میں تھے۔ ان مقالات کی خوب جانچ پڑتال کی گئی جس کے بعد رابطہ عالم اسلام کی قائم کردہ سیرت کمیٹی کی سفارشات کے مطابق مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کا مقالہ الرحیق المختوم جو ہر لحاظ سے تحقیقی نوعیت کا ہے اور اس کو پہلے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

سیرت کورس

مفتی مصطفیٰ عزیز کے علمی و تحقیقی قلم سے اسباق کی صورت میں ابتداء سے انتہا تک اہل بیت کے معطر تذکرے کے ساتھ باحوالہ اور مستند ترتیب دیا گیا ہے۔ تیس اسباق پر مشتمل جدید انداز میں آسان تعلیمی مشقوں کے ساتھ عصری تعلیم یافتہ اور مصروف احباب کے لئے عشق رسول ﷺ کی بیداری کی بہترین کاوش ہے۔ پاکستان میں ''الامین اکیڈمی'' فیصل آباد کو اس کی طباعت کا اعزاز ملا ہے۔ ربیع الاوّل میں ہر ادارے میں سیرت آگاہی کے لئے نہایت موزوں ہے۔

حیات سرور کائنات محمد ﷺ

مارٹن لنگس (ابوبکر سراج الدین) حیات سرور کائنات محمد (His life Based on: Muhammad Earliest Sources) ایک نومسلم انگریزی ادب کے اسکالر مارٹن لنگس (ابوبکر سراج الدین) نے لکھی ہے۔ یہ کتاب سیرتی لٹریچر میں ایک اہم اضافہ ہے اور اس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ اس تصنیف کی ایک

خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے عربی کے بنیادی اور اصل ماخذ سے استفادہ کر کے احوال وکوائف سے غیر معمولی نتائج اخذ کیے ہیں جو یقیناً قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہیں۔

اخلاق النبی ﷺ

حافظ ابوالشیخ اصفہانی / مترجم مولانا ڈاکٹر محمد احمد مختار قمر/ دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

اسوۂ حسنہ (تلخیص زاد المعاد)

امام ابن قیم/ مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی/ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۸۶ء

الخصائص الصغریٰ

علامہ جلال الدین سیوطی/ مترجم : علامہ عبدالرسول/ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

الشفاء

قاضی عیاض مترجم علامہ سید احمد علی شاہ/ فرید بک سٹال، لاہور۔ ۲۰۰۱ء

چالیس درود شریف

1 اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ر[1]

2 اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ر[2]

3 اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ر[3]

4 اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿4﴾

5 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ و آلِ إِبْرَاهِيْمَ ﴿5﴾

6 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيْمَ ﴿6﴾

7 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿7﴾

8 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿8﴾

9 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿9﴾

10 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [10]

---

11 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ، وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [11]

---

12 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ [12]

---

13 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيْمَ [13]

---

14 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [14]

---

15 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [15]

---

16 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [16]

---

17 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [17]

---

18 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [18]

---

19 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [19]

---

20 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ

مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ (20)

21 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وتَرَحَّمْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (21)

22 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (22)

23 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اَبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (23)

24 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَ آلِ إِبْرَاهِيْمَ (24)

25 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا

عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ 25

26 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد 26

27 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی أَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ 27

28 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَأَزْوَاجِهٖ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَأَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ 28

29 اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الصِّدْقَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ 29

30 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ یَغْبِطُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ 30

31 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضاً وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَاَعْطِهِ الْوَسِیْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَاهُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ [31]

---

32 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا یَغْبِطُهٗ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ [32]

---

33 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ یَا اَللّٰهُ یَارَحْمٰنُ ، یَارَحِیْمُ ، یَاجَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ ، یَا مَامَنَ الْخَائِفِیْنَ یَا عِمَادَ مَنْ لَا عِمَادَ لَهٗ ، یَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَهٗ ، یَا ذُخْرَ مَنْ لَا ذُخْرَ لَهٗ ، یَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ ، یَا کَنْزَ الْفُقَرَاءِ ، یَاعَظِیْمَ الرَّجَاءِ ، یَا مُنْقِذَ الْهَلْکٰی ، یَا مُنْجِیَ الْغَرْقٰی ، یَا مُحْسِنُ یَا مُجْمِلُ یَامُنْعِمُ یَا مُفْضِلُ یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَا مُنِیْرُ اَنْتَ الَّذِیْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّیْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ ، وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَحَفِیْفُ الشَّجَرِ، وَدَوِیُّ الْمَاءِ وَنُوْرُ الْقَمَرِ ، یَا اَللّٰهُ ، اَنْتَ اللّٰهُ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ

عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ(33) 33

34 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد ، اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آل مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. 34

35 اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ ن الْكُبْرٰى، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِى الْآخِرَةِ وَالْاُوْ لٰى كَمَا آتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى 35

36 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ ، إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا، يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ، وَاَبْلِغْهُ الْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ مِنَ الْجَنَّةِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِى الْمُصْطَفِيْنَ مُحَبَّتَهٗ وَفِى الْمُقَرَّبِيْنَ مَوَدَّتَهٗ ، وَفِى الْاَعْلَيْنَ ذِكْرَهٗ، وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (36)

---

37 اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنَّا رِضًا لَا تَسْخَطُ بَعْدَهٗ (37)

---

38 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ (38)

---

39 اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ، صَلِّ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ، وَاجْعَلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (39)

---

40 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا (40)

حوالہ جات

(1) بخاری، باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ، حدیث نمبر: ۳۱۱۹

(2) بخاری، باب قول ان اللہ وملائکتہ یصلون، ح: ۴۴۲۳

(3) بخاری: ۴۷۷، حاکم، نسائی، کعب عن عجرہ: ۱۹۰

(4) بخاری، باب حل یصلی علی غیر النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۵۸۸۳

(5) بخاری: ۹۴۰، عن ابی سعید

(6) بخاری، عن ابی سعید، نزل: ۱۶۸

(7) (مسلم: ۱۷۵، ابوداؤد: ۱۴۱، ترمذی، نسائی عن ابن مسعود

(8) نسائی، نزل: ۱۶۸

(9) مسند بزار عن ابی ہریرہ

(10) مسند حاکم، عن ابن مسعود: ۱/ ۲۶۸

(11) ابوداؤد:۱۴۱، مشکوٰۃ شریف عن ابی ہریرہ

(12) دارقطنی عن ابن مسعود

(13) (نزل:۱۷۰، احمد، ابن ماجہ، عن ابن مسعود

(14) مسند احمد والنسائی عن زید بن جاریہ

(15) بخاری، مسلم عن کعب بن عجرہ

(16) نزل:۱۶۹، ترمذی، عن ابن مسعود

(17) ابوداؤد:۱۴۱، والنسائی عن ابی حمید الساعدی

(18) ابوداؤد عن ابی ہریرہ

(19) نزل:۱۷۰، حاکم کعب بن عجرہ

(20) الادب المفرد عن ابی ہریرہ

(21) حاکم عن ابن مسعود:۲۶۹

(22) مسلم، عن ابن مسعود

(23) نسائی:۱۹۰

(24) بخاری، نسائی ابن ماجہ عن ابی سعید

(25) احمد عن ہریرہ

(26) احمد، ابن حبان

(27) صحیحین:۱۷۵، عن ابی حمید الساعدی

(28) نسائی عن علی، نزل:۱۷۱

(29) (نزل الابرار:۱۷۱، طبرانی، عن رویفع

(30) ابن ماجہ:۶۵

(31) القول البدیع:۴۷

(32) ابن ماجہ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، حدیث:۸۹۶

(33) القول البدیع:۴۶، عن ابن عباس مرفوعا

(34) شرح الشفاء:۲ / ۱۲۳، السعایہ:۲۴۳، عن علی

(35) القول البدیع:۴۵

(36) القول البدیع:۳۸

(37) مجمع الزوائد، ابن سنی:۸۸، مسند احمد:۳ / ۳۳۷

(38) القول البدیع:۴۷

(39) مجمع الزوائد:۳۳۸، عن ابی الدرداء

(40) الجلاء، القول البدیع:۱۸۸

تمت بالخیر

ہر شعبہ زندگی کے مصروف احباب کو مکمل دینی تعلیم سکھانا